۲۰۰۷

نورالحبیب

جلد 25

کِتابُ الحج وقربانی

Scanned with CamScanner

ج ث ب ت ا ا ج ب \ آ ا ا ج ث ب

غلاف کعبہ اور اس کی تیاری

سعدیہ نذیر، گوجرانوالا

عربی زبان میں "کِسوۃ" کے لفظی معنی لباس کے ہیں جب کہ سعودی عرب کے عرف عام میں اس سے مراد وہ لباس ہے جو بیت اللہ شریف کو ہر سال پہنایا جاتا ہے۔

زمانہ قدیم سے یہ روایت چلی آ رہی تھی کہ ہر سال موسم حج کے موقع پر غلاف کعبہ مصر سے بطور تحفہ مکہ معظمہ بھیجا جاتا تھا، جسے اہل مصر اپنے لئے ایک عظیم سعادت سمجھتے تھے۔

محمد المانع جسے ملک عبد العزیز بن سعود کے دور سے اب تک سعودی تاریخ پر ایک ماہر کی حیثیت حاصل ہے اور جسے پہلے سعودی بادشاہ ملک عبد العزیز کے ساتھ ایک طویل مدت تک مختلف حیثیتوں سے کام کرنے کا موقع ملا، اپنی کتاب "اتحاد جزیرۃ العرب" جو کہ دراصل ملک عبد العزیز کی سوانح حیات ہے، میں یوں رقم طراز ہے:

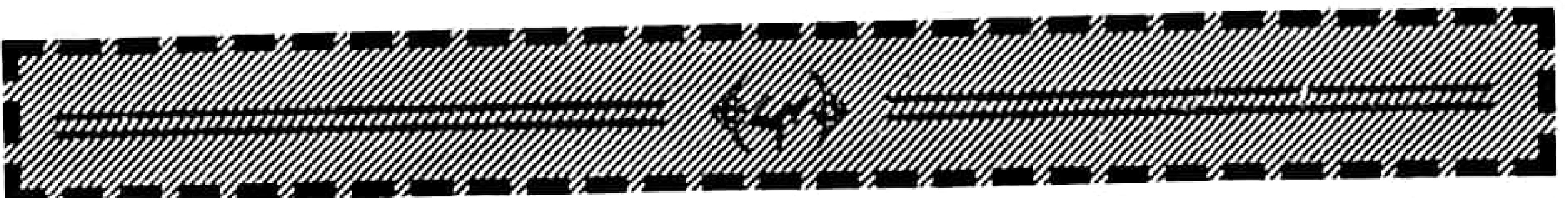
خوب صورت زر نگار غلاف کعبہ (کسوہ) جو کعبۃ اللہ پر ہر سال نیا بنا کر چڑھایا جاتا ہے، رواج کے مطابق مصری کاریگر بنایا کرتے تھے۔ مکہ معظمہ پر مکمل وہابی اقتدار کے بعد پہلا حج ۱۹۲۵ء میں ہوا۔ شہر مکہ معظمہ اخوان قبائل سے بھرا ہوا تھا، جو اپنا پہلا حج کرنے کے لئے کعبۃ اللہ آئے تھے۔ دوسری طرف اہل مصر ارض مقدس کے نئے حکمران ملک عبد العزیز پر اچھا تاثر

قائم کرنا چاہتے تھے' اس لئے انہوں نے "کسوہ" کے مکہ میں داخلے کے وقت روایتی رسومات کی ادائیگی کا بڑی شان و شوکت سے اہتمام کیا ہوا تھا۔ چنانچہ ایک شاندار' رنگا رنگ قافلہ "کسوہ" کو لے کر مقدس شہر کے دروازے میں داخل ہوا' اس قافلے کے آگے آگے موسیقاروں کا تیز بینڈ تھا اور اس کے ساتھ محملی (محمل کا مطلب وہ بوجھ ہے جو اونٹ اٹھاتا ہے اور اقتدار کی علامت سمجھا جاتا ہے) مصری محافظ دستہ تھا۔

اخوان نے اس کو سخت بے ادبی سمجھا کیوں کہ ان کے مسلک کے مطابق سر عام گانا بجانا بے حرمتی سمجھا جاتا تھا۔ اخوان نے موسیقی بند کرنے کا مطالبہ کیا' لیکن مصری بینڈ باجہ والوں نے ان کا حکم ماننے سے انکار کر دیا اور گانا بجانا جاری رکھا۔ اس بات پر اخوان نے ہتھیار سنبھال لئے اور بینڈ باجہ والوں پر گولی چلا دی۔

اس واقعہ سے نہ صرف مصری حکومت نے نئی سعودی حکومت کے ساتھ سفارتی تعلقات منقطع کر لئے بلکہ انہوں نے آئندہ "کسوہ" بنانے سے ہی انکار کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ "کسوہ" اب مکہ معظمہ میں ہی بنایا جاتا ہے' جسے سعودی عرب اور پاکستان کے کاریگر مل کر بناتے ہیں۔

۱۹۶۳ء میں اہل پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے ایک سنہری موقع دیا اور اسلامی ممالک بشمول سعودی حکومت کی خواہش پر "لاہور" پاکستان کی ایک فرم نے غلاف کعبہ تیار کیا۔ اس عظیم سعادت پر ہر پاکستانی بے حد مسرور تھا اور ان کا تقاضا تھا کہ ہمیں بھی غلاف کعبہ کی زیارت کروائی جائے۔ چنانچہ ایک سپیشل ٹرین کا اہتمام کیا گیا لیکن اس وقت ایک جماعت نے اس سے سیاسی فائدہ اٹھانا چاہا' یہی وجہ تھی کہ جب خلوص ختم ہوا تو یہ غلاف قبولیت کا مقام حاصل نہ کر سکا۔ یہ تھا وہ تاریخی پس منظر جس کی بدولت مصر سے "کسوہ" آنا بند ہو گیا تھا اور اس واقعہ کے بعد پہلے سعودی تاجدار ملک عبد العزیز بن سعود نے ایک شاہی فرمان جاری کیا' جس کے مطابق ۱۹۲۶ء میں مکہ مکرمہ میں "کسوہ" تیار کرنے کے لئے ایک کارخانے کی بنیاد ڈالی گئی اور



اس کارخانے نے "کسوہ" تیار کرنا شروع کر دیا۔ بعد ازاں ۱۹۵۷ء میں بعض تبدیلیاں اور جدید مشینری کی تنصیب عمل میں آئی تاکہ غلاف سازی کو جدید اور اعلیٰ پیمانے پر صنعتی انداز میں ڈھالا جاسکے۔

تیسرے سعودی حکمران شاہ فیصل نے اپنے عہد حکومت میں اس نئے کارخانے کا افتتاح کیا' اس کارخانے کی ابتداء سولہ (۱۶) ملازمین پر مشتمل ایک مختصر سے عملے سے ہوئی تھی' وہاں اب سینکڑوں ملازمین پر مشتمل عملہ مصروف عمل ہے۔

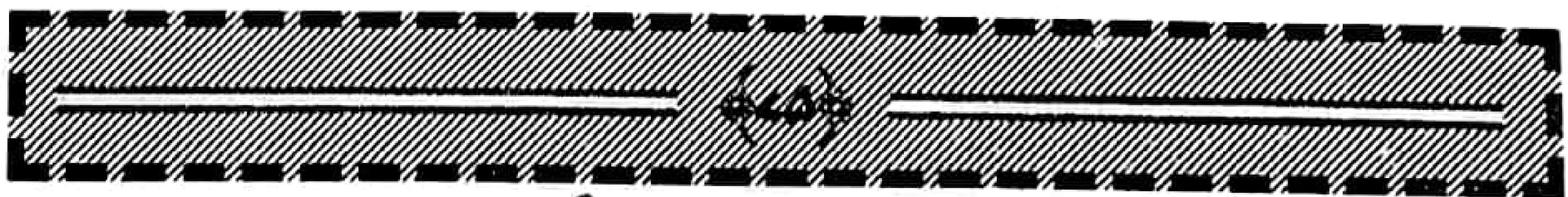
یہ کارخانہ وزارت حج و اوقاف کے زیر نگرانی کام کر رہا ہے اور ہر سال نیا "کسوہ" تیار کرنے پر مامور ہے۔

قارئین کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ ایک "کسوہ" کی تیاری پر کم و بیش ایک کروڑ ستر لاکھ سعودی ریال (یعنی تقریباً تیئیس کروڑ اسی لاکھ روپے پاکستانی) لاگت آتی ہے' جس میں خام ریشم کی قیمت اور دیگر اخراجات شامل ہیں۔

"کسوہ" خالص ریشم سے بنایا جاتا ہے' جس کے لئے خام ریشم دوسرے ممالک سے درآمد کیا جاتا ہے۔ ایک "کسوہ" کی تیاری میں کم و بیش ۶۷۰ کلوگرام ریشم استعمال ہوتا ہے۔ جب کہ "کسوہ" کے لئے تیار شدہ کپڑے کی لمبائی ۶۵۸ مربع میٹر ہوتی ہے۔

اس مقررہ طول کا کپڑا چودہ (۱۴) میٹر طویل اور پچانوے (۹۵) سینٹی میٹر عریض کپڑے کے ۴۷ تھانوں سے حاصل کیا جاتا ہے۔ غلاف کعبہ کی لمبائی ساڑھے سات میٹر اور چوڑائی چار میٹر ہوتی ہے۔ غلاف پر سنہری پٹیاں سولہ (۱۶) ٹکڑوں سے بنائی جاتی ہیں' جن کی لمبائی سینتالیس (۴۷) میٹر اور چوڑائی پچانوے (۹۵) سینٹی میٹر ہوتی ہے۔

غلاف کے چاروں اطراف میں مربع کی شکل میں "قل هو الله احد" کی کڑھائی کی جاتی ہے جب کہ ان مربع شکل کے ٹکڑوں کے نیچے قرآنی آیات لکھی ہوتی ہیں۔ مربع شکل ٹکڑوں کے درمیانی فاصلوں میں قندیل کی شکل میں "یاحی یا قیوم" کی کشیدہ کاری کی جاتی ہے۔



کشیدہ کاری کا تمام کام چاندی کے تاروں کے بارڈر میں سونے کے تاروں سے کیا جاتا ہے۔ ان ٹکڑوں میں ایک ٹکڑا اس شخص کے نام کی نشاندہی کرتا ہے، جس نے غلاف کعبہ بطور تحفہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہوتی ہے۔ تحفے کے اس مخصوص ٹکڑے میں آج کل موجودہ حکمران خادم الحرمین الشریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز کا نام لکھا جاتا ہے۔ غلاف کعبہ کے اندرونی حصے میں سفید موٹے کپڑے کا استر لگایا جاتا ہے جو کہ پانچ ٹکڑوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ جس میں چار ٹکڑے بیت اللہ شریف کی چاروں طرف کے ہوتے ہیں جب کہ پانچواں ٹکڑا دروازے کا ہوتا ہے۔

"کسوہ" اپنی آخری شکل میں آنے تک کارخانے کے چھ مختلف شعبوں میں تیاری کے مختلف مراحل سے گزرتا ہے۔ تکمیل کے تمام مراحل سے گزر جانے کے بعد تیار شدہ "کسوہ" کو ماہ حج کی شروع تاریخوں میں وزیر حج و اوقاف ایک شایان شان تقریب میں کارخانے سے وصول کرتے ہیں۔ بعد ازاں یہ غلاف بیت اللہ شریف پر ۹/ ذی الحجۃ المبارکہ کو چڑھائے جانے کے لئے مسجد الحرام کے دیرینہ نگران کے سپرد کیا جاتا ہے۔ تاریخ میں پہلی بار مملکت سعودی عرب نے ۱۹۸۳ء میں مسلم دنیا کی جانب سے غلاف کا بیت اللہ شریف کے دروازے والا حصہ اقوام متحدہ کو بطور تحفہ بھیجا۔

بیت اللہ شریف پر غلاف چڑھانے کی تاریخ انتہائی قدیم ہے، یہ روایت قبل از اسلام سے چلی آرہی ہے، اسلام کے آنے سے پہلے کفار مکہ بیت اللہ شریف پر غلاف چڑھایا کرتے تھے، اسی طرح یہ روایت بعد از اسلام بھی جاری وساری رہی۔

پیارے محبوب رسول کریم ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں خود اپنے مبارک ہاتھوں سے بیت اللہ شریف پر غلاف چڑھایا اور رسول اکرم ﷺ کے وصال مبارک کے بعد خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے آپ کی اس سنت کو جاری رکھا اور اس طرح یہ رسم ایک سے دوسرے کو منتقل ہوتی ہوئی آج تک قائم ودائم چلی آرہی ہے-----

خانہ کعبہ کی ۱۲سو سال پرانی کنجی کی نیلامی

شیخ گل زار احمد قادری

لندن میں گزشتہ دنوں ایک نیلام گھر کے اسلامی نوادر کے شعبے نے خانہ کعبہ کی ۱۲۰۰ سال پرانی کنجی ۹۲ لاکھ پونڈ میں فروخت کی، جو ایک کروڑ اکیاسی لاکھ ڈالر کے مساوی ہیں۔ اسلامی نوادر میں شمار ہونے والی کوئی چیز آج تک اتنی قیمت میں فروخت نہیں ہوئی، یہ ایک نیا ریکارڈ ہے۔

نیلامی کے روز مجموعی طور پر اسلامی نوادر کے شعبے نے دو کروڑ پندرہ لاکھ پونڈ کے نوادر فروخت کیے، جو چار کروڑ ڈالر کے مساوی ہیں، لیکن ان میں سب سے زیادہ قیمت اس کنجی کی تھی۔ لوہے کی بنی ہوئی یہ کنجی ۳۷ سینٹی میٹر یعنی تقریباً ۱۵ انچ لمبی ہے اور فی الوقت اسلامی نوادر میں اسے اہم ترین شمار کیا جا رہا ہے، کیوں کہ یہ اس عمارت کی چابی ہے جو دنیا بھر کے مسلمانوں کی نظر میں کائنات کی اہم ترین عمارت ہے، جسے علامتی طور پر خدا کا گھر بھی کہا جاتا ہے۔ خانہ کعبہ کی یہ کنجی اس وقت کسی کی نجی ملکیت میں موجود قدیم ترین کنجی ہے، جو پہلی بار عباسی خلیفہ ابو جعفر المستعصر ابو عباس کے سپرد کی گئی تھی۔ روایت یہ تھی کہ یہ کنجی ایک کے بعد دوسرے خلیفہ کی تحویل میں رہتی تھی اور وہ اس کے محافظ و امانت دار تصور کیے جاتے تھے۔ شواہد کے مطابق مجموعی طور پر خانہ کعبہ کی ۵۸ کنجیاں تیار کی گئی تھیں مگر وہ سب دنیا میں موجود نہیں ہیں، البتہ اس میں سے بیش تر دنیا کے بڑے عجائب خانوں میں محفوظ ہیں۔ یہ کنجی اس سے پہلے کسی لبنانی کے ذخیرۂ نوادرات میں شامل تھی اور اب اسے جس شخص نے خریدا ہے، اس نے اپنا نام ظاہر نہیں کیا۔ ماہرین کا اندازہ ہے کہ کنجی کم و بیش ۱۲۰۰ سال پرانی ہے اور اس پر یہ الفاظ کندہ ہیں:

"یہ کنجی خانہ کعبہ کے لیے خلیفہ المقتدی ابو جعفر المستعصر ابو العباس کے دور میں تیار کی گئی"---

خلیفہ ابو جعفر کا دور تاریخ میں ہجری سنہ کے مطابق ۱۳۶ تا ۱۵۸ ہجری اور عیسوی سنہ کے مطابق ۷۵۴ تا ۷۷۶ بتایا گیا ہے، اس اعتبار سے بھی یہ کنجی کم و بیش بارہ سو سال پرانی ہے۔ ماہرین آثار قدیمہ نے اس کی تصدیق کی ہے۔



اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُومٍ لَّكَ

حضرت سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام

کی

قربانی کا پس منظر اور پیش منظر

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی

﴿رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾---[الصّٰفّٰت:۱۰۰]

"اے میرے رب! مجھے نیک بیٹا عطا فرما"---

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے یہ سوال کیا کہ اے رب! مجھے نیک بیٹا عطا فرما، جو ان لوگوں میں سے ہو جو تیری اطاعت کرتے ہیں اور تیری نافرمانی نہیں کرتے اور زمین میں اصلاح کرتے ہیں اور فساد نہیں کرتے۔

﴿فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ﴾---[الصّٰفّٰت:۱۰۱]

"سو ہم نے ان کو ایک بردبار لڑکے کی بشارت دی"---

اس آیت میں غلام کا لفظ ہے، جب بچہ پالنے میں ہو تو اس کو طفل کہتے ہیں، جب اس کی عمر دس سال سے کم ہو تو اس کو صبی کہتے ہیں، جب اس کی عمر دس سال سے متجاوز ہو اور وہ بلوغت کے قریب ہو تو اس کو غلام کہتے ہیں، جب وہ بالغ ہو جائے تو اس کو شاب (نوجوان) کہتے ہیں، بیس سال سے تیس سال تک کی عمر والے کو رجل (مرد) کہتے ہیں، تیس سال سے چالیس سال تک کی

عمر والے کو کہول (ادھیڑ عمر والا) کہتے ہیں، چالیس سال سے ساٹھ سال کی عمر والے کو شیخ کہتے ہیں اور ساٹھ سال سے ستر اسی سال والے کو شیخ فانی کہتے ہیں۔

اور اس آیت میں اس لڑکے کی صفت حلیم (بردبار) ذکر فرمائی ہے۔ حلیم اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے کام سکون اور اطمینان سے کرے، جلدی نہ کرے اور جب اس پر کوئی مصیبت آئے تو اضطراب اور گھبراہٹ کا اظہار نہ کرے اور اگر کوئی کام اس کے مزاج اور مرضی کے خلاف ہو جائے تو غصہ اور غضب میں نہ آئے۔

اس آیت میں حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے لیے تین بشارتیں ہیں، ایک یہ کہ ان کے ہاں بیٹا ہوگا، یعنی مذکر ہوگا، دوسری یہ کہ وہ بلوغت کی عمر کو پہنچے گا، کیوں کہ بچہ کو حلم اور بردباری سے متصف نہیں کیا جاتا اور تیسری بشارت یہ ہے کہ وہ حلیم اور بردبار ہوگا۔

اور اس بیٹے میں اس سے بڑھ کر اور کون سا حلم ہوگا کہ جب انھوں نے اس بیٹے سے کہا:

"اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں، اب تم سوچ کر بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟"---

اس بیٹے نے کہا:

"اے ابا جان! آپ وہی کیجیے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے، آپ ان شاء اللہ مجھے عنقریب صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے"---[الصّٰفّٰت:۱۰۲]

اور انھوں نے اس حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو حلیم اور بردبار بیٹے کی اس لیے بشارت دی کہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام خود بھی حلیم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِیْمٌ﴾---[التوبۃ:۱۱۴]

"بے شک ابراہیم بے سوز و گداز والے حلیم تھے"---

﴿اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ لَحَلِیْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِیْبٌ﴾---[ھود:۷۵]

"بے شک ابراہیم ضرور حلیم تھے، بہت سوز و گداز والے، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے تھے"---

سورہ الصّٰفّٰت، آیت ۱۰۲ تا ۱۱۱ میں ہے:

فَلَـمَّا اَسْلَمَا وَ تَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ٥ وَ نَـادَیْنَاهُ اَنْ یَّا اِبْرَاهِیْمُ ٥ قَدْ صَدَّقْتَ

الرُّؤْيَا إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ٥ إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ٥ وَ فَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ ٥ وَ تَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ٥ سَلَامٌ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ٥ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ٥ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ٥---

''پس جب وہ لڑکا ان کے ساتھ چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچا (تو) ابراہیم نے کہا:

اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں،

اب تم سوچ کر بتاؤ، تمہاری کیا رائے ہے؟

اس بیٹے نے کہا:

اے ابا جان! آپ وہی کیجیے جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے، آپ ان شاء اللہ عنقریب مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے٥

سو جب دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور ابراہیم نے بیٹے کو پیشانی کے بل گرا دیا٥

اور ہم نے ابراہیم کو ندا کی کہ اے ابراہیم!٥

بے شک آپ نے اپنا خواب سچا کر دکھایا اور بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں٥

بے شک یہ ضرور کھلی ہوئی آزمائش ہے٥

اور ہم نے اس کے بدلہ میں ایک بہت بڑا ذبیحہ دے دیا٥

اور ہم نے بعد میں آنے والوں کے لیے ان کا ذکر باقی رکھا٥

ابراہیم پر سلام ہو٥

ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں٥

بے شک وہ ہمارے کامل ایمان دار بندوں میں سے ہیں٥''---

قربانی کا پس منظر اور پیش منظر

امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ) اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

امام محمد بن اسحاق اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام جب حضرت ہاجرہ سے ملاقات کے لیے جاتے تو صبح کے وقت براق پر سوار ہو کر شام سے روانہ ہوتے اور دوپہر کو مکہ پہنچ کر آرام کرتے اور شام کے وقت مکہ سے روانہ ہوتے اور رات کے وقت شام میں

اپنی بیوی (حضرت سارہ) کے پاس پہنچ جاتے، حتی کہ ان کے بیٹے (حضرت اسماعیل) جب کام کاج کرنے کی عمر کو پہنچ گئے اور انھوں نے یہ ارادہ کیا کہ وہ ان کے ساتھ مل کر اپنے رب کی عبادت کریں گے اور اس کے حرم کی تعظیم کریں گے تو انھوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں۔

نیز امام محمد بن اسحاق نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کر دیں تو انھوں نے اپنے بیٹے سے کہا، یہ رسی اور چھری لو اور ہمارے ساتھ اس گھاٹی میں چلو تا کہ ہم گھر والوں کے لیے لکڑیاں چن کر لائیں۔ انھوں نے اپنے بیٹے سے یہ ذکر نہیں کیا تھا کہ وہ کس لیے اس گھاٹی میں جا رہے ہیں، تب اللہ کا دشمن ابلیس ایک آدمی کی صورت میں حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے آ کر ملا، تا کہ وہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بیٹے کی قربانی سے باز رکھے اور آ کر کہا، اے بزرگ! آپ کہاں جا رہے ہیں؟

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کہا، میں اپنے ایک کام سے اس گھاٹی میں جا رہا ہوں۔ شیطان نے کہا، میرا گمان ہے کہ آپ کے پاس خواب میں شیطان آیا ہے اور اس نے آپ کو اس بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا۔

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اس کو پہچان لیا اور فرمایا، اے اللہ کے دشمن! میرے پاس سے دفع ہو جا، پس اللہ کی قسم! میں اللہ کے حکم پر ضرور عمل کروں گا۔ جب اللہ کا دشمن ابلیس حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے مایوس ہو گیا تو پھر وہ ان کے بیٹے کے پاس پہنچا، وہ اپنے والد کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے، ان سے اس نے کہا، اے بیٹے! کیا تم کو معلوم ہے کہ تمہارے والد تمھیں کہاں لے جا رہے ہیں؟ انھوں نے کہا، ہم اس گھاٹی سے لکڑیاں چننے جا رہے ہیں۔

شیطان نے کہا، اللہ کی قسم! وہ تم کو صرف ذبح کرنے کے لیے لے جا رہے ہیں۔ انھوں نے پوچھا، کیوں؟ شیطان نے کہا، ان کا گمان ہے کہ ان کے رب نے انھیں یہ حکم دیا ہے۔ انھوں نے کہا، پھر ان کو چاہیے کہ وہ اپنے رب کے حکم کی اطاعت کریں۔

پھر وہ ایک آدمی کے بھیس میں اس بیٹے کی ماں کے پاس گیا اور ان سے کہا، کیا تم کو معلوم ہے کہ ابراہیم تمہارے بیٹے کو لے کر کہاں گئے ہیں؟ انھوں نے کہا، وہ اس گھاٹی میں لکڑیاں چننے گئے ہیں۔ شیطان نے کہا، نہیں، اللہ کی قسم! وہ صرف اس کو ذبح کرنے کے لیے ساتھ لے کر گئے ہیں۔ ان کی والدہ نے کہا، نہیں، وہ اپنے بیٹے پر بہت شفقت کرتے ہیں اور اس سے محبت کرتے ہیں۔

شیطان نے کہا، ان کا یہ گمان ہے کہ ان کو اللہ نے یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کر دیں۔ ان کی والدہ نے کہا، اگر ان کے رب نے ان کو یہ حکم دیا ہے تو انھوں نے بہت اچھا کیا کہ اپنے رب کے حکم کی اطاعت کی اور اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ اللہ کا دشمن ابلیس نا کام و نامراد ہو کر غیظ و غضب میں مبتلا ہو کر واپس لوٹ آیا اور اس لعین نے حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل کو بہکانے کا جو ارادہ کیا تھا، اس میں وہ خائب و خاسر رہا۔

جب حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو ساتھ لے کر گھاٹی میں پہنچے اور وہ ثبیر نامی پہاڑ کی گھاٹی تھی، تب حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا، اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں، اب تم سوچ کر بتاؤ کہ تمہارا کیا فیصلہ ہے؟

ان کے بیٹے نے کہا، اے ابا جان! آپ وہی کیجیے، جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے، آپ ان شاء اللہ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

امام محمد بن اسحٰق نے روایت کیا ہے کہ حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے اس وقت حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے کہا، اے ابا جان! اگر آپ نے مجھے ذبح کرنے کا ارادہ کر لیا ہے تو مجھے مضبوطی کے ساتھ رسیوں سے باندھ دیں تا کہ میرے خون کے چھینٹے آپ پر نہ پڑیں اور میرا اجر کم نہ ہو، کیوں کہ موت بہت سخت ہوتی ہے اور میں ذبح کے وقت اپنے تڑپنے اور پھڑکنے سے مامون نہیں ہوں اور اپنی چھری کو اچھی طرح تیز کر لیں تا کہ وہ مجھ پر آسانی سے گزر جائے اور جب آپ مجھے ذبح کرنے کے لیے لٹائیں تو مجھے منہ کے بل لٹائیں اور مجھے پہلو کے بل نہ لٹائیں، کیوں کہ مجھے خطرہ ہے کہ اگر آپ کی نظر میرے چہرے پر پڑے گی تو آپ کے دل میں رقت پیدا ہو گی اور وہ رقت آپ کو اللہ کے حکم پر عمل کرنے سے مانع ہو گی اور اگر آپ مناسب سمجھیں تو میری قمیص میری ماں کو لے جا کر دے دیں، اس سے ان کو تسلی ہو گی اور ان کو مجھ پر صبر آ جائے گا۔ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا، اے میرے بیٹے! تم اللہ کے حکم پر عمل کرنے میں میرے کیسے مددگار ثابت ہو رہے ہو۔ پھر جس طرح حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے کہا تھا، ان کو اچھی طرح باندھ دیا، پھر اپنی چھری کو تیز کیا اور پھر ان کو پیشانی کے بل گرا دیا اور ان کے چہرے کی طرف سے اپنی نظر ہٹا لی، پھر ان کے حلقوم پر چھری چلائی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ میں اس چھری کو پلٹ دیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس چھری کو پھر اپنی طرف کھینچا تا کہ اس عمل سے فارغ ہوں، تو ایک ندا کی گئی، اے ابراہیم! تم نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا، یہ ذبیحہ تمہارے بیٹے کی طرف سے فدیہ ہے، اپنے بیٹے کے بدلہ میں

اس کا ذبح کردو۔

اللہ عزوجل نے فرمایا:

جب ان دونوں نے سرِ تسلیم خم کردیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو پیشانی کے بل گرا دیا، حالاں کہ ذبیحہ کو چہرے پر گرایا جاتا ہے اور یہ اس کے مطابق ہے، جو حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے اپنے والد کو مشورہ دیا تھا۔ ہمارے نزدیک یہ حدیث صادق ہے اور قرآن مجید کے مطابق ہے۔

[تاریخ الامم والملوک، جلد۱، صفحہ ۱۹۵/ الکامل فی التاریخ، جلد۲، صفحہ ۶۳/ تفسیر ثعلبی، جلد ۸، صفحہ ۱۵۴/ معالم التنزیل، جلد۴، صفحہ ۳۶/ خازن، جلد۴، صفحہ ۲۲/ المستدرک، جلد۲، صفحہ ۲۵۵/ الکشاف، جلد۴، صفحہ ۵۷]

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ کے مینڈھے کا مصداق

الصّٰفّٰت: ۱۰۷ میں ہے:

"اور ہم نے اس کے بدلہ میں ایک بہت بڑا ذبیحہ دے دیا"---

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:

"جنت سے ایک مینڈھا باہر لایا گیا، جو چالیس سال سے جنت میں چر رہا تھا"---

امام ابن جریر طبری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

"جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حج کے افعال ادا کرنے کا حکم دیا گیا، تو شیطان آپ کے پاس آیا، پھر حضرت جبریل علیہ السلام آپ کو جمرۂ العقبہ پر لے گئے، آپ کے پاس پھر شیطان آیا، آپ نے اس کو سات کنکریاں ماریں تو وہ چلا گیا، پھر آپ چلے گئے، تو جمرۂ وُسطیٰ کے پاس شیطان آیا، آپ نے پھر اس کو سات کنکریاں ماریں، تو وہ چلا گیا، پھر آپ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پیشانی کے بل گرا دیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام پر سفید قمیص تھی، انھوں نے کہا، ابا جان! میرے پاس اس کے علاوہ اور کوئی قمیص نہیں ہے، جس میں آپ مجھے کفن دیں، آپ اس کو اُتار کر رکھ لیں اور اسی میں مجھ کو کفن دیں، پھر اچانک حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مڑ کر دیکھا تو ایک بڑی آنکھوں والا اور سفید سینگوں والا مینڈھا کھڑا ہوا تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو ذبح کردیا"---

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا:

''ہم اسی وجہ سے اسی طرح کا مینڈھا قربانی کے لیے تلاش کرتے ہیں''---

سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے:

''جس مینڈھے کو حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ذبح کیا تھا، وہ اسی کی نسل سے تھا، جس کی حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے نے قربانی کی تھی اور ان کی قربانی قبول کر لی گئی تھی اور وہ مینڈھا سرمگیں تھا اور اس کا اُون سرخ رنگ کا تھا''---

[تاریخ الامم و الملوک، جلد۱، صفحہ۱۹۵،۱۹۲، مطبوعہ بیروت، ۱۴۰۹ء]

امام عبدالرحمٰن بن علی الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ اور امام محمد ابن الاثیر الجزری المتوفی ۶۳۰ھ نے بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کیے جانے کے واقعہ کو اسی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

[المنتظم، جلد۱، صفحہ۱۶۸-۱۶۷، دارالفکر بیروت۱۴۱۵ھ/ الکامل فی التاریخ، جلد۱، صفحہ۶۴-۶۳، دارالکتاب العربی بیروت۱۴۰۰ھ]

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں جس مینڈھے کو ذبح کیا گیا ہے، اس کے متعلق مؤرخین نے لکھا ہے کہ اس کے سینگ کعبہ میزاب کے ساتھ لٹکے ہوئے تھے، اس کا ذکر حدیث میں ہے کہ صفیہ بنت شیبہ بیان کرتی ہیں کہ مجھے بنو سلیم کی ایک عورت نے بتایا:

''رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن طلحہ کو بلایا، میں نے حضرت عثمان بن طلحہ سے پوچھا کہ تم کو رسول اللہ ﷺ نے کیوں بلوایا تھا؟ انھوں نے کہا، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کہ جب میں بیت اللہ میں داخل ہوا تو میں نے وہاں پر ایک مینڈھے کے دو سینگ دیکھے، میں تم سے یہ کہنا بھول گیا کہ تم ان سینگوں کو ڈھانپ دو، سو اب تم ان کو ڈھانپ دو، کیوں کہ بیت اللہ میں کوئی ایسی چیز نہیں ہونی چاہیے جو نمازی کو مشغول کرائے''---

سفیان نے کہا:

''وہ دونوں سینگ بیت اللہ میں رکھے رہے، حتیٰ کہ جب بیت اللہ میں آگ لگی تو وہ سینگ بھی جل گئے''---

[مسند احمد، جلد۴، صفحہ۶۹، طبع قدیم/ مسند احمد، رقم الحدیث ۱۶۲۰۱، داراحیاء التراث العربی بیروت/ مسند احمد، رقم الحدیث ۱۶۶۳۷، دارالفکر بیروت/ البدایۃ و النھایۃ، جلد۱، صفحہ۲۳۵، دارالفکر بیروت ۱۴۱۹ھ/ الدرالمنثور، جلد۷، صفحہ۱۰۰، داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ]

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا حلقوم کٹنے سے محفوظ رہنا ہمارے نبی ﷺ کی وجہ سے تھا

الصّٰفّٰت:۱۰۵میں ہے:

''بے شک آپ نے اپنا خواب سچا کردکھایا''---

اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ خواب تو سچا تب ہوتا جب حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام کوذبح کردیتے، واقع میں تو حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبح نہیں ہوئے تھے، پھران کا خواب کس طرح سچا ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ خواب میں انھوں نے یہ نہیں دیکھا تھا کہ انھوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کوذبح کردیا ہے، انھوں نے خواب میں صرف اتنا دیکھا تھا کہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گلے پر چھری پھیر رہے ہیں، سوانھوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گلے پر چھری پھیری، اب اگر چھری نے گلا نہیں کاٹا اور خون نہیں بہا تو اس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فعلِ ذبح میں کوئی کمی نہیں آئی، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اسی طرح تھی کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل پھیلے، کیوں کہ ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کا نوراب حضرت اسماعیل علیہ السلام میں منتقل ہو چکا تھا اور جس میں آپ ﷺ کا نور ہو، اس کو چھری کیسے کاٹ سکتی ہے۔ آپ ﷺ نے خود فرمایا ہے:

''ہر چیز کو یہ علم ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں''---[المعجم الکبیر، جلد۲، صفحہ۲۶۲]

نیز ابھی آپ ﷺ کا نور حضرت اسماعیل علیہ السلام سے دوسرے نفوسِ قدسیہ میں منتقل ہونا تھا، اس لیے ابھی حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو زندہ رکھنا تھا تا کہ ان کی نسل سے ہمارے نبی خاتم الانبیاء سیدنا محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء اس عالمِ آب وگل میں رونق افروز ہوں۔ جیسا کہ خود آپ کا ارشاد ہے کہ حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کومنتخب کرلیا اور کنانہ کی اولاد میں سے قریش کومنتخب کرلیا اور قریش میں سے بنوہاشم کومنتخب کرلیا اور بنوہاشم میں سے مجھے چن لیا''---[صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی ﷺ، جلد۱/رقم الحدیث بلاتکرار۲۲۷۶/الرقم المسلسل ۵۸۲۸]

امام ترمذی کی روایت اس طرح ہے کہ حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت اسماعیل کو چن لیا اور حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے بنو کنانہ کو چن لیا اور بنو کنانہ میں سے قریش کو چن لیا اور قریش میں سے بنو ہاشم کو چن لیا اور بنو ہاشم میں سے مجھ کو چن لیا''---

[سنن الترمذی، رقم الحدیث ۳۶۰۵/ مسند ابو یعلیٰ، رقم الحدیث ۷۴۸۵/ صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۶۲۴۲/ المعجم الکبیر، جلد ۲۲، صفحہ ۱۶۱/ دلائل النبوۃ للبیہقی، جلد ۱، صفحہ ۱۶۶/ شرح السنۃ، رقم الحدیث ۳۶۱۳]

سو جب حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کا پیدا ہونا اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں تھا تو بلوغت سے پہلے حضرت اسماعیل کس طرح ذبح ہو سکتے تھے؟ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس وقت حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی جان کا محفوظ رہنا، یہ بھی ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کا تصدق تھا۔

رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد کہ ''میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں''

امام ابو القاسم الحسن بن علی ابن العساکر المتوفی ۵۷۱ھ لکھتے ہیں:

''ایک جماعت کا یہ مسلک ہے کہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کریں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

اَنَا ابْنُ الذَّبِیْحَیْنِ---

''میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں''---

[تاریخ دمشق الکبیر، جلد ۶، صفحہ ۲۰۵، رقم الحدیث ۱۶۶۹، دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۲۱ھ]

امام ابن اسحاق نے کہا:

''جب زمزم کی کھدائی کے وقت حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی قریش سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے یہ نذر مانی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دس بیٹے عطا کیے اور وہ سب جوان اور صحت مند ہو کر ان کی مہمات میں ان کے معاون ہوئے تو وہ ان میں سے کسی ایک بیٹے کو اللہ کی راہ میں ذبح کر دیں گے۔ سب سے چھوٹے اور محبوب بیٹے حضرت عبد اللہ تھے، جب وہ جوانی کی عمر کو پہنچ گئے تو حضرت عبد المطلب نے ان کے سامنے اپنی نذر کا تذکرہ کیا، ان سب نے سعادت مندی کا اظہار کرتے ہوئے کہا، آپ ہم سے جس کو بھی حکم دیں گے وہ اپنے آپ کو قربانی کے لیے پیش کر دے گا۔ سب مل کر بیت اللہ میں

جمع ہوئے اور فال نکالنے والے کو بلایا گیا۔ ہر بیٹے کا نام ایک تیر پر لکھ دیا گیا، جب فال نکالی گئی تو حضرت عبداللہ کے نام والا تیر نکل آیا۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ان کو ذبح کرنے کے لیے اور حضرت عبداللہ ذبح ہونے کے لیے تیار تھے، مگر قریش کے سرداروں نے مزاحمت کی اور کہا، اگر بیٹوں کو ذبح کرنے کی یہ رسم چل پڑی تو پھر کسی شخص کا بیٹا سلامت نہیں رہے گا۔ غرض حجاز کی ایک کاہنہ سے فیصلہ کرایا گیا، اس نے کہا، اونٹوں اور حضرت عبداللہ کے نام میں قرعہ اندازی کرو، اگر دس اونٹ نکل آئیں تو ان کو ذبح کر دینا اور اگر پھر بھی حضرت عبداللہ کا نام نکلے تو دس اونٹ اور بڑھا دینا اور پھر دوبارہ قرعہ اندازی کرنا اور اسی طرح دس دس اونٹ بڑھاتے رہنا، حتیٰ کہ حضرت عبداللہ کے بجائے سو اونٹوں کے نام قرعہ فال نکل آئے۔ غرض جب سو اونٹوں حضرت عبداللہ کے نام کا قرعہ نکالا گیا تو سو اونٹ نکل آئے اور حضرت عبداللہ کی جگہ سو اونٹوں کو ذبح کر دیا گیا''---[السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، جلد۱، صفحہ۱۹۲-۱۸۸ ملخصاً، داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴۱۵ھ/ الروض الانف، جلد۱، صفحہ۲۷۲-۲۷۱، ملخصاً، دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۱۸ھ/ البدایۃ و النھایۃ، جلد۲، صفحہ۲۰۰ ملخصاً، دارالفکر بیروت ۱۴۱۹ھ]

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی متوفی ۴۵۰ھ اس واقعہ کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے فدیہ میں سو اونٹ ذبح کر دیے گئے تو عرب میں یہ رسم مقرر ہو گئی کہ انسان کی دیت سو اونٹ ہو گئی۔ سو اونٹ ذبح کرنے کے بعد حضرت عبدالمطلب اپنے بیٹے حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کو لے کر خوشی خوشی گھر لوٹ گئے اور اس وقت سے حضرت عبداللہ ذبیح کے نام سے مشہور ہو گئے۔ اسی وجہ سے نبی ﷺ نے فرمایا:

اَنَا ابْنُ الذَّبِیْحَیْن---

''میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں''---

ایک ذبیح حضرت اسماعیل بن ابراہیم (علیہما السلام) اور دوسرے ذبیح آپ ﷺ کے والد گرامی حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے رسول ﷺ پر خصوصی فضل و انعام ہے۔

صرف حضرت سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام نہیں، بلکہ ہر مسلمان آپ ﷺ کی وجہ سے ذبح ہونے سے محفوظ رہا

حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی توبہ اس وقت قبول ہوئی، جب انھوں نے ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ کے وسیلہ سے توبہ کی، بلکہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کا پیدا ہونا ہی ہمارے نبی ﷺ کی وجہ سے تھا۔ حدیث میں ہے، حضرت سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جب حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے (اجتہادی) خطا سرزد ہوگئی تو انھوں نے سر اٹھا کر عرش کی طرف دیکھا اور کہا، میں تجھ سے (سیدنا) محمد ﷺ کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ محمد کیا ہیں اور کون ہیں؟ تب انھوں نے کہا، تیرا نام برکت والا ہے، تو نے جب مجھے پیدا کیا تھا تو میں نے عرش کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تو اس پر لکھا ہوا تھا "لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ"، تو میں نے جان لیا کہ اس سے زیادہ مرتبہ والا شخص کون ہوگا، جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ ملا کر لکھا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی، اے آدم! وہ تمہاری اولاد میں آخر النبیین ہیں اور ان کی امت تمہاری اولاد میں آخری امت ہے اور اے آدم! اگر وہ نہ ہوتے تو میں تم کو (بھی) پیدا نہ کرتا" --- [المعجم الصغیر، جلد ۲، صفحہ ۸۳، مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ/ المعجم الاوسط، رقم الحدیث ۶۴۹۸، ریاض/ المستدرک، جلد ۴، صفحہ ۶۱۵/ دلائل النبوۃ للبیہقی، جلد ۵، صفحہ ۴۸۹/ البدایۃ والنہایۃ، جلد ۱، صفحہ ۸۱/ جلد ۲، صفحہ ۳۲۲، دار الفکر/ مجموعۃ الفتاویٰ لابن تیمیہ، جلد ۲، صفحہ ۹۶، دار الجیل ۱۴۱۸ھ]

اسی طرح حضرت سیدنا نوح علیہ السلام جو طوفان میں غرق ہونے سے محفوظ رہے، اس کی وجہ بھی یہ تھی کہ ہمارے نبی ﷺ اس وقت ان کی پشت میں جلوہ گر تھے اور ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو وہ بھی اس آگ میں جلنے سے اس لیے محفوظ رہے کہ اب آپ ﷺ ان کی پشت میں موجود تھے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گلے پر بھی چھری اس لیے نہیں چلی کہ اب آپ ﷺ ان کے اندر موجود تھے اور آپ ﷺ کے والد گرامی حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ جو ذبح ہونے سے بچ گئے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ اب آپ ﷺ کا نور ان میں منتقل ہو چکا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر جناب عبد اللہ رضی اللہ عنہ تک، اپنے تمام آباء کے وجود سے مشرف ہونے میں آپ ﷺ وسیلہ ہیں۔

ہوتا یہ ہے کہ باپ کی وجہ سے بیٹے کا وجود ہوتا ہے اور بیٹے کے وجود پر اس کے باپ کا احسان ہوتا ہے مگر ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ ایسے منفرد بیٹے ہیں کہ آپ ﷺ کا اپنے تمام آباء پر احسان ہے اور حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تک آپ ﷺ کے سلسلۂ نسب میں جس قدر آباء ہیں، ان میں سے جو بھی وجود سے مشرف ہوا، وہ آپ ﷺ کے وسیلہ اور آپ ﷺ کی وجہ سے تھا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ثُمَّ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّۃَ اِبْرَاھِیْمَ حَنِیْفًا﴾---[النحل: ۱۲۳]

"پھر ہم نے آپ کی طرف یہ وحی کی کہ آپ ملتِ ابراہیم کی پیروی کریں، جو باطل سے الگ حق کی طرف مائل تھے"---

اس آیت میں ہمیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کی پیروی کا حکم ہے اور حدیث شریف میں ہے، حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے آپ ﷺ کے اصحاب نے پوچھا:

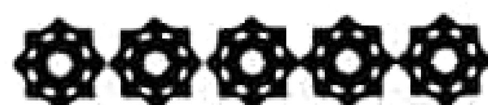
"یارسول اللہ! یہ قربانیاں کیسی ہیں؟"---

آپ ﷺ نے فرمایا:

"یہ تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہیں"---

[سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۳۱۲۷/ مسند احمد، جلد ۴، صفحہ ۳۶۸/ الطبرانی، رقم الحدیث ۵۰۷۵]

اس کا معنی یہ ہوا کہ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبح ہو جاتے تو پھر حضرت ابراہیم کی سنت یہ ہوتی کہ ہر باپ اپنے بیٹے کو ذبح کرے اور ہمیں ملتِ ابراہیم کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے، تو ہم پر بھی لازم ہوتا کہ ہم اپنے بیٹوں کو ذبح کریں، سو سیدنا محمد ﷺ کے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پشت میں جلوہ گر ہونے کی وجہ سے صرف ان کی جان نہیں بچی بلکہ قیامت تک کے تمام مسلمانوں کے بیٹوں کی گردنیں بچ گئیں اور ہر شخص کی بقا میں اس کی گردن پر سیدنا محمد ﷺ کا احسان ہے۔ یہ صرف حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بقا کی بات نہیں ہے، کائنات کے ہر شخص کی تخلیق اور اس کی بقا آپ ﷺ کی وجہ سے ہوئی، بلکہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ آپ ﷺ کے زیرِ احسان ہے۔



عشرۂ ذی الحجہ سے متعلق چند مسائل

مولانا حافظ نذیر احمد نوری

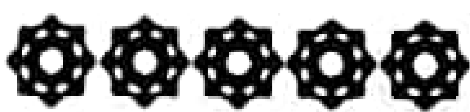
- قربانی کرنے والے ذوالحجہ کا چاند دیکھ کر قربانی کے روز تک بال اور ناخن وغیرہ نہ ترشوائیں بلکہ قربانی کرنے کے بعد حجامت بنوائیں۔
- نسائی شریف میں ہے کہ حضور ﷺ عاشوراء کا روزہ اور عشرۂ ذی الحجہ کے روزے ترک نہیں فرمایا کرتے تھے۔ مسلم شریف میں ہے کہ عرفہ کا روزہ سال بھر کے گناہوں کا کفارہ ہے۔

تکبیرات تشریق

شہر میں مقیم مرد جو نماز باجماعت ادا کرے اس پر ۹ ذوالحجہ کی صبح سے لے کر ۱۳ ذوالحجہ کی عصر تک ہر نماز کے بعد تکبیرات تشریق ''اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الٰہ الا اللّٰہ و اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر و للّٰہ الحمد'' بلند آواز سے کہنا واجب ہے۔ اگر امام بھول جائے تو مقتدی یاد کرا دیں۔

طریقہ ادائے نماز عید اضحیٰ

نیت اس طرح کرے، نیت کرتا ہوں دو رکعت واجب نماز عید اضحیٰ کی مع چھ زائد تکبیرات کے پیچھے اس امام کے، اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھے اور اس کے بعد ثنا یعنی سبحانک اللھم...... و لا الٰہ غیرک تک پڑھ کر دو مرتبہ امام کے ساتھ دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھا کر لے جائے اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دے اور پھر تیسری بار امام کے ساتھ دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہہ کر باندھ لے اور نماز کے بقیہ افعال اسی طرح ادا کرے جس طرح ہمیشہ امام کے ساتھ کرتا تھا، یہاں تک کہ امام دوسری رکعت کی قراءت سے بھی فارغ ہو جائے، اب اس کے بعد پھر پہلی رکعت کی طرح امام کے ساتھ تین مرتبہ دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھا کر لے جائے اور اللہ اکبر کہہ کر چھوڑ دے مگر جب امام چوتھی تکبیر کہے تو خود بھی تکبیر کہتا ہوا رکوع میں چلا جائے لیکن اس وقت ہاتھ نہ اٹھائے۔ اب بقیہ نماز کو حسبِ دستور ادا کرے۔



اللہ کے واسطے مرے احوال پر نظر!

زر کی تمازتوں کے مہ و سال پر نظر
شہرِ قلم کی ہر رہِ پامال پر نظر

ہے فردِ جرم تیرہ شبی سے لکھی ہوئی
سلکِ اَنا سے کاڑھی ہوئی شال پر نظر

ہر شخص کے حقوق کی توثیق پھر حضور
ہر دورِ انقلاب کی تمثال پر نظر

سکّے تمام کھوٹے ہیں ، رائج گلی گلی
فکری مغالطوں کی بھی ٹکسال پر نظر

اندر سے ٹوٹ پھوٹ گیا ہے تنا ، حضور
دیمک زدہ درخت کی ہر ڈال پر نظر

تاریخ اِضطراب کے عالم میں ہے اَبھی
خود ساختہ خداؤں کے سُرتال پر نظر

اربابِ اختیار کا دن رات اِحتساب
دھوکہ دہی کے پھیلے ہوئے جال پر نظر

برگد کے بوڑھے پیڑ پہ تخلیقِ نعتِ نو
آقا! کبھی ہماری بھی چوپال پر نظر

ہم تو فقیر آپ کے در کے ہیں یا نبی!
رکھتے نہیں کسی کے زر و مال پر نظر

بچے برہنہ سر ہیں قیامت کی دھوپ میں
اللہ کے واسطے مرے اَحوال پر نظر

اللہ کے واسطے مری آ کر مدد کریں
آقا! لٹے ہوئے مرے اَحوال پر نظر

حافظ خدا ہے جلتے نشیمن کا یا رسول!
جھڑتے ہوئے بدن سے پر و بال پر نظر

اُلجھے ہوئے خیال کی کھولے گرہ ہوا
اوراقِ روز و شب کی ان اَشکال پر نظر

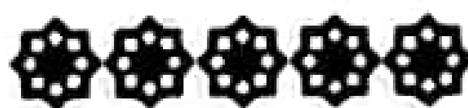
مقتل سجا رہی ہے سیاہ شبِ سیاہ
ہر بوالہوس کی تختیٔ اَقوال پر نظر

مدفون زیرِ آب ہے دولت خلوص کی
فکر و عمل کے ڈوبتے پاتال پر نظر

فرزند میری ماں کے ہیں قاتل بنے ہوئے
اِن کے ، حضور! نامۂ اَعمال پر نظر

چارہ گری ، ریاضؔ کریں گے مرے حضور ﷺ
ٹھہری ہوئی ہے ، مری بھی لج پال پر نظر

ریاض حسین چودھری



قربانی اور عقیقہ

علامہ محمد اشرف آصف جلالی

حضرت سلمان بن عامر الضبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا:

مَعَ الْغُلَامِ عَقِیْقَۃٌ فَاَھْرِیْقُوْا عَنْہُ دَمًا وَ اَمِیْطُوْا عَنْہُ الْاَذٰی---[۱]

''بچے کے ساتھ عقیقہ ہے، اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس سے بال اور گندگی دور کرو''---

اس حدیث شریف میں یہ ذکر نہیں کہ بچے یا بچی کی طرف سے کتنے جانور ذبح کیے جائیں اور جانور کتنا بڑا ہونا چاہیے، کیوں کہ اس حدیث کے الفاظ تو چڑیا اور مرغی کو بھی شامل ہیں، جیسا کہ کچھ لوگوں نے موقف ہی یہ بنالیا کہ چڑیا اور مرغی کا خون بہا کر بھی عقیقہ کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ مؤطا امام مالک، صفحہ ۴۹۴ میں چڑیا کے ساتھ عقیقے کا ذکر ہے، تو اس کی وضاحت رسول اللہ ﷺ نے ایک اور حدیث میں فرمائی۔ باب عقیقہ میں اصل یہی (حضرت سلمان بن عامر والی) حدیث شریف ہے۔ اس کا بیان دوسری حدیث شریف میں ہے، ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی ہیں:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اَمَرَھُمْ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَانِ مُکَافِئَتَانِ وَ عَنِ الْجَارِیَۃِ شَاۃٌ---[۲]

''رسول اللہ ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ بچے کی طرف سے دو مساوی بکریاں ہوں اور بچی کی طرف سے ایک بکری ہو''---

اس حدیث شریف سے دو باتیں واضح ہو گئیں:

۱ بکری سے چھوٹا جان دار مثلاً چڑیا یا مرغی وغیرہ کو عقیقہ میں ذبح نہیں کیا جا سکتا۔

۲ بچے کے دو حصے ہوں گے اور بچی کا ایک حصہ ہو گا اور اس کا معیار بکری ہے۔

لیکن اس حدیث شریف سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ صرف بکری ہی سے یا جنس بکری، بھیڑ، مینڈھا سے عقیقہ جائز ہے اور اور کسی جانور سے جائز نہیں۔ اس کی کئی وجوہات ہیں:

۱ اس حدیث شریف میں صرف شاۃ (بکری) کا ذکر ہے، تفصیلات کا ذکر نہیں، جب کہ عمل کے لیے تفصیلات کی ضرورت ہے، مثلاً بکری کی عمر کیا ہو؟ کن کن عیوب سے پاک ہو؟ اور کن کن عیوب کی معافی ہے؟ ذبح کرتے وقت اس پر کیا الفاظ پڑھے جائیں سوائے تکبیر ذبح کے؟ گوشت کا استعمال کیسے ہو؟ وغیرہ۔

۲ ''شاتان'' کا ذکر احترازی طور پر نہیں ہے۔

جب اس حدیث شریف میں لفظ ''شاۃ'' (بکری) اپنی شرائط و تفصیلات میں ناکافی ہونے کی وجہ سے جامع طور پر بکری کو معین نہیں کر سکا کہ کون سی سے بکری ہو تو یہ گائے یا بیل کی نفی کیسے کر سکتا ہے۔

چنانچہ شاۃ (بکری) کا عقیقہ عملی صورت میں آنے سے پہلے محتاج ہے کہ اس کو قربانی والی بکری پر قیاس کیا جائے تمام اہم شرائط کے لحاظ سے، ورنہ یا تو عقیقہ پر عمل ناممکن ہو گا یا ہر صورت پر حدیث شریف سے دلیل دینا پڑے گی، جو منکرین کے پاس نہیں ہے۔

اور یہ قیاس یہاں معہود ہے، چوں کہ عقیقہ کا جانور تقرب و عبادت کے طور پر ذبح کیا جا رہا ہے اور اس سے پہلے قربانی کے جانور کا تقرب و عبادت کے لیے ہونا معین تھا اور اس کی شرائط بھی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے لیے تقرب کا اہتمام ہونا چاہیے، نہ یوں کہ جیسا بھی جانور ہوا سے ماموربھا عبادت میں پیش کر دیا جائے۔

چنانچہ مسلمانوں میں یہ بات معہود ہونے کی وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے کیسا جانور پیش کیا جائے، یہاں رسول اللہ ﷺ نے یہ ضرورت محسوس نہیں کی کہ اس کی شرائط کو بیان کیا جائے۔ دو باتیں ضروری تھیں کہ کم از کم جانور کون سا ہو اور بچے، بچی کے لحاظ سے تناسب کیا، وہ بیان فرمایا۔

لہٰذا بیان کردہ شاۃ (بکری) خود جب قربانی والی بکری کی طرح ہو گی تو ثابت ہوا جو جانور قربانی میں ذبح کیے جا سکتے ہیں انھیں بکری کی جگہ ذبح کیا جا سکتا ہے اور قربانی میں جتنی بکریاں ایک جانور کے مساوی قرار پاتی ہیں، اس جانور کو عقیقے میں بھی اتنی بکریوں کے برابر سمجھا جائے گا۔

منکرین قیاس محمود کو اس بات کی تکلیف تو ہو گی لیکن اس کے سوا جو راستہ بھی یہاں اختیار

کریں بندگلی میں ختم ہو جائے گا۔ اگر قربانی والی شرائط نہیں ہیں تو کیا تمام ہی منفی ہیں یا بعض، اگر تمام منفی ہیں تو عمل ناممکن ہے، اگر بعض ہیں تو ترجیح بلا مرجح ہے اور اگر ہیں تو ان پر حدیث مشروط سے بیان لازم ہے، جب کہ ایسی کوئی حدیث شریف نہیں ہے جو عقیقہ کے جانور کی تمام شرائط بیان کرے۔

جنس بکری کے سوا گائے، اونٹ سے عقیقہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یُعَقُّ عَنْهُ مِنَ الْاِبِلِ وَ الْبَقَرِ وَ الْغَنَمِ---[۳]

''بچے کی طرف سے اونٹ، گائے اور بکری سے عقیقہ کیا جائے''---

غیر مقلدین کے امام محمد بن علی شوکانی نے بھی اسے نیل الاوطار، جلد۳، جز۵، صفحہ ۲۱۵، مطبوعہ دار الفکر میں اسے روایت کیا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی اولاد کا عقیقہ اونٹ سے کرتے تھے:

اِنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ کَانَ یَعُقُّ عَنْ وَلَدِهٖ بِالْجَزُوْرِ---[۴]

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی اولاد کی طرف سے اونٹ ذبح کر کے عقیقہ کرتے تھے''---

ایک شخص نے حضرت عطا تابعی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا:

أَرَئَیْتَ اِنْ ذَبَحْتُ مَکَانَهَا جَزُوْرًا قَالَ اِبْدَاْ بِالَّذِیْ سَمّٰی ثُمَّ اذْبَحْ بَعْدُ مَا شِئْتَ قُلْتُ لَهٗ اَلسُّنَّةُ قَالَ اَلسُّنَّةُ---[۵]

''مجھے بتایے اگر میں بکری کی جگہ اونٹ عقیقے میں ذبح کروں تو کیسا ہوگا؟ تو انھوں نے کہا، پہلے تو رسول اللہ ﷺ نے جس کا نام لیا ہے، اسے تلاش کرو، اس کے بعد جو چاہو ذبح کرو۔ میں نے کہا، یہ سنت ہوگا؟ انھوں نے کہا، ہاں''---

عقیقہ اور قربانی کا آپس میں تعلق

قربانی کے جانور میں جو شرائط ہیں، وہی عقیقے والے جانور میں ہوں؟ اور گائے اور اونٹ مکمل عقیقے کے لیے ذبح کیے جائیں یا کچھ حصے عقیقے کے ہوں، باقی قربانی کے تو یہ جائز ہے۔

فقہاء کا تو یہ فیصلہ ہے ہی، ائمہ حدیث بھی اسی کے قائل ہیں۔ یقیناً مذکورہ تمام احادیث سے ان کا فیصلہ ماخوذ ہے۔

1 ائمہ ستہ میں سے ممتاز امام، امام ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ) کا فیصلہ ہے:

لَا یُجْزِئُ فِی الْعَقِیْقَةِ مِنَ الشَّاةِ اِلَّا مَا یُجْزِئُ فِی الْاُضْحِیَةِ---[۶]

''عقیقہ میں انھیں شرائط کی بکری کفایت کرے گی جو قربانی میں کفایت کرتی ہے''---

تنبیہ

امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ نہیں کہہ رہے کہ صرف بکری سے عقیقہ جائز ہے، بلکہ یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر کوئی بکری سے کرنا چاہتا ہے تو یہ نہیں کہ جیسی بھی بکری ہو وہ عقیقہ میں ذبح کر دے بلکہ صرف اس بکری کو ذبح کرے جس میں قربانی والی شرائط موجود ہوں۔

2 امام ابن شیبہ (متوفی ۲۳۵ھ) فرماتے ہیں کہ امام حسن بصری ﷫ کا قول ہے:

اِذَا ضَحُّوْا عَنِ الْغُلَامِ فَقَدْ اَجْزَأَتْ عَنْهُ مِنَ الْعَقِیْقَةِ---[۷]

''جب بچے کی طرف سے قربانی کر دیں تو اس کی طرف سے عقیقہ ہو جائے گا''---

3 امام بغوی (متوفی ۵۱۶ھ) اپنی کتاب شرح السنۃ میں فرماتے ہیں کہ امام ابن سیرین تابعی ﷫ سے پوچھا گیا:

سُئِلَ عَنِ الْعَقِیْقَةِ فَقَالَ هِیَ مِثْلُ الْاُضْحِیَةِ کُلْ مِنْهَا وَ اَطْعِمْ---[۸]

''ابن سیرین سے عقیقہ کی بابت سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا، عقیقہ قربانی کی طرح ہے، خود کھاؤ اور اوروں کو کھلاؤ''---

4 نیز امام بغوی فرماتے ہیں:

رُوِیَ فِی الْعَقِیْقَةِ الْاِبِلُ وَ الْبَقَرُ وَ الْغَنَمُ ---[۹]

''اونٹ گائے اور بکری سے عقیقہ کرنے کے بارے میں روایت کیا گیا ہے''---

5 امام ابن عبدالبر (متوفی ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

قَدْ اَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ اَنَّهٗ لَا یَجُوْزُ فِی الْعَقِیْقَةِ اِلَّا مَا یَجُوْزُ فِی الضَّحَایَا---[۱۰]

''علماء نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ انھیں جانوروں سے عقیقہ کیا جا سکتا ہے جن سے قربانی کی جا سکتی ہے''---

6 نیز امام ابن عبدالبر لکھتے ہیں:

قَالَ اَبُوْ عُمَرَ عَلٰی هٰذَا جَمْهُوْرُ الْفُقَهَاءِ اَنَّهٗ یُجْتَنَبُ فِی الْعَقِیْقَةِ مِنَ الْعُیُوْبِ مَا یُجْتَنَبُ فِی الْاُضْحِیَةِ وَ یُؤْکَلُ مِنْهَا وَ یُتَصَدَّقُ وَ یُهْدیٰ اِلَی الْجِیْرَانِ---[۱۱]

''ابو عمر نے کہا کہ اس بات پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ عقیقے کے جانور میں ان عیوب سے اجتناب کیا جائے، جن سے قربانی میں اجتناب کیا جاتا ہے، عقیقہ کا گوشت کھایا جائے، صدقہ کیا جائے اور پڑوسیوں کو ہدیہ دیا جائے''---

7 امام ابن حجر عسقلانی، شارح بخاری (متوفی ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

ذَکَرَ الرَّافِعِیُ بَحْثًا اَنَّھَا تَتَأَدّٰی بِالسُّبُعِ کَمَا فِی الْاُضْحِیَۃِ، وَ اللّٰہُ اَعْلَمُ---[۱۲]

''بحث کرتے ہوئے امام رافعی نے ذکر کیا ہے کہ عقیقہ جانور میں ساتواں حصہ ڈالنے سے بھی ہو جاتا ہے''---

8 غیر مقلدین کے امام شوکانی نے کہا ہے:

ذَکَرَ الرَّافِعِیُ اَنَّہٗ یَجُوْزُ اِشْتِرَاکُ سَبْعَۃٍ فِی الْاِبِلِ وَ الْبَقَرِ کَمَا فِی الْاُضْحِیَۃِ---[۱۳]

''رافعی نے ذکر کیا ہے کہ قربانی کی طرح اونٹ اور گائے میں عقیقے کے سات حصے ڈالے جا سکتے ہیں، یہ جائز ہے''---

''شاتان مکافئتان'' والی حدیث اور اثر عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر ایک نظر

اس حدیث شریف کی بحث پہلے گزر چکی ہے، چوں کہ میرے پاس مغل پورہ لاہور کے ایک غیر مقلد عالم دین کا فتویٰ کچھ حضرات نے پہنچایا، جس میں گائے اور اونٹ سے عقیقہ کے عدم جواز پر دو دلیلیں پیش کی گئی تھیں، ان میں سے رسول اللہ ﷺ کا فرمان تو یہی حدیث شریف ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بچے کی طرف سے دو اور بچی کی طرف سے ایک بکری کو ذبح کرنے کا حکم دیا۔

ہم یہ واضح کر چکے ہیں کہ ہرگز مخالفین کا مطلب اس حدیث شریف سے ثابت نہیں ہوتا، بکری سے دوسرے جانوروں کی نفی متصور نہیں۔ مذکورہ وجوہات کے علاوہ شاید یہ اس لیے فرما دیا ہو کہ اونٹ پورا دینا یا اس میں سارے حصوں کا بروقت پورا ہو جانا مشکل ہے، اس لیے آسانی سے بکری میسر آ جائے گی، وہ دے دو۔

مخالفین کے گھر کی گواہیاں بھی ملاحظہ ہوں، جو ان کے نو مولود استدلال کی نفی کرتی ہیں، چنانچہ:

1 غیر مقلدین کے امام شوکانی نے اس حدیث شریف کے بارے میں لکھا:

لَا یَخْفٰی اَنَّ مُجَرَّدَ ذِکْرِھَا لَا یَنْفِیْ اِجْزَاءَ غَیْرِھَا---[۱۴]

''واضح ہو کہ حدیث شریف میں بکری کا ذکر آ جانا، گائے بیل وغیرہ کی نفی نہیں کرتا''---

2 غیر مقلدین کے مشہور مفتی حافظ عبد الغفار سلفی نے اسی حدیث شریف کی بحث میں لکھا ہے:

''احادیث شریف میں شاۃ اور غنم کا مذکور ہونا اجزاء غیر (غیر کے کفایت کرنے) کے منافی نہیں، چہ جائیکہ غیر شاۃ و غیر غنم بھی منصوص و مذکور ہو تو پھر لا یجزی

غیرھا کہہ کے عدم اجزاء غیر کا دعویٰ کرنا کس طرح درست ہوسکتا ہے؟ گو افضل و ارجح بوجہ کثرت ذکر کے بھیڑ، بکری، دنبہ ہی ہے، مگر گائے بیل وغیرہ کے جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں'' ---[۱۵]

یہاں غیر مقلد مفتی نے یہ بات بھی تسلیم کی ہے کہ حدیث شریف میں گائے، بیل وغیرہ کا بھی ذکر ہے، لیکن بکری کا ذکر زیادہ ہے۔ چنانچہ وہ گائے اور اونٹ کو بھی قیاس سے نہیں بلکہ حدیث ہی سے ثابت مانتے ہیں، جیسا کہ ہم نے دلائل ذکر کیے۔

جہاں تک سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قول کا تعلق ہے تو جب ان سے اونٹ کے ساتھ عقیقہ کرنے کو کہا گیا تو انھوں نے کہا، معاذ اللہ

لٰكِنْ مَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ شَاتَانِ مُكَافِئَتَانِ ---[۱۶]

''لیکن جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، وہ دو مساوی بکریاں ہیں'' ---

تو یہاں چند امور کو پیش نظر رکھنا چاہیے:

1 امام بیہقی نے اسے ابو جعفر کامل بن احمد المستملی سے روایت کیا ہے، اصحاب تراجم اور ائمہ جرح و تعدیل نے ان کا ذکر نہیں کیا اور اس اثر کو قلت مآخذ کا بھی سامنا ہے۔

2 سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ قول شاتان (دو بکریوں) کی فضیلت کے لیے تھا، نہ کہ جزور (اونٹ) کے عدم جواز کے لیے۔

3 اگر اس کو عدم جواز پر لیا جائے تو یہ قول، رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے لیے جو کہ بخاری شریف میں ہے اور شروع میں یہاں ذکر کیا گیا، مخصص نہیں بن سکتا۔

4 دلائل میں پہلے ذکر کر دیا گیا ہے کہ ''جزور'' کا ذکر حدیث شریف میں ہے اور حضرت انس بن مالک ﷛ کا عمل بھی ہے۔

آئینہ سامنے ہے

مجھے تجربہ ہے کہ میری اس تحریر سے کچھ لوگ سیخ پا ہو جائیں گے اور میرے بارے میں حدیث شریف کے لحاظ سے کم علمی، کم فہمی کے الفاظ بولنے پر اکتفا نہیں کریں گے، بلکہ قیاس کے طعنے دیتے ہوئے بہت آگے تک چلے جائیں گے، لیکن میری ان سے یہ گزارش ہے کہ دلائل کو علیحدہ بیٹھ کر بغض کی انگیٹھی سے نکل کر سوچیں، پھر بھی سمجھ نہ آئے تو یہ مجھے کوسنے کی بجائے یہ آئینہ دیکھیں:

1 غیر مقلدین کے شیخ الکل نذیر حسین دہلوی نے اپنے فتاویٰ میں ابن حجر کے حوالے سے لکھا ہے کہ عقیقہ سنت مؤکدہ ہے اس میں:

سُبُعُ الْبُدَنَةِ وَ الْبَقَرَةِ كَشَاةٍ---[۱۷]

"(عقیقہ کی بحث کرتے ہوئے فتاوئ میں یوں لکھا ہے کہ) گائے یا اونٹ کا ساتواں حصہ بکری کی طرح ہے"---

2 حافظ عبدالغفار سلفی اپنے فتاوئ میں لکھتا ہے:

سوال: بچے کے عقیقہ میں بھیڑ، بکری ہی ذبح کرنی چاہیے یا گائے بیل بھی جائز ہے؟

جواب: عقیقہ میں شرعاً بھیڑ، بکری، اونٹ، گائے جائز درست ہے۔ ہر شخص حسب توفیق وحسب حیثیت اس امر مسنون کوادا کرسکتا ہے۔ دو بکروں کی بجائے ایک بکرا اور ایک گائے یا بیل کی ممانعت پر کوئی بھی دلیل نہیں---[۱۸]

حوالہ جات و حواشی

[۱]......بخاری، کتاب العقیقة،باب اماطة الاذی عن الصبی فی العقیقة ،حدیث نمبر۵۴۷۲/ترمذی، کتاب الاضاحی ،باب الاذان فی اُذن المولود ،حدیث نمبر۱۵۱۵/ابوداؤد، کتاب الضحایا ،باب فی العقیقة ،حدیث نمبر۲۸۳۹/مصنف عبدالرزاق،حدیث نمبر۷۹۵۸/ مسندامام احمد،حدیث نمبر۱۶۲۳۰،۱۶۲۳۱/السنن الکبریٰ للبیهقی ،جماع ابواب العقیقة ، جلد۱۴،صفحہ۲۵۰،دارالفکر/شرح السنة للبغوی ، کتاب الصید و الذبائح ،باب العقیقة ،جلد۶، صفحہ۴۷،دارالفکر/الجامع الکبیر للترمذی ،ابواب الاضاحی ،باب الاذان فی اذن المولود ،جلد۳،صفحہ۱۷۶،دارالفکر/مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب العقیقة ،فی العقیقة من رآھا ، جلد۵،صفحہ۵۳۰،دارالفکر/معجم کبیر للطبرانی ،جلد۶ ،صفحہ۲۷۳،داراحیاء التراث العربی/التمھید لما فی المؤطا من المعانی و الاسانید،جلد۶،صفحہ۴۲۲،دارالکتب العلمیہ

[۲]......جامع ترمذی،ابواب الاضاحی،جلد۱،صفحہ۲۷۸،سعید اینڈ کمپنی کراچی

[۳]......فتح الباری شرح صحیح البخاری،جلد۱۲،صفحہ۷۴۰،دارالکتب العلمیہ بیروت

[۴]......مصنف ابن ابی شیبہ،جلد۵،صفحہ۵۳۴،مطبوعہ دارالفکر

[۵]......السنن الکبریٰ للبیقهی،ابواب العقیقة،جلد۱۴،صفحہ۲۵۷

[۶]......الجامع الکبیر للترمذی،باب من العقیقة،جلد۳،صفحہ۱۸۱،دارالجیل بیروت

[۷]......مصنف ابن ابی شیبہ،باب من قال اذا ضحی عنه اجزأله من العقیقة،جلد۵،صفحہ۵۳۴

[۸]......شرح السنة،باب العقیقة،جلد۶ ،صفحہ۲۷۳،دارالفکر

[۹]......شرح السنة،باب العقیقة،جلد۶ ،صفحہ۴۷

[۱۰]......الاستنکار، باب العمل فی العقیقة، جلد۴، صفحہ۳۲۱

[۱۱]......الاستنکار، باب العمل فی العقیقة، جلد۴، صفحہ۳۲۱، داراحیاء التراث العربی

[۱۲]......فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب العقیقة، جلد۱۲، صفحہ۴۰۷

[۱۳]......نیل الاوطار، کتاب العقیقة، جلد۳، جز۵، صفحہ۲۱۵، مطبوعہ دارالفکر

[۱۴]......نیل الاوطار، کتاب العقیقة، جلد۳، جز۵، صفحہ۲۱۵

[۱۵]......فتاویٰ ستاریہ، جلد۱، صفحہ۱۷۶، مکتبہ سعودیہ، کراچی

[۱۶]......سنن کبریٰ للبیهقی، جلد۱۴، صفحہ۲۵۷

[۱۷]......فتاویٰ نذیریہ، کتاب الاضحیة و العقیقة، حصہ سوم، صفحہ۲۴۸، مکتبہ ثنائیہ

[۱۸]......فتاویٰ ستاریہ، جلد اوّل، صفحہ۱۷۶، مکتبہ سعودیہ، کراچی



وفیات

گزشتہ دنوں وابستگانِ دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف میں سے:

علامہ احمد علی قصوری، مسلم ٹاؤن لاہور کی پھوپھی صاحبہ---

مولانا محمد عبداللہ نوری، دیپال پور کے والد مولانا اللہ بخش نوری فاضل دارالعلوم ہٰذا---

حافظ محمد افضل نوری، منڈی مرید کے (شیخوپورہ) کے جواں سال بھتیجے---

میاں غلام احمد وٹو، چیئرمین زکوٰۃ و عشر کمیٹی اوکاڑا کی اہلیہ محترمہ---

مولانا حافظ فلک شیر نوری، مدرس شعبہ حفظ دارالعلوم کی پھوپھی صاحبہ---

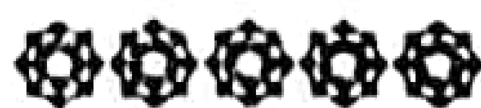
محترم عثمان علی نوری، ایگزیکٹو فقیہ اعظم حج عمرہ سروسز بصیر پور---

غلام محی الدین ہمایوں کی والدہ محترمہ اور ڈاکٹر عبدالحمید نوری، بصیر پور کا نومولود بھتیجا قضائے الٰہی سے وفات پا گئے---

انا للہ و انا الیہ راجعون

جانشین فقیہ اعظم الحاج صاحبزادہ مفتی محمد محب اللہ نوری مدظلہ العالی نے دعا فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے---

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ و سلم علیہ و علٰی آلہ و اصحابہ اجمعین



حج --- ایک افضل عبادت

پروفیسر خلیل احمد نوری

موجودہ انسانی تہذیب وتمدن کے بانی حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اس لحاظ سے انبیاء کرام علیہم السلام میں امتیازی حیثیت حاصل ہے کہ وہ پہلے نبی ہیں جو توحید الٰہی کی عالم گیر دعوت پھیلانے پر مامور کیے گئے، آپ نے اس مشن کی خاطر بت پرست قوم، وطن اور اپنے سرپرست و مربی چچا ''آزر''، جو بت پرست و بت تراش تھا، کو چھوڑ کر عراق سے مصر اور شام و فلسطین سے سرزمین عرب تک سال ہا سال تک اللہ تعالیٰ کی توحید کا چرچا کیا۔ اس پر بس نہیں، بلکہ اپنے تین معاون و مددگار ساتھیوں یعنی بڑے صاحبزادے حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو حجاز میں، چھوٹے صاحبزادے حضرت سیدنا اسحاق علیہ السلام کو شام و فلسطین اور شرق اردن میں اپنے بھتیجے حضرت سیدنا لوط علیہ السلام کو اس مشن کی اشاعت و تبلیغ کے لیے مقرر کیا، تاکہ یہ آواز پوری قوت سے ابھرے اور دنیا کا گوشہ گوشہ توحید الٰہی سے معمور و منور ہو جائے۔

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جس تحریک کی بنیاد رکھی تھی، ضروری تھا کہ اس کے لیے ایک صدر مقام مقرر کیا جائے۔ ایک ایسا مقام جو علاقائی، نسلی، جغرافیائی اور لسانی و قومی اختلافات کے حامل ان توحید کے متوالوں کے لیے مرکز کا کام دے اور ان گوناگوں امتیازات کے باوصف بھی ان سب کو وحدت کی لڑی میں پروئے رکھے۔ اس مقصد کے لیے بیت اللہ شریف سے بڑھ کر اور کون سا مقام موزوں ہو سکتا تھا، جو نص قطعی کے مطابق روئے زمین پر عبادت خداوندی کے لیے

سب سے پہلی مقدس عمارت ہے، جو بنی نوع انسان کے لیے رشد و ہدایت کا سب سے پہلا مرکز اور منبع و سرچشمہ ہے، جو اہل اللہ کے مطابق عین اس جگہ پر واقع ہے جہاں عرشِ الٰہی کا سایہ پڑتا ہے اور جو ایسے کرۂ ارض پر تعمیر ہوا ہے جو حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر حضور رحمۃ للعالمین ﷺ تک تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی توجہ کا مرکز رہا ہے۔

تاریخی شواہد کے مطابق کعبۃ اللہ کی تعمیر اوّل، حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے ہاتھوں ہوئی۔ طوفانِ نوح (علیہ السلام) کے وقت کعبہ کو آسمان پر اٹھا لیا گیا تھا۔ ان ہی بنیادوں پر حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ مل کر کعبۃ اللہ کی تعمیر نو کر کے اس کو اپنی دعوت و تبلیغ کا صدر مقام قرار دیا اور اذنِ الٰہی سے لوگوں کو اس گھر کے حج کی دعوت دی۔ ایک عرصہ تک حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق حج ادا کیے جاتے رہے۔ جب جاہلیت کے سائے بڑھے اور نظریہ توحید کمزور پڑنے لگا تو حج کے ارکان کی شکل و ہیئت بھی مسخ ہوئی چلی گئی، یہاں تک کہ اس دعا کے پورے ہونے کا وقت آ پہنچا، جو حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کعبۃ اللہ کی تعمیر کے وقت مانگی تھی:

"اے ہمارے پروردگار! ان کے درمیان انہی میں سے ایک پیغمبر بھیجنا، جو ان کو تیری آیات سنائے اور کتاب اور دانائی کی تعلیم دے اور ان کے اخلاق کو درست کرے"---

[البقرہ:۱۲۹]

چناں چہ اس دعا کے نتیجے میں نبی آخر ﷺ کی تشریف آوری ہوئی۔ حضور سید المرسلین ﷺ نے اپنے جدامجد کے اسی مشن کی تکمیل کی اور آخر میں جاہلیت کی ساری رسموں کا قلع قمع کر کے حج کی اصلی شکل بحال کر دی۔ اس طرح حج کی آڑ میں روا رکھی جانے والی جاہلی عصبیت، تکبر و افتخار، دکھلاوے کی فیاضی، فحش و عریاں شاعری، راگ رنگ کی مجلسیں، شراب خوری اور جو ایسی خرافات کا خاتمہ کر دیا گیا۔ آباء و اجداد کی قصیدہ گوئی کی جگہ ذکرِ الٰہی کرنے کا حکم ہوا، فرمایا:

"جس طرح اپنے باپ، دادا‌ؤں کا ذکر کرتے ہو، اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ خدا کی یاد کرو"---[البقرہ:۲۰۰]

زمانہ جاہلیت میں حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت قربانی تو موجود تھی، لیکن قربانی کا گوشت خانہ کعبہ کے پاس لا کر ڈال دیا جاتا تھا اور خون کعبہ کی دیواروں کے ساتھ مل دیا جاتا تھا، اس پر حکم ہوا:

"خدا تعالیٰ کے ہاں قربانیوں کا خون اور گوشت نہیں پہنچتا، اس کے پاس صرف

تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے"۔۔۔[الحج:۳۷]

قریش کے سوا تمام قبائل برہنہ بدن کعبہ کا طواف کیا کرتے تھے، چناں چہ اصلاح کے لیے یہ آیت اتری:

"اے اولادِ آدم! ہر عبادت کے وقت اپنے کپڑے پہن لیا کرو"۔۔۔[الاعراف:۳۱]

تمام قبائل عرفات میں قیام کرتے مگر قریش مزدلفہ میں قیام کرتے اور خود کو دوسروں سے ممتاز رکھتے، اس پر قرآن نے یہ حکم دیا:

"وہیں سے کوچ کرو، جہاں سے تمام لوگ کرتے ہیں"۔۔۔[البقرہ:۱۹۹]

حج کے لیے سفر پر جاتے وقت اخراجاتِ سفر لے کر نکلنا تقویٰ کے خلاف سمجھا جاتا تھا، اس بے بنیاد تصور کو غلط قرار دیا گیا، فرمایا:

"اور حج کے لیے زادِ راہ لے لو، بلاشبہ بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے"۔۔۔[البقرہ:۱۹۷]

اپنی مرضی سے حج کے مہینوں اور ان کی تاریخوں میں ردّ و بدل کر کے لڑائی جھگڑے کا جواز پیدا کر لیا جاتا تھا، اس کو موقوف ٹھہراتے ہوئے قرآنِ مجید میں ارشاد ہوا:

﴿اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَةٌ فِی الْکُفْرِ﴾۔۔۔[التوبہ:۳۷]

"مہینہ کو موخر کرنا تو کفر میں اور بھی زیادتی ہے"۔۔۔

الغرض اس قسم کی متعدد اصلاحات کے بعد امتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے لیے کعبۃ اللہ کو مرکز قرار دے کر اس کے حج کا اعلان ہوا:

﴿وَ لِلّٰهِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا وَّ مَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَo﴾۔۔۔[آل عمران:۹۷]

"اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ جو کوئی بھی اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو، حج کرنے کے لیے آئے اور جو کوئی کفر کرے (طاقت کے باوجود نہ آئے) تو اللہ تعالیٰ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے"۔۔۔

یہ آیت متعدد حکیمانہ ارشادات و نکات کی حامل ہے، جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ قدرت و طاقت کے باوجود حج نہ کرنا کافرانہ روش ہے اور ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ نے ناراضی کا اظہار بڑے پُرزور الفاظ میں کیا ہے، یعنی:

"اگر تمام اہلِ جہاں بھی قدرت کے باوجود کافرانہ روش اختیار کرتے ہوئے حج

کرنے نہ آئیں تو اللہ تعالیٰ کو کسی کی ذرا بھر پروا نہیں ہے"---

آں حضرت ﷺ کا ارشادِ گرامی اس کی مزید وضاحت کرتا ہے، فرمایا:

مَنْ مَلَکَ زَادًا وَ رَاحِلَۃً تُبَلِّغُہٗ اِلٰی بَیْتِ اللّٰہِ وَ لَمْ یَحُجَّ فَلَا عَلَیْہِ اَنْ یَّمُوْتَ یَھُوْدِیًّا اَوْ نَصْرَانِیًّا---[جامع ترمذی]

"جو شخص زادِ راہ اور سواری رکھتا ہو، جس سے بیت اللہ تک پہنچ سکتا ہو اور پھر حج نہ کرے تو اس کا اس حالت میں مرنا اور یہودی یا نصرانی ہو کر مرنا برابر ہے"---

مَنْ لَّمْ یَمْنَعْہُ مِنَ الْحَجِّ حَاجَۃٌ ظَاھِرَۃٌ اَوْ سُلْطَانٌ جَائِرٌ اَوْ مَرَضٌ حَابِسٌ فَمَاتَ وَ لَمْ یَحُجَّ فَلْیَمُتْ اِنْ شَاءَ یَھُوْدِیًّا وَ اِنْ شَاءَ نَصْرَانِیًّا---[دارمی]

"جس کو کسی واضح ضرورت، ظالم بادشاہ یا کسی مرض شدید نے نہ روک رکھا ہو اور پھر اس نے حج نہ کیا اور اسی حالت میں مر جائے تو اسے اختیار ہے، خواہ یہودی بن کر مرے یا نصرانی بن کر"---

خلیفہ دوم حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

"جو لوگ قدرت رکھنے کے باوجود حج نہیں کرتے، میرا جی چاہتا ہے کہ ان پر جزیہ عائد کر دوں، وہ مسلمان نہیں ہیں، وہ مسلمان نہیں ہیں"---

دیگر عبادات کے مقابلے میں حج اس اعتبار سے مختلف ہے کہ نماز، روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ کے دینی و دنیوی ثمرات و برکات اور اجتماعی اور انفرادی فوائد کا ہم روزمرہ کی زندگی میں مشاہدہ کرتے رہتے ہیں، مگر حج کے فوائد و ثمرات سے کماحقہ تبھی آگاہ ہو سکتے اور محسوس کر سکتے ہیں، جب خود اس سعادت سے بہرہ ور ہوں۔ "شنیدہ کے بود مانند دیدہ" کا محاورہ تو حقیقی طور پر رکن حج پر صادق آتا ہے۔ تصاویر، بیانات، انٹرویوز، تاثرات، رپورٹیں اور الفاظ و تراکیب کی تنگنائیاں حج کی حقیقی لذت کو بیان نہیں کر سکتیں۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ نے جب تک حج نہیں کیا تھا، ان کو تردّد تھا کہ عبادات میں کون سی عبادت افضل ہے؟ جب حج کی سعادت حاصل کی تو بے ساختہ پکار اٹھے کہ حج سب سے افضل عبادت ہے۔ چند فوائد درج ذیل ہیں:

ملت اسلامیہ کی مرکزیت

اسلام ایک عالم گیر دین ہے۔ اس کے پیروکار دنیا کے ہر گوشے میں موجود ہیں۔ زبان، علاقہ، رنگ اور نسل کے تفاوت کے باوجود اہل اسلام کا ایک مقام پر ایک ہی مقصد کے لیے جمع ہونا

ایسا زبردست فائدہ ہے جو حج کے علاوہ کسی اور عبادت کی ادائیگی سے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ حج کا موسم آتے ہی دنیا کے کونے کونے سے مسلمان اس عظیم مرکز کی طرف روانگی کی تیاری شروع کر دیتے ہیں۔ پھر سب اپنی اپنی جہتوں سے ایک خاص مقام پر پہنچتے ہی اپنا علاقائی لباس اتار کر، دو ان سلی چادریں زیب تن کر کے سلطان عالم، احکم الحاکمین ﷻ کے حضور "لبیک اللّٰھم لبیک" کی صدا لگاتے ہوئے حاضر ہوتے ہیں۔ مکہ مکرمہ پہنچ کر، بیت اللہ شریف کے گرد اکٹھے طواف کرتے ہیں، کالے، گورے، پیلے اور گندمی رنگ کے یہ لوگ شرق و غرب، شمال و جنوب، ایشیا و افریقہ اور یورپ کی تمیز، عرب و عجم کی تفاوت، امیر و غریب کے امتیاز اور اونچ نیچ کے تمام دائروں سے نکل کر ایک لباس میں، ایک جیسی دعائیں کرتے، ورد الاپتے، ایک ہی عمل میں مشغول نظر آتے ہیں۔ صفا و مروہ کے درمیان سعی ہو یا حجر اسود کا استلام، مقام ابراہیم پر نماز ہو یا زمزم نوشی، منیٰ کو روانگی ہو یا عرفات کا وقوف اور مزدلفہ کا قیام، رمی جمار ہو یا ذبح قربانی اور حلق و تقصیر، اتفاق و اتحاد اور یک جہتی و ہم آہنگی کے ایسے روح پرور مناظر دکھائی دیتے ہیں کہ جن کا وجود دنیا کے کسی خطے میں بھی نہیں پایا جا سکتا۔ عجیب بات ہے کہ بیس پچیس لاکھ مسلمانوں کا یہ جم غفیر ایک مقصد اور ایک ہی عمل کے لیے دنیا کے خطے خطے سے یہاں جمع ہو گیا ہے، حالاں کہ ان میں سے کسی کا کوئی ذاتی اور انفرادی مفاد کسی دوسرے کے ساتھ بالکل وابستہ نہیں ہے، یہ صرف رکن حج کی برکت نہیں تو اور کیا ہے؟

محبتِ الٰھی

حج کا دوسرا بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس سے بندۂ مومن کے دل میں محبت الٰہی کا سمندر موجزن ہو جاتا ہے۔ سفر حج پر آمادگی ہی بنیادی طور پر محبت الٰہی کا نتیجہ ہے، ورنہ کسی کو کیا پڑی ہے کہ موجودہ دور میں ڈیڑھ لاکھ روپیہ کے قریب ایسے سفر پر خرچ کر ڈالے، جس سے اس کو کوئی مادی فائدہ حاصل نہ ہو۔ یہ سب ایثار دراصل اس جذبے کی انگیخت کی وجہ سے ہے جو مومن کے دل میں محبت الٰہی کی شکل میں موجزن رہتا ہے۔ گھر سے طویل مدت کے لیے علیحدگی، وطن سے دوری، اہل و عیال اور عزیزوں دوستوں کی جدائی، سفر کی صعوبتیں، کاروبار کا نقصان اور مال کا خرچ، ایسے پہلو ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ کی سچی محبت ظاہر ہوتی ہے۔ پھر جوں جوں یہ عاشق صادق آگے بڑھتا چلا جاتا ہے، جنون، وارفتگی اور جذب و سرمستی میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ فقیرانہ لباس زیب تن کیے، عزت و عظمت کی علامت، دستار و ٹوپی اتار کر، ننگے سر، الجھے اور بڑھے ہوئے بالوں کے ساتھ، پھونک پھونک کر قدم رکھتے، یوں کہ نہ حدود حرم میں شکار کرنے کی تحریک، نہ کسی درخت کے پتے اور پتھر کو توڑنے کی

اجازت، حرم محبوب کی عظمت و وجاہت کو دل میں سمائے، کشاں کشاں درِ آقا کی طرف گامزن ہے۔ اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، بلندی کی طرف چڑھتے، پستی کی طرف اترتے اور لوگوں سے ملتے، زبان ایک ہی ترانہ گا رہی ہے:

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَ النِّعْمَةَ لَکَ وَ الْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ---

"حاضر ہوں، میرے اللہ! میں حاضر ہوں، حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں، یقیناً ساری تعریف تیرے ہی لیے ہے، نعمت سب تیری ہے، بادشاہی تیری ہے، تیرا کوئی ساجھی نہیں"---

یہ ترانہ اس کی آتش شوق کو اور بھڑکاتا ہے۔ جب اسی عالم میں انسان کی آنکھیں سادے اور سیاہ لباس پہنے محبوب کے آستانے (بیت اللہ) سے ٹکراتی ہیں، تو وہ دیوانہ وار آستانہ محبوب کا چکر لگانا شروع کر دیتا ہے، کبھی صفا و مروہ کے درمیان دوڑتا ہے، کبھی تلاشِ محبوب میں منٰی و مزدلفہ کو جاتا ہے اور کبھی مشاہدۂ حق کی بے تابی اسے میدانِ عرفات میں لے جاتی ہے، رمی جمار کرتا ہے تاکہ محبوب کے دشمنوں سے ٹکرانے کا اعلان و اعادہ ہو اور آخر میں محبوب کے حضور میں اپنی قربانی کی نذر پیش کر کے پھر بیت اللہ کے چکر لگانے شروع کر دیتا ہے۔ یہ سب مناسک حج ایک بندۂ مومن، جس کی پہلے ہی شان یہ ہے:

﴿وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾---[البقرہ:۱۶۵]

"اہل ایمان، اللہ ﷻ سے ٹوٹ کر پیار کرتے ہیں"---

کی روح کو محبت الٰہی کی نئی چاشنی اور لذت آشنا کر دیتے ہیں۔

اصلاحِ نفس

حج، نفس انسانی کی تطہیر کے لیے اکسیر اعظم کا درجہ رکھتا ہے۔ اس سفر مبارک کا پہلا ضابطہ ہی یہ مقرر کیا گیا ہے:

﴿فَلَا رَفَثَ وَ لَا فُسُوْقَ وَ لَا جِدَالَ فِی الْحَجِّ﴾---[البقرہ:۱۹۷]

"حج میں نہ شہوانی افعال کی اجازت ہے، نہ فسق و فجور اور لڑائی جھگڑے کی"---

ایسے میں نفس انسانی کا منکرات سے اجتناب اور نیکیوں کی طرف میلان ایک فطری امر بن جاتا ہے۔ کیے گئے گناہوں پر دل ہی دل میں ندامت محسوس ہونے لگتی ہے اور ذوالجلال والاکرام

کے حضور حاضری کا تصور دل کی دنیا میں یک سر انقلاب پیدا کر دیتا ہے۔ نظر میں پاکیزگی در آتی ہے، زبان لغو وخرافات بکنے سے رکنے لگتی ہے، کسی کا حق مارتے ہوئے شرم وحیا دامن گیر ہو جاتی ہے، بلکہ عزیزوں، رشتہ داروں اور معاملات کے ساتھ شریک افراد سے کہا سنا اور لڑا بولا بخشوانے میں عار محسوس نہیں ہوتی۔ یوں گھر سے نکلتے ہی وہ بیشتر گناہوں سے چھٹکارا پا چکا ہوتا ہے اور جب اسی رنگ میں رنگا ہوا انسان، عالم الغیب والشہادۃ کے حضور حاضر ہوتا ہے تو خطاؤں اور نافرمانیوں کی پوری فلم اس کے سامنے گھوم جاتی ہے۔ بے ساختہ احساسِ ندامت کے ساتھ توبہ واستغفار کے کلمات اس کی زبان پر آتے ہیں، خشیت الٰہی اور امید مغفرت کے ملے جلے جذبات کے ساتھ ارحم الراحمین اور اکرم الاکرمین کے حضور میں اپنی مغفرت کی درخواست پیش کرتا ہے۔ کبھی ملتزم سے چمٹ کر، کبھی دہلیز کعبہ کو پکڑ کر، کبھی حطیم میں اور کبھی میزابِ رحمت کے نیچے کھڑے ہو کر، ایک مجرم کی حیثیت سے خود اعتراف جرم کر کے بار بار رحم اور معافی کی التجا کرتا ہے۔ خصوصاً میدانِ عرفات میں، جب کہ رحمت الٰہی بندوں کو اپنے جلو میں لینے کے لیے بے تاب ہوتی ہے، تو لطف الٰہی کے بحر بے کراں کو دیکھ کر اس عاصی وخطا کار کے مچل جانے کا انداز دیدنی ہوتا ہے۔

ایسے میں مخبر صادق ﷺ کا ارشاد گرامی اس کو بخشش کی نوید سناتا ہے:

"حج اور عمرہ، فقر ومحتاجی اور گناہوں کو اس طرح صاف کر دیتے ہیں، جس طرح بھٹی لوہے، سونے اور چاندی کے میل اور کھوٹ کو صاف کر دیتی ہے اور حج مبرور کا ثواب جنت ہی ہے" --- [ترمذی]

مزید ارشاد فرمایا:

"جس نے حج کیا اور شہوانی فعل نہ کیا اور نہ گناہ کیا تو وہ ایسا ہو کر لوٹتا ہے جیسے اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا" --- [بخاری ومسلم]

روزِ قیامت اعمال کی جواب دہی کا احساس رکھنے والے کے لیے یہ موڑ نئی زندگی کی نوید لے کر آتا ہے اور وہ آئندہ کے لیے نئے عزم وحوصلہ کے ساتھ پاکیزہ زندگی کی ابتدا کرتا ہے۔

عالم گیر اسلامی کانفرنس

اسلام نے پنج وقتہ نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے پر زور دیا ہے۔ نیز جمعہ وعیدین کے اجتماعات مقرر کیے ہیں، تاکہ جو فوائد انفرادی حیثیت سے حاصل نہیں کیے جا سکتے، اجتماعیت کے ذریعے ان کا حصول ممکن ہو۔ یہی فوائد وسیع پیمانے پر حاصل کرنے کے لیے حج بہت بڑا ذریعہ ہے۔

کیوں کہ بلاشبہ یہ مسلمانوں کا سب سے بڑا اور عالم گیر اجتماع ہے، جہاں دنیا کے تمام علاقوں سے مختلف علوم وفنون، مہارتوں اور صلاحیتوں کے حامل لوگ اکٹھے ہوتے ہیں۔ اسلام کا یہ ایسا بین الاقوامی فورم ہے، جس سے امیر حج بیک وقت مخاطب ہوکر جامع ہدایات دیتا ہے اور اسلام کی اشاعت کے متعلق تازہ بتازہ ہدایات تمام ممالک میں خود بخود پہنچ جاتی ہیں۔ چناں چہ حضور سید المرسلین ﷺ نے بھی اپنا آخری اور جامع خطبہ میدانِ عرفات میں حج کے موقع پر ارشاد فرمایا۔ اسی طرح خلفائے راشدین علیہم الرضوان بھی عمال و حکام کو اس اجتماع میں حاضری کا حکم دیتے تاکہ عوام اپنے مسائل پیش کرسکیں اور اجتماعی مفادات کا تحفظ ممکن ہو۔

دینی علوم وفنون بالخصوص تفسیر وحدیث اور فقہ پر نت نئی تحقیقات سامنے آتیں، ہر سال دور دراز سے علماء، مفسرین، محدثین، فقہاء و مجتہدین یہاں آتے اور ایک دوسرے سے استفادہ کے بعد واپس جاتے۔ حج کی برکت سے ایک عالم و محقق کی تحقیق دنیا کے دوسرے کونے میں پہنچ جاتی۔ ایک ملک کے باشندے دوسرے ملک کے سیاسی، اقتصادی، معاشی اور معاشرتی مسائل و مشکلات اور تمدنی وثقافتی حالات سے واقف ہوکر گھروں کو لوٹتے ہیں تو اس کے اثرات بھی ساتھ لے جاتے ہیں اور یوں ایک وحدت اور بین الاقوامی برادری وجود میں آتی ہے۔ ایک دوسرے کے دکھ درد اور خوشی و مسرت کے زیر اثر باہمی اتفاق واتحاد اور تعاون و ہمدردی کی روح بیدار ہوتی ہے، مسلمان اپنے علاقائی مسائل کے ساتھ ساتھ اجتماعی مسائل کو حل کرنے پر توجہ دیتے ہیں۔ اپنے وسائل کا ایک دوسرے سے تبادلہ ممکن ہوتا ہے۔ اس اجتماعی میل ملاقات کا نتیجہ ہے کہ کسی دوسرے سفر کے مقابلے میں سفر حج سے لوٹنے والا احساس و ذمہ دار مسلمان، بہت زیادہ بیدار مغز، عالمی معلومات رکھنے والا اور بین الاقوامی معاملات پر باخبر ہوکر لوٹتا ہے۔ اس طرح حج، فرد کو یہ موقع فراہم کرتا ہے کہ وہ خود کو اجتماعیت میں ضم کردے اور منظم جد و جہد کے ذریعے اسلام کو بطور دین تمام ادیان پر غالب کرنے کی مہم میں شریک ہو۔

حج کے فوائد و برکات تو بے شمار ہیں، لیکن ان کا پورے طور پر حصول تبھی ممکن ہے، جب اس کے لیے شعوری کوشش کی جائے۔ درج ذیل چند امور پر توجہ ہو، تو کسی حد تک معاملہ آسان ہوجاتا ہے:

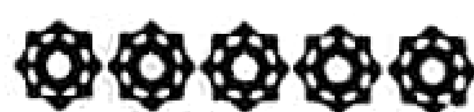
- حج فرض ہوجائے تو ادائیگی کے لیے فوراً تیاری شروع کردی جائے۔ بڑھاپے کا انتظار یا دنیوی معاملات سے فراغت کی خواہش، جہاں اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا سبب ہے، وہاں آخر عمر میں حج کرنا بہت سی مشکلات کا باعث بھی ہے۔

- حرام کی کمائی بہر طور جائز نہیں، مگر سفر حج کے اخراجات میں تو بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔
- سفر حج کی کلفتوں اور مصائب و مشکلات پر صبر و استقامت کی ہی ضرورت نہیں بلکہ ان مشقتوں سے لطف حاصل کرنا چاہیے، کہ آخر یہ محبت و عشق کا سفر ہے۔
- جس قدر ممکن ہو، ساتھیوں کی خدمت کی کوشش کی جائے۔ خود غرضی، مطلب براری، لڑائی جھگڑا، معمولی معمولی باتوں پر کبیدہ خاطر ہونا، حج کی لذتوں کو کم کر دیتا ہے۔
- حرمین شریفین میں بصد عجز و نیاز ایام بسر کیے جائیں۔ آثار و تبرکات اور مقامات مقدسہ کی زیارت کی جائے، مگر لہو و لعب، فضول باتوں اور بے مقصد آوارگی سے احتراز برتا جائے۔
- حرم کعبہ میں نماز کی ادائیگی اور ذکر و اذکار کے لیے ایسی جگہ کا انتخاب کیا جائے جہاں سے کعبۃ اللہ پر نظر پڑتی ہو۔ زیارت کعبہ جہاں بہت بڑی عبادت ہے، وہاں یہ عمل خشیت الٰہی اور تعلق باللہ کو مضبوط کرنے کا سبب بھی ہے۔
- طوافِ کعبہ کی سعادت زیادہ سے زیادہ حاصل کی جائے کہ یہ عبادت صرف یہاں پر ہی کی جا سکتی ہے۔
- جس قدر کعبۃ اللہ کے نزدیک تر ہو کر طواف کیا جائے گا، لذت و قربِ الٰہی میں اضافہ ہوگا۔
- طواف و سعی کے وقت دوسروں کو کہنیاں مارتے، دھکے دیتے، آگے بڑھنے کی کوشش نہ کی جائے، بلکہ باوقار انداز میں ادب و احترام کے تمام تقاضے بجالاتے ہوئے ایثار سے کام لیا جائے۔ منیٰ و مزدلفہ میں، وقوفِ عرفات اور رمی جمار کے وقت بے پناہ ہجوم کی وجہ سے ایثار کی ضرورت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔
- مدینہ منورہ کی حاضری بہت بڑی سعادت ہے۔ نیت خالص زیارت اقدس کی کرے کہ اسی نیت پر اعمال کا دارومدار ہے۔
- مدینہ طیبہ میں رہتے ہوئے بازار، گھر یا کسی اور مقام کی طرف جاتے آتے، جب بھی روضہ انور پر نظر پڑے، بے اختیار محبت کے ساتھ درود و سلام وردِ زباں ہو۔
- مسجد نبوی (ﷺ) کا حد درجہ احترام کریں، کیوں کہ جہاں یہ آدابِ مسجد کا تقاضا ہے وہاں یہ بھی یاد رہے کہ حضور ﷺ کے زمانہ اقدس کا پورا شہر مدینہ طیبہ اب مسجد کا حصہ بن چکا ہے۔ گویا اب شہر مدینہ سجدہ گاہِ خلائق ہے، اس لیے اس وقت کے شہر کا احترام بھی ہمارے

لیے لازم ہے۔

- مسجد پاک میں گھومتے پھرتے اس زاویے سے چلیں کہ پشت روضہ انور کی طرف نہ ہو۔
- حرمِ کعبہ ہو یا حرم مدینہ، اہل محبت جوتوں کو مسجد میں لے جانا خلاف ادب سمجھتے ہیں۔ خصوصاً ہمارے ممدوح حضرت فقیہ اعظم مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی قادری قدس سرہ العزیز مسجد نبوی میں بالکل جوتا نہیں لے جاتے تھے۔ حتیٰ کہ جن دنوں تعمیر کا کام جاری تھا، عمارتی میٹریل جا بجا بکھرا ہوتا تھا، جس سے پاؤں زخمی ہوتے تھے اور زیر تعمیر حصہ ابھی مسجد قرار نہیں پایا تھا، اس وقت بھی باہر دور ہی جوتا اتار دیا کرتے تھے۔
- مسجد پاک میں ترکوں کے بنائے ہوئے حصے کے سامنے صحن یا اس کے متصل شمالی و مشرقی برآمدوں میں نماز ادا کرنا اور درود شریف میں مصروف رہنا بہتر ہے۔
- کوئی واقف حال میسر ہو تو اس کی مدد سے مسجد شریف کے اندر پائے جانے والے تبرکات اور آثار کی زیارت کی جائے اور دل کی تازگی کا اہتمام کیا جائے۔
- حاضری کے وقت ذوق اور کیفیت نہ ہو تو آقائے دو جہاں ﷺ کے احسانات یاد کیے جائیں۔ ذوق کی کمی کے باعث مواجہہ عالیہ شریف کی حاضری ترک نہ کی جائے کہ غلام کا اپنے آقا ﷺ کے حضور پیش ہوتے رہنا بھی بڑے نفع کا باعث ہے۔
- مسجد قبا شریف میں حاضری اور نوافل کی ادائیگی کا ایک سے زائد مرتبہ اہتمام ہو۔ اسی طرح حضرت سید الشہداء سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اور دیگر شہدائے اُحد رضی اللہ عنہم کے مزارات پر متعدد بار حاضری میسر ہو تو یہ بہت بڑی نعمت ہے۔
- جنت البقیع شریف کی مفصل زیارت کے علاوہ جب بھی اس متبرک اور تاریخی قبرستان کے قریب سے گزر ہو، ایصالِ ثواب کا اہتمام ضرور کیا جائے، کیوں کہ یہاں صحابہ کرام، تابعین اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم مدفون ہیں، جنھوں نے ہم پر احسانِ عظیم کیا اور دین کی اشاعت کے لیے تکالیف برداشت کیں، اس لیے امت پر ان کا یہ حق ہے کہ جوں ہی وہاں سے گزر ہو، دعا کے لیے ہاتھ بلند ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حج مبرور کی نعمت سے نوازے اور بار بار حاضریٔ حرمین شریفین کی سعادت سے مشرف فرمائے۔ آمین



بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضری کا حکم

غزالیِ زماں علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی

﴿وَ لَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَ اسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا۝﴾ ---[النساء:۶۴]

''اور اگر وہ کبھی اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے، تو آجاتے آپ کے پاس، پھر مغفرت طلب کرتے اللہ سے اور مغفرت طلب کرتا ان کے لیے رسول، تو ضرور پاتے اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور بے حد رحم فرمانے والا'' ---

[البیان ترجمہ قرآن، از علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ]

تشریح

یعنی ارشاد ہوتا ہے کہ کاش اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے، اے محبوب! تیری بارگاہ میں حاضر ہو جاتے، ﴿جَآءُوْکَ﴾ یعنی تیرے پاس آجاتے، ﴿فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ﴾ تیرے پاس آکر پھر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے۔ اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو ہر جگہ موجود ہے، اللہ تو کسی جگہ سے دور نہیں، قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ۝﴾---[ق:۱۶]

''ہم اس کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں'' ---

تو کوئی بھی، کہیں بھی اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے، اللہ تو ہر جگہ موجود ہے، لیکن نہیں، فرماتا ہے میرے پیارے! وہ مغفرت طلب کریں مگر کہاں؟ فرمایا ﴿جَآءُوْکَ﴾ یعنی تیرے پاس آکر۔ پھر خالی ان کا مغفرت طلب کرنا کافی نہ ہوگا، بلکہ کیا ہو؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَ

اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ﴾ رسول بھی اللہ سے ان کی سفارش فرمائیں۔ یہاں تین باتیں ہیں:

- پہلی بات یہ کہ حضور ﷺ کے پاس آئیں۔
- دوسری بات یہ کہ حضور ﷺ کے پاس آ کر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں۔
- تیسری بات یہ کہ رسول اللہ ﷺ بھی ان کے لیے مغفرت طلب فرمائیں۔

اب میں پوچھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تو کسی جگہ مقید نہیں کہ ہم حضور ﷺ کے پاس جائیں تو تب ہی اللہ ملے گا، اگر اِدھر اُدھر ہوں تو اللہ نہیں ملے گا، بھائی یہ بات تو نہیں بلکہ اس کی شان تو یہ ہے:

﴿نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ۝﴾---[ق:۱۶]

''اللہ تعالیٰ تو ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے''---

اس کے باوجود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿جَاءُوْکَ﴾ میرے محبوب! تیرے پاس آئیں اور پھر یہاں آ کر اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہنا کافی نہ ہوگا، بلکہ رسول ﷺ بھی ان کے لیے مغفرت طلب فرمائیں تو نتیجہ کیا ہوگا؟

﴿لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا۝﴾---

''تم اللہ کو ضرور توبہ قبول کرنے والا اور رحیم پاؤ گے''---

اس آیت کریمہ کا مطلب بیان کرنے میں مَیں نے کوئی تاویل نہیں کی، بلکہ لفظی ترجمہ میں نے آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔

عزیزانِ محترم! یہ کہنا کہ یہ آیت اُسی زمانے کے مسلمانوں کے لیے تھی، جب حضور نبی کریم ﷺ اس زمانے میں زندہ (ظاہری حیات میں) موجود تھے اور لوگ وہاں پہنچ سکتے تھے، یہ بات اس لیے قابل قبول نہیں کیوں کہ حضور ﷺ جس زمانے میں ظاہری حیات کے ساتھ موجود تھے، اس زمانے میں اسلام مشرق و مغرب میں پھیل چکا تھا اور دُور دُور کے لوگ مسلمان ہو چکے تھے اور اس زمانے میں سارے مسلمان حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر نہیں ہو سکتے تھے۔ حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو ہی لے لیجیے، میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں تھے کہ نہیں؟ اور مسلمان تھے کہ نہیں؟ ارے وہ تو ضرور مسلمان تھے، حضور ﷺ نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی بنیاد پر فرمایا کہ یمن سے مجھے محبت کی بو آتی ہے، لیکن حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ حضور کی کی بارگاہ میں حاضر نہیں ہوئے، حالاں کہ وہ حضور ﷺ کے زمانے میں تھے، تو کیا یہ آیت کریمہ ان کے لیے نہ تھی؟ اب یہ کہنا کہ یہ آیت فقط اس زمانے کے مسلمانوں کے لیے تھی، جو وہاں پہنچ سکتے تھے تو یہ بات قابل قبول نہیں ہو سکتی۔

یہ تو ایک حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی بات میں نے کہی، آپ کے علاوہ ہزاروں مسلمان

سرکارِ مدینہ ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضری نہ دے سکے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ بات نہیں۔ ارے بھائی! قرآنِ حکیم تو قیامت تک کے لیے ہے، یہ نہیں ہے کہ قرآن کا کچھ حصہ تو قابلِ عمل ہو اور کچھ حصہ اب قابلِ عمل نہ رہا۔ (اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الْعَظِیْمَ)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا۰﴾---[الفرقان:۱]

”بڑی برکت والا ہے وہ، جس نے فیصلہ کرنے والی کتاب اپنے (مقدس) بندے پر اتاری، تاکہ وہ تمام جہانوں کو ڈرانے والا ہو“---

اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کے بارے میں فرمایا:

﴿ھُدًی لِّلنَّاسِ﴾---[البقرہ:۱۸۵]

”لوگوں کو ہدایت کرنے والا“---

﴿اَلنَّاس﴾ میں قیامت تک کے آنے والے لوگ ہیں، لہٰذا قرآنِ کریم کی یہ آیت ﴿وَ لَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا ...... الخ﴾ حضور ﷺ کے زمانہ مبارکہ تک خاص نہیں، بلکہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا، قرآن کی ہدایت سب لوگوں کے لیے ہے۔

اب آپ کہیں گے کہ ایسی صورت میں تاجدارِ مدنی ﷺ کی بارگاہِ بے کس پناہ میں ہر ایک شخص کا حاضر ہونا کیسے ممکن ہوگا؟ کیوں کہ خود حضور ﷺ کے زمانہ میں سب مؤمن حضور ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر نہ ہو سکے تو اب اس زمانہ میں کیسے ہوگا؟ کیوں کہ جن لوگوں نے مدینہ منورہ حاضر ہو کر حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں حاضری دی تو وہ گنے چنے ہیں اور حضور ﷺ کے غلام تو کروڑوں کی تعداد میں ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں، تو ان کے لیے کیا ہوگا؟ ادھر تو حکم ہے کہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے میرے محبوب کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں اور ادھر محبوب ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ممکن نہیں تو یہ کیسے ہوگا اور بات کیسے بنے گی؟

میرے محترم دوستو اور عزیزو! اس کا حل بھی قرآنِ کریم نے ہمیں بتایا، وہ کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ حضور ﷺ حیاتِ ظاہری میں بھی اللہ کے رسول ہیں اور حیاتِ ظاہری کے بعد بھی وہ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ نہیں کہ حیاتِ ظاہری میں تو کوئی اور بات تھی اور اب کوئی اور بات ہے۔ اور اسی لیے اب بھی تمام مؤمن حضور ﷺ کا کلمہ پڑھتے ہیں، کلمہ میں محمد اللہ کے رسول ہیں، کہتے ہیں، محمد اللہ کے رسول تھے، نہیں کہتے۔ اس لیے جیسے آپ ﷺ حیاتِ ظاہری میں مسندِ رسالت پر جلوہ گر تھے اور پھر رسالت کے جو اوصاف، جو صفات اور جو خواص اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے، وہ اُس

وقت بھی حضور ﷺ کو حاصل تھے اور اب بھی اُسی طرح حضور ﷺ کو حاصل ہیں۔ کیوں کہ قاعدہ ہے کہ جب کوئی چیز ثابت ہوتی ہے تو وہ اپنے مناسبات اور لوازمات کے ساتھ ثابت ہوتی ہے اور حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کے مناسباتِ نبوت اور لوازماتِ رسالت میں یہ بات بھی ہے، جو قرآن کریم نے بیان کی ہے:

﴿وَ لَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ......الخ﴾---

تو ثابت ہوا کہ بارگاہِ حضور پُر نور ﷺ میں حاضری کا حکم آج بھی اسی طرح ہے۔ تو پھر ایک مؤمن کس طرح حاضر ہو؟ میرے دوستو! قرآن نے اس حقیقت کو اس طرح ظاہر فرمایا اور قرآن نے یہ عقدہ اس طرح حل فرمایا، قرآن کریم نے کہا:

﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ﴾---[الاحزاب:٦]

''یہ نبی ایمان والوں کے ساتھ ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہیں''---

یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ایمان والو! یہ تردُّد نہ کرو کہ ہم وہاں کیسے حاضر ہوں گے اور کیسے جائیں گے؟ اس لیے کہ میں نے اپنے نبی محترم کو تمہاری جانوں سے بھی زیادہ قریب کر دیا۔

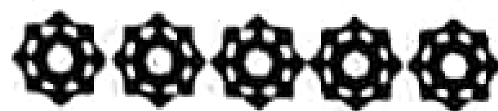
نبی معظم نور مجسم ﷺ کی شانِ اقدس یہ ہے کہ آپ ایمان والوں کے ساتھ ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہیں۔ اے ایمان والو! یہ فکر نہ کرو کہ ہم کیسے حاضر ہوں گے؟ تمہیں حاضر ہونے کا تردد تو تب کرنا پڑتا جب میرا محبوب (ﷺ) دور ہو، میں نے تو اپنے محبوب ﷺ کو تمہاری جانوں سے زیادہ قریب کر دیا۔

اور میں آپ سے کیا کہوں؟ یہ بات ایسی ہے کہ اگر اس کو سمجھ لیا جائے تو یقیناً کہنا پڑے گا کہ حضور ﷺ کے سامنے تو ابوجہل اور ابولہب بھی تھے، مگر خدا کی قسم! حضور ﷺ ان کے قریب نہیں تھے اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ اگرچہ یمن میں تھے مگر حضور ﷺ ان کے قریب تھے۔

میرے دوستو! میرے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ مؤمن کو چاہیے کہ بارگاہِ نبوت کے ساتھ اپنے آپ کو منسلک رکھے اور کسی وقت بھی حضور ﷺ کی ذاتِ مقدسہ سے اپنے آپ کو بعید تصور نہ کرے بلکہ یہ سمجھے کہ میں حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوں۔ جہاں تم نے اپنی توجہ کو حضور ﷺ کی طرف مبذول کر دیا تو میں سمجھتا ہوں کہ تم وہیں حضور ﷺ کی بارگاہِ بے کس پناہ میں حاضر ہو گئے، وہیں استغفار فرما لیا اور وہیں تم نے اللہ تعالیٰ کو ﴿تَوَّابًا رَّحِیْمًا﴾ پا لیا۔

دل کے آئینے میں ہے تصویرِ یار ۔۔۔ جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ



فضائل و مسائلِ قربانی

علامہ محمد صدیق ہزاروی

ذوالحجہ کی دس، گیارہ اور بارہ تاریخ کو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی خاطر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت پر عمل کرتے ہوئے جانور ذبح کرنا "قربانی" کہلاتا ہے۔

قربانی کی دو قسمیں ہیں

ایک وہ قربانی ہے جو حجاج کرام مکہ مکرمہ (منیٰ) میں کرتے ہیں، اسے "ھدی" کہا جاتا ہے اور دوسری قسم کی قربانی وہ ہے جو تمام (صاحب استطاعت) مسلمان دنیا کے کونے کونے میں کرتے ہیں، اسے "اضحیۃ" کہا جاتا ہے۔ پہلی قسم کی قربانی مکہ مکرمہ کے ساتھ خاص ہے، حرم پاک سے باہر نہیں ہوسکتی، جب کہ دوسری قسم کی قربانی ہر جگہ ہوتی ہے۔

قرآن پاک اور قربانی

قرآن پاک میں متعدد مقامات پر مختلف ناموں سے قربانی کا ذکر آیا ہے، جس کی تفصیل اس طرح ہے:

لفظ نسک

ارشاد خداوندی ہے:

﴿فَمَنْ كَانَ مِنكُم مَّرِيضاً اَوْ بِهٖ اَذًى مِّن رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّن صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ﴾---[القرآن الکریم، ۲/۱۹۶]

"پس تم میں جو شخص (حج یا عمرہ کرنے والا) بیمار ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو تو اس کے بدلے روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے"---

یعنی جس مُحرِم کو کسی بیماری کی وجہ سے سر منڈانے کی ضرورت پڑ جائے تو وہ فدیہ کے طور پر تین روزے رکھے یا چھ مسکینوں کو دو دو کلو گندم دے یا ایک بکری ذبح کرے---[تفسیر ضیاء القرآن، جلد اول، صفحہ ۱۳۶]

یہاں قربانی کے لیے نسک آیا ہے اور یہ قربانی مکہ مکرمہ کے ساتھ خاص ہے۔ دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے:

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾---[القرآن الکریم، ۶/۱۶۲]

"آپ فرما دیجیے! بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور موت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے"---

یہاں بھی قربانی کے لیے لفظ نسک آیا ہے لیکن اس سے محض حج اور عمرہ کی قربانی مراد نہیں بلکہ مطلقاً قربانی کا ذکر ہے، چاہے وہ حج اور عمرہ سے متعلق ہو یا اس کا تعلق عید الاضحیٰ سے ہو۔ مقصود یہ ہے کہ قربانی صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہو، بتوں وغیرہ کے لیے نہ ہو۔

لفظ منسک

ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَ لِکُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَکًا لِّیَذْکُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰی مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ﴾---[القرآن الکریم، ۲۲/۳۴]

"اور ہم نے ہر امت کے لیے ایک قربانی مقرر فرمائی ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کا نام ان بے زبان جانوروں پر ذکر کریں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائے"---

حضرت مجاہد فرماتے ہیں منسک کا معنیٰ "الذبح و اراقة الدم" (یعنی ذبح کرنا اور خون بہانا) ہے، یہ قربانی بھی مکہ مکرمہ کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

لفظ قربان

﴿اَلَّذِیْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَیْنَا اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰی یَاْتِیَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْکُلُهُ النَّارُ﴾---[القرآن الکریم، ۳/۱۸۳]

"وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے ہم سے عہد لیا ہے کہ ہم کسی رسول پر

ایمان نہ لائیں یہاں تک کہ وہ ہمارے پاس ایک قربانی لائے جسے آگ کھا جائے"---

قرآن پاک کے مطابق یہودیوں کا یہ دعویٰ غلط تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ وعدہ لیا بلکہ انہوں نے حضور ﷺ پر ایمان نہ لانے کے لیے عذر تراشا تھا، لیکن اس سے اتنی بات ثابت ہوگئی کہ ان لوگوں میں قربانی کا رواج تھا، جس کی قبولیت کی علامت یہ تھی کہ اسے آسمانی آگ کھا لیتی تھی۔

دوسری جگہ حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں ہابیل اور قابیل کا واقعہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَ لَمْ یُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ﴾---[القرآن الکریم،۵/۲۷]

"جب دونوں نے قربانی دی تو ان میں سے ایک سے قبول کی گئی اور دوسرے سے قبول نہ کی گئی"---

علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَلْقُرْبَانُ اِسْمٌ لِّمَا یُتَقَرَّبُ بِهٖ اِلَی اللّٰهِ مِنْ ذَبِیْحَةٍ اَوْ صَدَقَةٍ---[فخر الدین رازی، امام، تفسیر کبیر، جلد ۱۱، صفحہ ۲۰۵]

"وہ چیز جو قرب خداوندی کا باعث ہو، اسے قربان (قربانی) کہتے ہیں، چاہے وہ ذبیحہ ہو یا صدقہ"---

مفسرین نے لکھا ہے کہ ہابیل جس کی قربانی قبول ہوئی تھی، اس نے ایک عمدہ بکری یا مینڈھے کی قربانی پیش کی تھی---

ھدی

ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَیْسَرَ مِنَ الْهَدْیِ وَ لَا تَحْلِقُوْا رُؤُسَكُمْ حَتّٰی یَبْلُغَ الْهَدْیُ مَحِلَّهٗ﴾---[القرآن الکریم،۲/۱۹۶]

"اور اللہ تعالیٰ کے لیے حج اور عمرہ کو پورا کرو، اگر تمہیں رکاوٹ پیدا ہو تو قربانی کا جو جانور تمہیں آسانی سے مل جائے (بھیج دو) اور جب تک قربانی کا جانور قربان گاہ تک نہ پہنچ جائے اپنے سروں کو نہ منڈاؤ"---

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَی الْحَجِّ فَمَا اسْتَیْسَرَ مِنَ الْهَدْیِ﴾---

''تو جو شخص حج کے ساتھ عمرے کا فائدہ اٹھانا چاہے تو اسے جو میسر ہو قربانی دے''---

ایک جگہ ارشاد فرمایا:

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰہِ وَ لَا الشَّھْرَ الْحَرَامَ وَ لَا الْھَدْیَ وَ لَا الْقَلَآئِدَ وَ لَآ آٰمِّیْنَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ﴾---[القرآن الکریم، ۲/۵]

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی نشانیوں، عزت والے مہینوں، حرم کو بھیجی ہوئی قربانیوں اور جن کے گلے میں پٹے ڈالے گئے ان کی بے حرمتی نہ کرو اور نہ ان کی بے حرمتی کرو جنہوں نے عزت والے گھر (بیت اللہ) کا قصد کیا ہوا ہے''---

ایک دوسری جگہ فرمایا:

﴿جَعَلَ اللّٰہُ الْکَعْبَۃَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ قِیٰمًا لِّلنَّاسِ وَ الشَّھْرَ الْحَرَامَ وَ الْھَدْیَ وَ الْقَلَآئِدَ﴾---[القرآن الکریم، ۹۷/۵]

''اللہ تعالیٰ نے کعبہ شریف کو جو عزت والا گھر ہے، لوگوں کے بقا کا باعث بنایا نیز عزت والے مہینوں، حرم کی قربانی اور جن جانوروں کے گلے میں پٹے پڑے ہوئے ہیں کو (عزت والا بنایا)''---

اسی سورت کی آیت ۹۵ میں ارشاد فرمایا:

﴿ھَدْیًا بٰلِغَ الْکَعْبَۃِ﴾---

''قربانی کا وہ جانور جو کعبہ شریف تک پہنچنے والا ہو''---

ارشاد خداوندی ہے:

﴿ھُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْکُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْھَدْیَ مَعْکُوْفًا اَنْ یَّبْلُغَ مَحِلَّہٗ﴾---[القرآن الکریم، ۲۵/۴۸]

''یہی وہ (بد نصیب) لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجد حرام سے روک دیا اور قربانی کے جانوروں کو بھی کہ وہ بندر ہیں اور اپنی جگہ تک نہ پہنچ سکیں''---

نحر

سورۂ کوثر میں فرمایا:

﴿فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ﴾---[القرآن الکریم، ۲/۱۰۸]

''پس آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھیں اور قربانی دیں''---

قرآن پاک کی ان مندرجہ بالا آیات سے خاص طور پر تین باتیں واضح ہوتی ہیں:

1 یہ کہ قربانی کے لیے مندرجہ ذیل الفاظ استعمال ہوئے ہیں:
نسک، منسک، قربان، ھدی اور نحر۔

2 یہ ہے کہ قربانی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے نام پر کی جائے۔

3 اور یہ کہ جو قربانی مکہ مکرمہ کے ساتھ خاص ہے اس کے لیے لفظ ''ھدی'' استعمال ہوا، باقی الفاظ سے یا تو صرف وہ قربانی مراد ہے جو حج وعمرہ کے علاوہ ہے یا دونوں قسم کی قربانیوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے، یعنی اس قربانی کا تعلق حج وعمرہ کی وجہ سے مکہ مکرمہ سے ہو یا اس کے علاوہ قربانی ہو۔

اضاحی (جمع اضحیۃ)

حدیث شریف میں قربانی کے لیے لفظ اضاحی (جو اضحیۃ کی جمع ہے) بھی استعمال ہوا۔

سنن ابن ماجہ میں ہے صحابہ کرام ﷢ نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا:

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا ھٰذِہِ الْاَضَاحِیُّ؟---

''یا رسول اللہ! یہ قربانیاں کیا ہیں؟''---

آپ ﷺ نے فرمایا:

سُنَّۃُ اَبِیْکُمْ اِبْرَاھِیْمَ---[سنن ابن ماجہ، باب ثواب الاضحیۃ، صفحہ ۲۳۳]

''یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم ؑ کی سنت ہے''---

یہ سوال عید کے دن کی قربانی سے متعلق تھا اور اس قربانی کے بارے میں لفظ اضاحی استعمال ہوا۔

چنانچہ حضرت جندب بن سفیان ﷛ فرماتے ہیں:

شَھِدْتُ الْاَضْحٰی مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَلَمْ یَعْدُ اَنْ صَلّٰی وَ فَرَغَ مِنْ صَلَاتِہٖ سَلَّمَ فَاِذَا ھُوَ یَرٰی لَحْمَ اَضَاحِیَّ قَدْ ذُبِحَتْ قَبْلَ اَنْ یَّفْرُغَ مِنْ صَلَاتِہٖ فَقَالَ مَنْ کَانَ ذَبَحَ اُضْحِیَتَہٗ قَبْلَ اَنْ یُّصَلِّیَ اَوْ نُصَلِّیَ فَلْیَذْبَحْ مَکَانَھَا اُخْرٰی وَ مَنْ کَانَ لَمْ یَذْبَحْ فَلْیَذْبَحْ بِاسْمِ اللّٰہِ---

[صحیح مسلم، کتاب الاضاحی، باب وقتھا، صفحہ ۱۵۳]

''میں سرکار دو عالم ﷺ کے ہمراہ عیدالاضحیٰ کی نماز کے لیے حاضر ہوا، آپ نے کسی تاخیر کے بغیر نماز پڑھائی، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو قربانی کے کچھ جانوروں کا گوشت ملاحظہ فرمایا جو فراغت نماز سے پہلے ذبح کر دیئے گئے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا! جس نے نماز سے پہلے اپنا اضحیہ ذبح کیا، وہ اس کی جگہ دوسرا جانور ذبح کرے اور جس نے ابھی تک ذبح نہیں کیا، وہ اب ذبح کرے اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ''---

اس حدیث سے واضح ہوا کہ ''اضحیۃ'' وہ قربانی ہے جو عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر نماز عید کے بعد ہوتی ہے اور یہ بات بھی واضح ہے کہ حج کے موقعہ پر حجاج کرام، نماز عید نہیں پڑھتے لٰہذا یہ قربانی وہ ہے جو حج کے علاوہ ہے اور مکہ مکرمہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ دوسرے مقامات پر بھی ہوتی ہے، چناں چہ یہ واقعہ بھی مدینہ طیبہ کا ہے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ قربانی دو قسم کی ہے، ایک مکہ مکرمہ کے ساتھ خاص ہے اور دوسری دنیا کے کونے کونے میں عیدالاضحیٰ یا اس کے دو دن بعد (ایام تشریق میں) ہوتی ہے۔

قربانی پہلی امتوں میں

سورہ ۲۲، آیت ۳۴ کے حوالے سے آپ گزشتہ صفحات پر ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر امت کے لیے ایک قربانی رکھی تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ جانوروں پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کریں۔ ابن اثیر نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا اور آپ آگ سے صحیح سلامت باہر تشریف لائے تو نمرود نے کہا:

''میں نے آپ کے رب کی قدرت و عظمت کا جو مظاہرہ دیکھا ہے اس کے پیش نظر میں اس کی بارگاہ میں قربانی پیش کرنا چاہتا ہوں''---

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

''جب تک تو اپنے دین پر قائم ہے، اللہ تعالیٰ تیری قربانی قبول نہیں فرمائے گا''---

اگرچہ نمرود نے اپنے باطل دین کو نہ چھوڑا، تاہم اس نے چار ہزار گائیوں کی قربانی پیش کر دی---[الکامل فی التاریخ لابن الاثیر، جلد اوّل، صفحہ ۱۰۰]

اس واقعہ سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت مبارکہ سے پہلے بھی قربانی بطور عبادت مروّج تھی۔ اسی طرح سورہ ۵، آیت ۲۷ کے حوالے سے آپ گزشتہ صفحات میں پڑھ

چکے ہیں کہ حضرت آدم (علیہ السلام) کے دو بیٹوں نے قربانی پیش کی، جن میں سے ایک کی قربانی قبول ہوئی اور دوسرے کی قربانی رد کردی گئی اور یہ بات بھی آپ پڑھ چکے ہیں کہ ہابیل کی قربانی قبول ہوئی۔

نتیجہ یہ ہوا کہ قربانی وہ اہم عبادت ہے جو گزشتہ امتوں میں بھی رائج تھی اور وہ قربانی جہاں جانوروں کے علاوہ کوئی چیز قربِ خداوندی کے لیے پیش کرنے کی صورت میں ہوتی تھی وہاں قربانی کا ایک طریقہ جانوروں کو ذبح کرنا بھی ہوتا تھا۔

قربانی ابراهیمی یادگار

پھر ایک ایسا وقت آیا جب تاریخ نے ایک تعجب خیز واقعہ کو جنم دیا، جس کا نظارہ چشمِ فلک نے اس سے پہلے دیکھا، نہ قیامت تک دیکھے گی۔ ہوا یوں کہ ایک عظیم شخصیت جسے خلیل اللہ (علیہ السلام) کے لقب سے نوازا گیا، جسے عالم انسانیت کی امامت کا سہرا پہنایا گیا اور جو اپنے رب کی طرف سے آنے والی ہر آزمائش میں کامیابی سے ہمکنار رہا، اس جدِ انبیاء (علیہ السلام) کو ایک عظیم امتحان میں ڈال کر اس کی اطاعت گزاری اور وفا شعاری کو آنے والی نسلوں کے لیے اسوۂ حسنہ قرار دیا گیا۔

حضرت سیدنا ابراہیم (علیہ السلام) کو حکم ہوا کہ اپنے لختِ جگر حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کو ہماری راہ میں قربان کردو۔ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ o فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَ تَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ o وَ نَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ o قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ o﴾ ---[القرآن الکریم، ۳۷/۱۰۲تا۱۰۵]

"جب وہ بچہ (حضرت اسماعیل (علیہ السلام)) آپ کے ساتھ دوڑ دھوپ کے قابل ہو گیا تو آپ نے (حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے) فرمایا، اے میرے پیارے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں، بتا تیری کیا رائے ہے؟ انہوں نے عرض کیا، اے میرے ابا جان! آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اسے کر ڈالیے، ان شاء اللہ عنقریب مجھے صبر کرنے والا پائیں گے۔ جب دونوں نے سرِ تسلیم خم کرلیا اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹایا تو ہم نے آواز دی، اے ابراہیم (علیہ السلام)! آپ نے اپنا خواب سچ کر دکھایا، بے شک ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں"۔۔۔

حکم خداوندی کی تعمیل میں جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مقام منیٰ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنا چاہا تو چھری نہ چلی، اللہ تعالیٰ جل جلالہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے آپ کے لخت جگر کو جدا کرنا نہیں چاہتا تھا، بلکہ یہ ایک امتحان تھا، جس کے ذریعے دنیا والوں پر آپ کی اطاعت گزاری کو واضح کرنا تھا۔ چنانچہ دونوں باپ بیٹا اس سخت امتحان میں کامیاب ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ جنت سے ایک مینڈھا بھیجا، جوان کے فدیہ میں ذبح ہوا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس یادگار کو آنے والی نسلوں میں باقی رکھا گیا، ارشاد خداوندی ہے:

﴿اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ o وَ فَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ o وَ تَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ o﴾---[القرآن الکریم، ۳۷/۱۰۶تا۱۰۸]

''بے شک یہ ایک واضح آزمائش تھی اور ہم نے ایک عظیم ذبیحہ ان کے فدیہ میں دے کر انہیں بچالیا اور ہم نے ان کا ذکر خیر آنے والوں میں چھوڑ دیا''---

آنے والی نسلوں میں جو ذکر چھوڑا گیا وہ محض زبانی ذکر ہی نہ تھا بلکہ اس قربانی کو ابراہیمی یادگار کے طور پر باقی رکھا گیا، جیسے ایک حدیث میں پہلے بیان ہو چکا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت (طریقہ) ہیں۔

مکہ مکرمہ کے علاوہ قربانی

جیسا کہ گزشتہ سطور میں آپ پڑھ چکے ہیں قربانی دو قسم کی ہوتی ہے، ایک وہ جو حجاج کرام سے تعلق رکھتی ہے، اسے ھدی کہتے ہیں اور دوسری قربانی وہ ہے جو عید الاضحیٰ کے موقع پر دنیا بھر کے مسلمان اپنے اپنے علاقہ میں کرتے ہیں۔

دین اسلام کے شعائر اور اسلامی تہذیب وتمدن کے مخالف نام نہاد مسلمان قربانی کے خلاف طرح طرح کے حیلے بہانے تراشتے رہتے ہیں، جن میں سے ایک بہانہ یہ ہے کہ قربانی صرف مکہ مکرمہ میں ہوتی ہے اور کہیں نہیں، حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں قربانی کی۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ صرف حج کی قربانی مکہ مکرمہ کے ساتھ خاص ہے، عید الاضحیٰ سے مخصوص قربانی جب مدینہ طیبہ میں ہو سکتی ہے تو دنیا کے ہر اس خطے میں جائز بلکہ ضروری ہے جہاں مسلمان بستے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِالْمَدِيْنَةِ عَشَرَ سِنِيْنَ يُضَحِّي ---[جامع ترمذی، ابواب الاضاحی، صفحہ ۱۸۲]

''حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ مدینہ طیبہ میں دس سال قربانی کرتے رہے''---

ہر قسم کی قربانی مکہ مکرمہ کے ساتھ خاص ہوتی تو نبی اکرم ﷺ مدینہ طیبہ میں قربانی نہ کرتے. اس لیے اس قربانی کا تعلق کسی خاص مقام سے نہیں بلکہ صاحب حیثیت مسلمانوں سے ہے، چاہے وہ کسی بھی ملک میں رہتے ہوں۔

کیا قربانی مال کا ضیاع ہے؟

احکام شریعت کو اپنی عقل کی کسوٹی پر پرکھنے والے حضرات قربانی سے انکار کی ایک وجہ یوں بیان کرتے ہیں کہ قربانی کے ذریعے بے بہا دولت ضائع ہو جاتی ہے اور جانوروں کی نسل ختم کی جاتی ہے، یہی دولت غرباء اور مساکین کے کام آسکتی ہے۔ لیکن اس سلسلے میں دو باتیں پیش نظر رہنی چاہییں۔

ایک یہ کہ اسلام، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات و تعلیمات پر عمل کا نام ہے، چاہے وہ احکام ہماری سمجھ میں آتے ہوں یا نہ، اسی کو اطاعت کہتے ہیں اور یہی اتباع رسول ﷺ ہے، جس کا قرآن پاک میں حکم دیا گیا، ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ الرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾---[القرآن الکریم، ۳/۱۳۲]

''اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کا حکم تسلیم کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے''---

نیز فرمایا:

﴿قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ﴾---[القرآن الکریم، ۳/۳۱]

''اے محبوب! فرما دیجیے اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری (حضور ﷺ) کی اتباع کرو''---

اور یہ بات حدیث شریف کے حوالے سے بیان ہو چکی ہے کہ نبی اکرم ﷺ مدینہ طیبہ میں دس سال رہے اور آپ قربانی دیتے رہے۔

اس کے علاوہ آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ کَانَ لَہٗ سَعَۃٌ وَلَمْ یُضَحِّ فَلَا یَقْرِبَنَّ مُصَلَّانَا---

[سنن ابن ماجہ، باب الاضاحی و اجبتہ ام لا، صفحہ ۲۲۲]

''جو شخص طاقت کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے''---

اور یہ بھی فرمایا:

مَا عَمِلَ ابْنُ اٰدَمَ یَوْمَ النَّحْرِ عَمَلًا اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ عَزَّ وَ جَلَّ مِنْ هِرَاقَةِ دَمٍ...... الخ---[سنن ابن ماجہ، باب ثواب الاضحیة، صفحہ۲۳۳]

''یوم نحر (دسویں ذوالحجہ) کو ابن آدم کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک خون بہانے (قربانی) سے زیادہ پیارا نہیں......الخ''---

آپ نے یہ بھی فرمایا:

مَا اُنْفِقَتِ الْوَرَقُ فِیْ شَیْءٍ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ نَحِیْرٍ یُنْحَرُ فِیْ یَوْمِ عِیْدٍ---[المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث۱۰۸۹۴، جلد۱۱، صفحہ۱۷]

''جو روپیہ عید کے دن قربانی پر خرچ کیا گیا اس سے زیادہ کوئی روپیہ پیارا نہیں''---

سوچنے کی بات یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی کرنے اور اس پر رقم خرچ کرنے کو سب سے بہتر عمل قرار دیتے ہیں، بلکہ جو لوگ طاقت کے باوجود قربانی نہیں کرتے، انھیں اپنی عید گاہ سے دور فرما رہے ہیں، تو کیا کوئی شخص غرباء و مساکین کا آپ سے زیادہ غم خوار ہو سکتا ہے؟ اور کیا آپ کو اس بات کا علم نہ تھا کہ قربانی سے بے شمار جانور ذبح ہو جائیں گے اور یوں جانوروں کی نسل کشی ہوگی؟

دوسری بات یہ ہے کہ ہر قوم کے کچھ نشانات، شعائر اور علامات ہوتی ہیں اور ان کی اہمیت اس جذبہ میں پنہاں ہوتی ہے جو ان امور کا محرک ہوتا ہے۔ ملک بھر میں سرکاری عمارتوں اور تعلیمی اداروں وغیرہ میں جو جھنڈے لہرائے جاتے ہیں اگر اس کپڑے کا حساب کیا جائے تو کتنے غرباء کا تن ڈھانپا جا سکتا ہے، مساجد کے منار نہ تو نماز پڑھنے کے کام آتے ہیں اور نہ ہی ان میں درس و تدریس ہو سکتی ہے۔ یادگار پاکستان لاہور میں منار پاکستان اور اسمبلی ہال کے سامنے سمٹ منار (اسلامی سربراہی کانفرنس کی یاد میں منار) پر کتنی خطیر رقم خرچ ہوئی، کیا یہ رقم بے شمار گھرانوں کی بھوک کو زائل کرنے میں مدد و معاون نہیں ہو سکتی تھی؟ لیکن ان باتوں پر اعتراض کیوں نہیں، صرف قربانی پر اعتراض کیوں؟ تو بات یہ ہے چونکہ یہ تمام چیزیں دینی، ملی اور قومی شعائر ہیں اس لیے ان پر صرف ہونے والی رقم ضائع نہیں ہوتی، جھنڈے کے چند گز کپڑے کو نہیں دیکھا جاتا بلکہ اس کے مقاصد کو پیش نظر رکھا جاتا ہے کہ یہ ایک ملکی اور قومی علامت ہے، اسی طرح مساجد کے مینار اور گنبد وغیرہ کا حکم ہے۔ پھر یہ کہنا کہ قربانی سے جانوروں کی نسل ضائع ہو رہی ہے تو کیا روزانہ ان گنت

جانوروں کے ذبح ہونے سے نسل ضائع نہیں ہوتی؟ حالانکہ یہاں تو صرف پیٹ کا مسئلہ ہے اور قربانی کی صورت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی تعمیل ہوتی ہے، مخالفین کا یہ عذر لنگ اس قدر کمزور ہے کہ خود مشاہدہ اس کا رد کر رہا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر سال قربانی دینے کے باوجود آج تک جانوروں میں کمی واقع نہیں ہوئی۔

علاوہ ازیں اس کا ایک معاشی اور معاشرتی پہلو یہ بھی ہے کہ وہ لوگ جو سال بھر گوشت کا صرف نام سن سکتے ہیں انہیں چکھنا تک نصیب نہیں ہوتا، قربانی کے موقع پر وہ بھی گوشت حاصل کر سکتے ہیں، جب کہ قربانی کی کھالوں سے غرباء و مساکین اور دینی اداروں کی جو خدمت ہوتی ہے، وہ اپنی جگہ اہم ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ قربانی کے ذریعے انسان کے ذہن سے دولت کی حرص و لالچ کو نکال کر معاشرے کو امن و سکون سے بہرہ ور کیا جاتا ہے، گویا جس پہلو سے بھی دیکھا جائے قربانی ایک اہم عبادت ہے اور اس کا انکار عقل و نقل کے خلاف ہے۔ قربانی کے منکر جہاں خود بخل اور کنجوسی کا شکار ہیں وہاں یہ لوگ غریب دشمن بھی ہیں کہ قربانی کی وجہ سے غرباء و مساکین کو حاصل ہونے والے گوشت اور کھالوں سے ان کو محروم کرتے ہیں۔

قربانی کی شرعی حیثیت

ہر وہ مسلمان جو گھر میں مقیم ہو، قربانی کے دنوں میں سفر پر نہ ہو اور مالی اعتبار سے کشادہ دست ہو، اس پر قربانی واجب ہے۔ کیوں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص طاقت کے باوجود قربانی نہ کرے، وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے''۔۔۔

اور اس قسم کی جھڑک اسی صورت میں ہوتی ہے جب کسی واجب کام کو چھوڑا جائے۔۔۔

[ہدایہ اخیرین، کتاب الاضحیہ، صفحہ ۴۴۱]

وجوب کی شرائط

قربانی واجب ہونے کی شرائط حسب ذیل ہیں:

1 مسلمان ہونا (کافر پر قربانی واجب نہیں)

2 مقیم ہونا، (مسافر پر واجب نہیں، البتہ نفلی طور پر قربانی کرے تو ثواب پائے گا)

3 مال دار ہونا، یعنی صاحب نصاب ہو (اس کی تفصیل آ رہی ہے)

4 آزاد ہونا، (غلام پر قربانی واجب نہیں، اگرچہ آج کل غلامی کا سلسلہ نہیں ہے)

قربانی کے وجوب کے لیے مرد ہونا شرط نہیں، اگر عورت بھی مالی طاقت رکھتی ہے تو اس پر بھی قربانی واجب ہے۔

بیوی اور اولاد کی طرف سے قربانی

1) نابالغ بچے کی طرف سے باپ پر قربانی واجب نہیں ہے اگرچہ اس بچے کا اپنا مال ہی کیوں نہ ہو لیکن اگر اس کی طرف سے قربانی کردی تو بہتر ہے۔

2) بالغ لڑکوں اور بیوی کی طرف سے حصہ ڈالنا چاہیں تو ان کی اجازت ضروری ہے، اگر ان کی اجازت کے بغیر ان کی طرف سے قربانی کردی تو ادا نہیں ہوگی---

[بہار شریعت، حصہ ۱۰، صفحہ ۱۱۲، ۱۱۱]

صاحب نصاب کون ہے؟

زکوٰۃ، صدقۂ فطر اور قربانی اس وقت ہوتی ہے جب آدمی صاحب نصاب ہو۔ اگر کسی شخص کے پاس اس کی گھریلو ضروریات مثلاً گرمیوں سردیوں کے حسب ضرورت کپڑے، بستر، برتن، کھانے پینے کی اشیاء، گاڑی، مکان، پڑھنے کی کتب، کاریگر کے اوزار وغیرہ جن جن چیزوں کی اسے ضرورت پڑتی رہتی ہے، سے زائد رقم ہو جس کی مالیت ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کو پہنچتی ہو اور وہ مقروض نہ ہو تو اسے صاحب نصاب کہتے ہیں۔

زکوٰۃ کی ادائیگی اس وقت فرض ہوتی ہے جب اس مال پر ایک سال گزر جائے اور اگر وہ مال سامان کی صورت میں ہو تو تجارت کے لیے رکھا گیا ہو، لیکن صدقۂ فطر اور قربانی کے لیے نہ تو سال گزرنے کی شرط ہے اور نہ ہی مال تجارت ہونا، بلکہ اگر کسی شخص کے پاس ایسا سامان ہو جو اس کی ضروریات سے زائد ہے مثلاً ضرورت سے زیادہ گاڑی، فریج، کپڑے وغیرہ ہوں اور ان کی مالیت ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کو پہنچتی ہے تو اس پر قربانی واجب ہوگی۔

نوٹ: جو شخص صاحب نصاب ہے وہ خود ذاتی طور پر اپنی طرف سے قربانی کرے گا، مثلاً گھر میں خاوند، بیوی بالغ اولاد میں سے جو جو صاحب نصاب ہیں، ان سب پر الگ الگ قربانی واجب ہوگی۔ صرف باپ کے قربانی کر دینے سے سب کی طرف سے ادا نہیں ہوگی۔ بعض لوگ کہتے ہیں ہم نے پچھلے سال قربانی دی تھی، اس دفعہ فلاں بچے کی طرف سے قربانی دیتا ہوں، اس طرح قربانی نہیں ہوگی کیوں کہ قربانی تو خود اس آدمی پر فرض ہے جو صاحب نصاب ہے، بچے پر فرض نہیں ہے۔

ہر سال قربانی

ہمارے ہاں کچھ ایسی باتیں رائج ہوگئی ہیں جن کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا بلکہ وہ محض ہماری ذہنی اختراع ہیں، ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ کوئی مسلمان جو صاحب نصاب ہے ایک سال قربانی دینے کے بعد دوسرے سال اپنی طرف سے قربانی دینے کی بجائے اپنے کسی فوت شدہ بزرگ کی طرف سے قربانی دیتا ہے اور یوں کہتا ہے کہ میں گزشتہ سال قربانی دے چکا ہوں، یہ بات غلط ہے۔ اگر کوئی شخص ہر سال صاحب نصاب ہے تو اسے ہر سال اپنی طرف سے قربانی کرنا ہوگی، یہ اس پر واجب ہے، ہاں اگر اس کے ساتھ ساتھ کسی فوت شدہ بزرگ یا رشتہ دار کے ایصال ثواب کے لیے قربانی کرنا چاہے تو اچھی بات ہے، لیکن اپنی طرف سے قربانی کو چھوڑ نہیں سکتا، یہ واجب ہے اور دوسرے کی طرف سے اس پر واجب نہیں ہے، محض مستحب یا جائز ہے، جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ مدینہ طیبہ میں دس سال تشریف فرما رہے اور ہر سال قربانی دیتے رہے۔

قربانی اور صرف قربانی

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام و تعلیمات کے مطابق عمل ہی شریعت کی پاسداری ہے اور قرآن و سنت کے واضح احکام کے مقابلے میں اپنی رائے پر عمل کرنا علم نہیں جہالت ہے۔ قربانی کے دنوں میں قربانی کے ذریعے ہی صاحب نصاب شخص اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوسکتا ہے، قربانی کی جگہ صدقہ و خیرات کو نہیں رکھا جاسکتا، چاہے وہ کروڑوں روپے ہی کیوں نہ ہوں۔

قرض اتارو ملک سنوارو سکیم اور زلزلہ زدگان کی امداد کے حوالے سے بعض بے علم لوگوں نے یہ شوشہ چھوڑا کہ قربانی ایک سال تک چھوڑ دی جائے اور یہ رقم قرض میں دے دی جائے۔ اسی طرح بعض لوگ اپنی عقل کو استعمال کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ یہ رقم ضرورت مند لوگوں کو دی جائے اور قربانی نہ کی جائے، تو یہ بات بالکل غلط ہے، جس پر قربانی واجب ہے اگر وہ قربانی نہ کرے اور دوسری جگہ رقم خرچ کردے تو وہ گنہ گار ہوگا۔

قربانی اور خلوص نیت

قربانی، قرب خداوندی کا ایک اہم ذریعہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اعمال صالحہ ریاکاری سے پاک ہوں، اپنی شہرت مقصود نہ ہو، سخاوت کی دھوم مچانا مقصد نہ ہو، بلکہ صرف اور صرف رضائے خداوندی پیش نظر ہو۔ نیت خالص ہو، تو کم قیمت والے جانور کی قربانی بھی شرف قبولیت حاصل کرلیتی ہے، جب کہ نیت خالص نہ ہو تو بیش قیمت جانور کی

قربانی بھی رائیگاں جاتی ہے۔ارشادِ خداوندی ہے:

﴿لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَ لَا دِمَآؤُھَا وَ لٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ﴾---[القرآن الکریم،۲۲/۳۷]

"اللہ تعالیٰ تک ان (قربانیوں) کا گوشت اور خون ہرگز نہیں پہنچتا بلکہ اس تک تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے"---

اس آیت کریمہ کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قربانیوں کے گوشت اور خون وغیرہ کی حاجت نہیں، وہ تو صرف یہ دیکھتا ہے کہ تم اس کی رضاجوئی کے لیے اپنا جانور ذبح کر رہے ہو یا کوئی اور مقصد ہے۔

قربانی کا ثواب

جہاں تک ثواب کا تعلق ہے تو خلوص نیت کے ساتھ اچھے جانور کی قربانی اس کا اہم ذریعہ ہے۔حدیث شریف میں ہے:

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ مَا عَمِلَ اٰدَمِیٌّ مِنْ عَمَلٍ یَوْمَ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ اِھْرَاقِ الدَّمِ وَاِنَّہٗ لَیَاْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِقُرُوْنِھَا وَاَشْعَارِھَا وَاَظْلَافِھَا وَاِنَّ الدَّمَ لَیَقَعُ مِنَ اللّٰہِ بِمَکَانٍ قَبْلَ اَنْ یَّقَعَ عَلَی الْاَرْضِ فَطِیْبُوْا بِھَا نَفْسًا---

[جامع ترمذی، کتاب الاضحیہ، باب ما جاء فی فضل الاضحیۃ، صفحہ ۱۸۰]

"حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، قربانی کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں انسان کا کوئی عمل خون بہانے (قربانی کرنے) سے زیادہ پسندیدہ نہیں، قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں سمیت آئے گا اور بے شک اس کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں مقام قبولیت حاصل کر لیتا ہے، پس خوش دلی سے قربانی کیا کرو"---

قربانی کے لیے جانور خریدنا

قربانی کی دو صورتیں ہیں، ایک کا تعلق امیر آدمی سے ہے یعنی وہ شخص جو صاحب نصاب ہے، وہ قربانی کی نیت سے جانور خریدے یا ویسے اس کے گھر میں جانور موجود ہو یا خریدتے وقت کوئی نیت نہ کرے، تمام صورتوں میں اس پر قربانی واجب ہے اور اگر اس نے جانور قربانی کے لیے رکھا ہوا تھا یا اس مقصد کے لیے خریدا تھا، اب وہ جانور گم ہو گیا یا مر گیا تو دیکھا جائے اگر وہ اب بھی

صاحب نصاب ہے تو دوسرا جانور خرید کر قربانی کرے اور اگر اب وہ صاحب نصاب نہیں رہا تو اس پر دوسرا جانور خریدنا لازم نہیں۔

اور جو شخص صاحب نصاب نہیں ہے اگر وہ قربانی کی نذر مانے یا قربانی کی نیت سے جانور خریدے تو اس پر بھی قربانی واجب ہو جاتی ہے اور اگر وہ جانور مر جائے یا گم ہو جائے تو فقیر پر دوسرا جانور خریدنا لازم نہیں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جس شخص پر قربانی واجب ہے، وہ جانور خریدتے وقت قربانی کی نیت کرے یا نہ کرے اس پر بہرحال قربانی واجب ہے، نیت ضروری نہیں۔

قربانی کے جانور

قربانی کے جانور تین قسم کے ہیں:

۱ اونٹ اور اونٹنی ان کی عمر کم از کم پانچ سال ہونا ضروری ہے۔

۲ گائے، بیل، بھینس اور بھینسا ان کی عمر کم از کم دو سال ہونا لازمی ہے۔

۳ بکری، بکرا، چھترا، بھیڑ اور دنبہ ان میں سے ہر ایک کی عمر کم از کم ایک سال ہونا ضروری ہے۔

نوٹ:

۱...... اگر اس سے زیادہ عمر ہو تو افضل ہے لیکن اس (اوپر لکھی گئی عمر) سے کم ہو تو قربانی نہیں ہوگی۔

۲...... دنبہ کا بچہ چھ مہینے کا ہو لیکن اتنا بڑا ہو کہ دور سے دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو اس کی قربانی بھی جائز ہے۔

۳...... وحشی جانور جیسے نیل گائے یا ہرن وغیرہ کی قربانی جائز نہیں ہے۔

۴...... وحشی اور گھریلو جانور سے مل کر پیدا ہو تو ماں کا اعتبار ہوگا، مثلاً ہرن اور بکری کے ملاپ سے پیدا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے اور اگر بکرے اور ہرنی کے ملاپ سے پیدا ہو تو ناجائز ہے۔

جانور میں شرکت

بکری، بکرا، چھترا، بھیڑ اور دنبہ صرف ایک آدمی کی طرف سے قربانی میں ذبح کیا جا سکتا ہے جب کہ گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اونٹ اور اونٹنی کی قربانی میں سات افراد شریک ہو سکتے ہیں لیکن اس کے لیے کچھ شرائط ہیں:

۱ اگر ان میں سے کوئی ایک کافر ہو یا کسی کی نیت محض گوشت حاصل کرنا ہو تو سب کی قربانی نہ ہوگی۔

۲ قربانی میں شریک ہونے والے سب افراد کی نیت اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہو، لہٰذا اگر ان حصہ داروں میں سے کوئی عقیقہ کرنا چاہتا ہو یا حج وغیرہ کے سلسلے میں واجب ہونے والی قربانی کا حصہ ڈالنا چاہے تو وہ بھی شریک ہوسکتا ہے۔

۳ ان شرکاء میں سے کسی کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہ ہو، مثلاً پانچ آدمی شریک ہوں اور جانور کی قیمت تین ہزار پانچ صد روپیہ ہو تو ہر ایک کا ساتوں حصہ پانچ صد روپیہ ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ کسی کا حصہ پانچ سو سے کم ہو، ایسا ہوسکتا ہے کہ کسی کا زیادہ ہو، مثلاً چار آدمی پانچ پانچ سو روپیہ ڈالیں اور ایک شخص پندرہ سو روپیہ ڈالے یا سب پر یہ رقم برابر برابر تقسیم ہو۔

۴ جب سات آدمی مل کر ایک گائے خریدیں اور قربانی سے پہلے ان میں سے کوئی آدمی فوت ہوجائے تو اب اس فوت ہونے والے کے وارثوں سے اجازت لینا ضروری ہے، اگر ان کی اجازت کے بغیر قربانی کی تو کسی کی قربانی بھی جائز نہ ہوگی۔

جانور عیب سے پاک ہو

چونکہ قربانی کا مقصد قرب خداوندی کا حصول ہے اس لیے قربانی کے جانور کا عیب سے پاک ہونا ضروری ہے، بلکہ مستحب یہ ہے کہ نہایت موٹا تازہ اور اچھا جانور ذبح کیا جائے۔

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"سینگ والا مینڈھا لایا جائے جو سیاہی میں چلتا ہو، سیاہی میں بیٹھتا ہو اور سیاہی میں دیکھتا ہو، یعنی اس کے پاؤں، پیٹ اور آنکھیں سیاہ ہوں" --- [صحیح مسلم، جلد ۲، صفحہ ۱۵۶]

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"چار قسم کے جانور قربانی کے لیے درست نہیں ہیں۔ کانا، جس کا کانا پن ظاہر ہو۔ بیمار، جس کی بیماری ظاہر ہو۔ لنگڑا، جس کا لنگ ظاہر ہو اور ایسا کمزور جس کی ہڈیوں میں مغز نہ ہو" --- [بہار شریعت، حصہ ۱۵، صفحہ ۱۰۹]

ان احادیث مبارکہ سے واضح ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ خود ایسے جانور کی قربانی کرتے تھے جو نہایت عمدہ ہوتا اور آپ نے دوسروں کو بھی عیب والے جانور کی قربانی سے منع فرمایا۔ جانوروں کے عیب کے سلسلے میں فقہاء کرام نے ایک ضابطہ بیان فرمایا ہے، جو اس طرح ہے:

ہر وہ عیب جو کسی منفعت کو بالکل زائل کردے یا اس کی وجہ سے جانوروں کا حسن بالکل ختم ہوجائے

تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں اور جو عیب اس سے کم درجے کا ہو اس کی وجہ سے قربانی ناجائز نہ ہوگی۔

اب ہم ان عیبوں کا قدرے تفصیلی ذکر کریں گے تاکہ مسئلہ بالکل واضح ہو جائے۔

جانور کا سینگ

جس جانور کے سینگ پیدائشی طور پر نہ ہوں اس کی قربانی جائز ہے، اگر سینگ ٹوٹا ہوا ہو لیکن ہڈی کے جوڑ تک نہ ٹوٹا ہو تو اس کی قربانی بھی جائز ہے اور اگر وہ ہڈی (مینگ) تک ٹوٹا ہوا ہو تو اس کی قربانی ناجائز ہے۔[۱]

دانت، زبان اور ناک

جس جانور کے دانت پیدائشی طور پر نہ ہوں تو اگر وہ چارہ کھا لیتا ہے تو اس کی قربانی جائز ہے ورنہ نہیں اور اگر دانت ٹوٹے ہوئے ہوں تو دیکھا جائے اگر اتنے دانت باقی ہوں جن سے چارہ کھا سکتا ہے تو اس کی قربانی جائز ہے۔ اگر بکری کی زبان بالکل نہ ہو تو اس کی قربانی جائز ہے اور اگر گائے کی زبان نہ ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں۔ اگر بکری کی زبان کٹی ہوئی ہو تو دیکھا جائے گا اگر چارہ کھا سکتی ہے تو اس کی قربانی جائز ہے ورنہ نہیں۔ جس جانور کی ناک کٹی ہو اس کی قربانی بھی جائز نہیں۔

کان، دم، چکی اور تھن

جس جانور کے کان پیدائشی طور پر نہ ہوں یا صرف ایک ہو، اس کی قربانی جائز نہیں۔ جس جانور کا کان چھوٹا ہو اس کی قربانی جائز ہے۔ جس جانور کا ایک یا دونوں کان پورے کٹے ہوں اس کی قربانی بھی ناجائز ہے۔ اگر کان کا تیسرا حصہ یا اس سے کم کٹا ہو تو ایسے جانور کی قربانی جائز ہے۔

دم یا چکی بالکل کٹی ہو تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں اور اگر تہائی یا اس سے کم کٹی ہو تو اس کی قربانی جائز ہے، اس سے زیادہ ہو تو ناجائز ہے۔

نوٹ: جس جانور کا کان لمبائی کی جانب سے چیرا گیا یا اس کا اگلا یا پچھلا حصہ کٹا ہو یا کان پھٹا ہوا ہو تو ایسے جانور کی قربانی جائز ہے۔ جس جانور کے تھن کٹے ہوئے ہوں یا خشک ہو چکے ہوں اس کی قربانی ناجائز ہے۔ بکری میں ایک اور گائے میں دو تھنوں کا اعتبار ہوگا۔

---

[۱]......حضور سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کی تحقیق یہ ہے کہ سینگ کا جزوی یا کلی طور پر ٹوٹنا کوئی بھی صورت قربانی کے جواز سے مانع نہیں۔ ہاں اگر سینگ جڑ سے اکھڑ آئے یا سر کی ہڈی زخمی ہو جائے تو یہ عیب قربانی سے ضرور مانع ہے۔[فتاویٰ نوریہ، جلد۳، صفحہ ۴۷۱ تا ۴۸۰]

اندھا، کانا اور بھینگا جانور

بھینگے جانور کی قربانی جائز ہے، اندھے کی قربانی جائز نہیں اور کانا جانور جس کا کانا پن بالکل ظاہر ہو، اس کی قربانی بھی جائز نہیں۔ جس جانور کی نظر (بینائی) تیسرے حصے سے زیادہ چلی گئی ہو، اس کی قربانی ناجائز ہے۔ اگر تہائی یا اس سے کم بینائی ختم ہوگئی ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔

پاگل اور خارشی جانور

جو جانور پاگل ہوگیا ہو اگر وہ چارہ کھا سکتا ہے تو اس کی قربانی جائز ہے ورنہ نہیں، خارش والا جانور موٹا تازہ ہو تو اس کی قربانی جائز ہے اور اگر اتنا کمزور ہو کہ ہڈیوں میں مغز نہ رہا ہو تو اس کی قربانی ناجائز ہے۔

لنگڑا اور کمزور جانور

لنگڑا جانور قربان گاہ (جہاں اسے ذبح کرنا ہے) تک اپنے پاؤں سے چل کر نہ جا سکے تو اس کی قربانی جائز نہیں۔ جو جانور اتنا کمزور ہو کہ اس کی ہڈیوں میں مغز نہ رہا ہو، اس کی قربانی بھی جائز نہیں۔ معمولی کمزوری ہو تو جائز ہے۔ اگر ایک ٹانگ بھی کٹی ہوئی ہو تو اس جانور کی قربانی بھی جائز نہیں۔

جلّالہ اور خنثیٰ وغیرہ

جو جانور لید اور گوبر وغیرہ (گندگی) کھاتا ہو اس کی قربانی ناجائز ہے، البتہ اسے کچھ دن باندھ کر رکھا جائے، یعنی اونٹ ہو تو چالیس دن، گائے کو بیس دن، بکری کو دس دن باندھ کر چارہ دیں تو ان کی قربانی ہو سکتی ہے۔ جس جانور میں نر اور مادہ دونوں کی علامات ہوں وہ خنثیٰ ہے، اس کی قربانی ناجائز ہے۔ اگر کسی جانور کے مخصوص اعضاء کاٹ دیے گئے یا نکال دیے گئے ہوں تو اس کی قربانی جائز ہے۔

بعد میں عیب کا پیدا ہونا

خریدتے وقت جانور میں کوئی ایسا عیب نہ تھا جس کی وجہ سے قربانی ناجائز ہوتی، اس کے بعد عیب پیدا ہوگیا تو دیکھا جائے، اگر وہ شخص نصاب کا مالک ہے تو دوسرے جانور کی قربانی دے اور اگر مالک نصاب نہیں تو اسی کی قربانی کر دے اور اگر جانور میں پہلے سے عیب ہو لیکن قربانی سے پہلے وہ عیب ختم ہو جائے تو اس کی قربانی جائز ہے، مثلاً پہلے کمزور تھا، اب موٹا تازہ ہوگیا اور اگر ذبح کرتے وقت جانور کے اچھلنے کودنے سے کوئی عیب پیدا ہوا مثلاً ٹانگ ٹوٹ گئی تو اس کی قربانی جائز ہے۔

جانور کا مر جانا یا گم ہو جانا

اگر قربانی کا جانور مر جائے تو مالدار آدمی پر لازم ہے کہ دوسرے جانور کی قربانی کرے

جب کہ فقیر پر دوسرا جانور خریدنا لازم نہیں۔

اگر قربانی کا جانور گم ہو جائے یا چوری ہو جائے اور اب دوسرا جانور خرید لیا جائے، اس کے بعد پہلا جانور بھی مل جائے تو غنی کو اختیار ہے کہ دونوں میں سے ایک کی قربانی کرے اور فقیر دونوں کی قربانی کرے۔ (کیوں کہ غریب پر قربانی واجب نہیں مگر قربانی کی نیت سے جانور خرید لینے سے قربانی اس پر واجب ہوگئی اور وہ جانور قربانی کے لیے متعین ہو گیا۔ گم ہو جانے پر دوسرا جانور خریدا تو وہ بھی متعین ہو گیا، اب اگر پہلا گم شدہ یا چوری شدہ جانور مل گیا تو دونوں کی قربانی کرے کیوں کہ اس نے از خود اپنے اوپر ان کی قربانی کو لازم کر لیا)۔[ادارہ]

قربانی کے ایام اور وقت

قربانی کے تین دن یعنی دس، گیارہ اور بارہ ذی الحجہ ہیں، قربانی کا وقت دسویں ذوالحجہ کے دن صبح صادق کے طلوع ہونے سے بارہویں ذوالحجہ کا سورج غروب ہونے تک ہے، یہ تین دن اور دو راتیں ہیں اور ان کو ایام نحر کہتے ہیں۔ ان دو راتوں میں بھی قربانی ہو سکتی ہے، لیکن رات کے وقت ذبح کرنا مکروہ ہے، سب سے افضل دس ذوالحجہ، پھر گیارہ اور بارہ تاریخ ہے۔

نوٹ: ہمارے ہاں ہر سال عیدالاضحیٰ کے موقع پر غیر مقلد حضرات اشتہارات کے ذریعے انتشار پھیلاتے ہیں کہ قربانی چوتھے دن بھی ہے، حالانکہ خود ان کے اپنے مفتی، مفتی ابوالبرکات احمد نے فتاویٰ برکاتیہ، صفحہ ۲۹۰ پر لکھا ہے کہ ”چوتھے دن (قربانی) سنت نہیں ہے“۔

نماز عید کے بعد قربانی کرنا

اگر قربانی دیہات میں کی جا رہی ہو تو چونکہ وہاں عید کی نماز نہیں ہوتی اس لیے صبح صادق کے بعد کی جا سکتی ہے اور اگر شہر میں ہو تو جب تک شہر میں کسی ایک مقام پر نماز عید نہ پڑھی جائے قربانی کرنا جائز نہیں، امام کے سلام پھیرنے سے پہلے جو قربانی کی گئی وہ ادا نہیں ہوئی۔

افضل قربانی

اگر بکری کی قیمت اور گوشت اور گائے کی قیمت اور گوشت کا ساتوں حصہ برابر برابر ہو تو بکری کی قربانی افضل ہے اور اگر گائے کے ساتویں حصے میں بکری سے زیادہ گوشت ہو تو گائے افضل ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جب دونوں کی قیمت اور گوشت کی مقدار ایک جیسی ہو تو جس کا گوشت اچھا ہو وہ افضل ہے اور گوشت کی مقدار میں فرق ہو تو جس میں گوشت زیادہ ہو وہ افضل ہے۔

مینڈھا، بھیڑ سے اور دنبہ، دنبی سے افضل ہے بشرطیکہ قیمت اور گوشت میں برابر ہوں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ

بکری، بکرے سے افضل ہے لیکن خصی بکرا، بکری سے افضل ہے۔ گائے، بیل سے اور اونٹنی، اونٹ سے افضل ہے جب کہ گوشت اور قیمت میں برابر ہوں۔

ذبح کے وقت تکبیر و دعا

جانور کو چارہ اور پانی اچھی طرح دینے کے بعد پہلے چھری اچھی طرح تیز کر لی جائے اور پھر جانور کو بائیں پہلو پر لٹا کر اسے قبلہ رخ کیا جائے، اپنا دایاں پاؤں اس کے پہلو پر رکھ کر تیز چھری سے جلد ذبح کیا جائے، ذبح سے پہلے یہ دعا پڑھیں:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَ مَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَ بِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ بِکَ وَ مِنْکَ---

"بے شک میں نے خالصتاً اپنا رخ اس ذات کی طرف کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں، بے شک میری نماز اور قربانی، میری زندگی اور موت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ یا اللہ! یہ تیرے ہی لیے ہے اور تجھ ہی سے ہے"---

پھر بلند آواز سے پڑھیں:

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَکْبَرُ

ذبح کے بعد یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ خَلِیْلِکَ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ---

"یا اللہ! اس قربانی کو مجھ سے قبول فرما جس طرح تو نے اپنے خلیل حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور اپنے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے قبول فرمائی ہے"---

ذبح کا طریقہ

جانور کو اس طرح ذبح کیا جائے کہ چاروں رگیں کٹ جائیں یا کم از کم تین رگیں کٹیں، یہ چار رگیں حلقوم، مری اور ان کے ارد گرد دو رگیں ہیں، جن کو ودجین کہا جاتا ہے۔

حلقوم وہ رگ ہے جس کے ذریعے سانس آتا جاتا ہے اور مری رگ کے ذریعے کھانا پانی اترتا ہے۔ اگر تین رگیں کٹ گئیں تو جانور حلال ہوگا اور کم کٹیں تو حلال نہ ہوگا۔

کون ذبح کرے؟

قربانی کرنے والا اچھی طرح ذبح کرسکتا ہو تو خود ذبح کرے ورنہ وہاں موجود رہے، نبی اکرم ﷺ نے حضرت سیدہ خاتون جنت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو قربانی کے جانور کے پاس کھڑے ہونے کا حکم فرمایا تھا۔ قربانی کا جانور مسلمان سے ذبح کرایا جائے کسی مشرک سے ذبح کرایا تو وہ مردار ہے اور قربانی نہیں ہوگی۔ اسی طرح اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) سے ذبح کرانا بھی مکروہ ہے۔ ذبح کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ بلند آواز سے تکبیر پڑھے، اگر مالک نے بھی ساتھ ہی چھری پر ہاتھ رکھا تو اسے بھی بسم اللہ اللہ اکبر کہنا پڑے گا، جان بوجھ کر چھوڑنے سے جانور حلال نہ ہوگا۔

اگر قربانی نہ کرسکے

جس آدمی پر قربانی واجب تھی اگر وہ کسی وجہ سے قربانی نہ کرسکا اور قربانی کے دن (دس، گیارہ اور بارہ ذوالحجہ) نکل گئے تو جو جانور قربانی کے لیے خریدا تھا اسے صدقہ کردے اور اگر جانور نہیں خریدا تو ایک بکری کی قیمت صدقہ کردے۔

قربانی کا گوشت

قربانی کا بنیادی رکن خون بہانا یعنی جانور ذبح کرنا ہے، لہٰذا جب جانور کے گلے پر چھری پھیر دی اور وہ ذبح ہوگیا تو واجب ادا ہوگیا، اس کے بعد گوشت اور کھال وغیرہ کی حیثیت دوسرے درجہ کی ہے، اس لیے تمام گوشت گھر میں بھی رکھا جاسکتا ہے، لیکن قربانی کا تقاضا یہ ہے اور یہی مستحب ہے کہ اپنی خواہشات کو بھی قربان کیا جائے اور گوشت کے تین حصے کرکے ایک حصہ گھر والوں کے لیے رکھا جائے اور ایک حصہ غرباء اور مساکین میں تقسیم کیا جائے اور ایک حصہ دوست احباب کو بھیجا جائے۔

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ قربانی کے گوشت کو دنیوی مقاصد کی خاطر بطور رشوت استعمال کیا جاتا ہے، اچھا اچھا گوشت افسروں اور امراء، وزراء اور اس قسم کے لوگوں کو دیا جاتا ہے، اس قسم کا طریقہ قربانی کی روح کے منافی ہے، لہٰذا امراء اور غرباء کی تفریق مناسب نہیں بلکہ غرباء کا زیادہ خیال رکھنا چاہیے۔ اگر اہل وعیال اور اعزہ واقارب زیادہ ہوں تو تمام گوشت ان کے لیے بھی رکھا جاسکتا ہے۔

شرکاء میں گوشت کی تقسیم

اگر گائے یا اونٹ وغیرہ میں ایک سے زائد افراد شریک ہوں اور عام طور پر سات افراد شریک ہوتے ہیں، تو اس صورت میں تمام گوشت اکٹھا کرلیا جائے، اعلیٰ اور ادنیٰ کی تفریق نہ کی جائے، پھر وزن کر کے برابر تقسیم کیا جائے، محض اندازے سے تقسیم کرنا جائز نہیں اور یہ کہنا کہ اگر کسی کو زائد چلا گیا تو معاف کر دیں گے، صحیح نہیں۔ وزن کر کے برابر تقسیم کرنے کے بعد اپنے اپنے حصے میں سے کسی دوسرے کو دینے پر کوئی پابندی نہیں۔

غیر مسلموں کو گوشت دینا

قربانی کا گوشت امیر، غریب سب کو دیا جاسکتا ہے، حربی کافر کو قربانی کا گوشت نہیں دے سکتے، پاکستان میں بسنے والے غیر مسلم، حربی نہیں ہیں، لہٰذا انہیں دے سکتے ہیں۔

قربانی کی کھال

قربانی کا چمڑا اپنے کام میں لایا جاسکتا ہے لیکن اسے بیچ کر اس کی رقم خود نہیں رکھ سکتے، یعنی چمڑے کی کوئی چیز مصلّی وغیرہ بنا سکتے ہیں، اگر اسے بیچ دیا تو اس کی رقم صدقہ کرنا ہوگی، قربانی کی کھال یا اسے بیچ کر اس کی رقم غرباء اور مساکین کو دی جائے، خدمت خلق کے ادارے بالخصوص دینی تعلیمی ادارے اس کھال کے زیادہ مستحق ہیں کہ یہ صدقہ جاریہ ہے، علم دین کی تدریس، اشاعت اور تبلیغ پر مدد کرنا ہے۔ جانور کی رسی یا کپڑا وغیرہ جو جانور پر ڈالا گیا ہے یا اس کے گلے کا ہار وغیرہ بھی صدقہ کرنا ہوگا۔ قربانی کی کھالیں مساجد کو بھی دی جاسکتی ہیں۔

(اسی طرح امام مسجد کو بھی دی جاسکتی ہیں، بشرطیکہ تنخواہ کے طور پر نہ ہوں)---[ادارہ]

قصاب کی اجرت

قربانی کی کوئی چیز مثلاً چمڑا، گوشت وغیرہ کچھ بھی قصاب کو اجرت میں نہیں دے سکتے، اسے الگ اجرت دی جائے، البتہ وہ غریب ہونے کی وجہ سے مستحق ہو تو اس وجہ سے اسے کھال دینا جائز ہے، لیکن اجرت میں دینا جائز نہیں۔

جانور سے نفع حاصل کرنا

ذبح سے پہلے قربانی کے جانور کے بال اپنے کسی کام کے لیے کاٹ لینا یا دودھ دوہنا مکروہ

اور منع ہے۔اسی طرح اس پر سوار ہونا،کوئی چیز لادنا یا کرایہ پر دینا بلکہ کوئی بھی نفع حاصل کرنا جائز نہیں۔ اگر اون کاٹی یا دودھ دوہا یا کرایہ پر دیا تو یہ سب کچھ صدقہ کردے۔

قربانی کے جانور کا بچہ

قربانی کے لیے جو جانور خریدا، اگر قربانی سے پہلے اس کا بچہ پیدا ہو جائے تو اسے بھی ذبح کردے اور اگر اس بچے کو بیچ دیا تو وہ رقم صدقہ کرے، اگر ذبح نہ کیا اور قربانی کے دن گزر گئے تو اس بچے کو صدقہ کردے۔قربانی کا جانور ذبح کیا اور اس کے پیٹ سے بچہ نکل آیا تو اسے بھی ذبح کردیا جائے، اگر مرا ہوا ہو تو پھینک دیا جائے۔

جانور مخلوط ہو جائیں

دو یا تین آدمیوں نے قربانی کے لیے بکریاں خریدیں، اب یہ پتہ نہیں چل رہا کہ کس کی کون سی بکری ہے، تو ایک دوسرے کو وکیل بنادیں، اس طرح سب کی قربانی ہو جائے گی۔

چاند دیکھنے کے بعد حجامت نہ بنوانا

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"جس نے ذوالحجہ کا چاند دیکھا اور اس کا ارادہ قربانی کرنے کا ہے تو جب تک قربانی نہ کرے، بال اور ناخنوں سے نہ لے (یعنی نہ کاٹے)"---

لہٰذا قربانی کرنے والے کے لیے مستحب ہے کہ چاند دیکھنے کے بعد قربانی کرنے تک حجامت بھی نہ بنوائے اور ناخن بھی نہ کاٹے۔

غریبوں کی قربانی

۞ حدیث شریف کے مطابق جس شخص کے پاس قربانی کے لیے جانور نہ ہو یعنی وہ قربانی کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ ذوالحجہ کا چاند دیکھنے کے بعد نہ حجامت بنوائے، نہ ناخن کٹوائے بلکہ عید کے روز نمازِ عید سے فراغت کے بعد حجامت بنوائے اور ناخن کاٹے تو اسے قربانی کا ثواب مل جائے گا۔

۞ بارگاہِ رسالت ﷺ میں صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا:

یارسول اللہ! اگر کوئی فقیر ہو اور قربانی کی طاقت نہ رکھتا ہو تو کیا کرے؟ تو حبیبِ خدا ﷺ نے فرمایا کہ وہ عید کے بعد گھر میں دو رکعت نفل پڑھے، ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد سورۂ کوثر تین مرتبہ پڑھے، تو اللہ ﷻ اس کو اونٹ کی قربانی کا ثواب عطا فرمائے گا---[راحۃ القلوب]

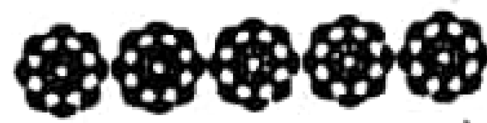
خلاصہ کلام

اگر آپ صاحب نصاب ہیں یعنی آپ کے پاس گھریلو ضروریات سے زائد ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت یا اتنی ہی مالیت کا (ضرورت سے زائد) سامان ہے اور آپ نے اتنا قرض نہیں دینا کہ قرض کی رقم نکال کر اب آپ کے پاس ساڑھے باون تولے کی قیمت سے کم رقم رہ جائے تو آپ پر قربانی واجب ہے۔ اگر آپ بالغ بیٹے، بیٹیاں اور بیوی بھی اسی طرح الگ الگ صاحب نصاب ہیں تو ان پر بھی الگ الگ قربانی واجب ہے۔ (ورنہ صرف آپ پر واجب ہے)

لہٰذا آپ ایک بکری خرید لیں یا گائے یا اونٹ میں ساتواں حصہ ڈال لیں۔ اسی طرح آپ کی اولاد اور بیوی بھی الگ الگ بکریاں لے لیں یا گائے وغیرہ میں حصہ ڈال لیں۔ بکری کی عمر کم از کم ایک سال، گائے کی عمر کم از کم دو سال اور اونٹنی کی عمر کم از کم پانچ سال ہو۔

یہ جانور عیب سے خالی ہوں، اتنا پاگل نہ ہو کہ چرنا چھوڑ دے، اتنا کمزور نہ ہو کہ ہڈی میں مغز نہ رہا ہو، خارشی ہونے کی وجہ سے بالکل کمزور نہ ہو گیا ہو، اندھا نہ ہو، کانا پن ظاہر نہ ہو، ایسا بیمار نہ ہو کہ چل نہ سکتا ہو، کان، دم، چکی تیسرے حصہ سے زائد نہ کٹی ہوئی ہو، کانوں سے خالی نہ ہو، تیسرے حصے سے زیادہ بینائی نہ چلی گئی ہو، دانت موجود ہوں۔ بکری کا ایک اور گائے کے دو تھن خشک یا کٹے ہوئے نہ ہوں، اس جانور میں نر اور مادہ دونوں کی علامتیں نہ ہوں، گندگی کھانے والا نہ ہو، اس کا پاؤں کاٹا ہوا نہ ہو، زبان ایسی کٹی ہوئی نہ ہو کہ چارہ نہ کھا سکتا ہو۔ اس جانور کی اچھی طرح خدمت کریں، قربانی سے پہلے اسے خوب کھلائیں پلائیں اور جب ذبح کرنے لگیں تو بھی چارہ اور پانی دیں، چھری تیز کریں لیکن جانور کے سامنے تیز نہ کریں۔ جب عیدالاضحیٰ کی نماز ہو جائے یعنی کسی ایک جگہ ہو جائے تو اب اس کی قربانی کریں، اگر پہلے دن نہ ہو سکے تو دوسرے دن کر لیں، ورنہ تیسرے دن کریں۔ رات کے وقت قربانی نہ کریں۔ اپنے ہاتھوں سے ذبح کریں، اگر ایسا نہ ہو سکے تو اس کے پاس کھڑے رہیں۔ ذبح کرنے کے لیے جانور کو بائیں پہلو پر لٹائیں اور اس کا رخ قبلہ کی طرف کریں، اپنا دایاں پاؤں اس کے پہلو پر رکھیں اور تیز چھری سے جلدی جلدی ذبح کر دیں۔ جب جانور ٹھنڈا ہو جائے اور روح بالکل نکل جائے تو کھال اتاریں اور گوشت تیار کرنے کے بعد اگر گائے میں شراکت تھی تو ترازو سے تول کر سات حصے برابر برابر کریں، صرف اندازے سے تقسیم جائز نہیں۔ بکری ہو یا گائے کا ساتواں حصہ، جو آپ کو ملا، اس گوشت کو

تین حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ گھر میں رکھ لیں، دوسرا حصہ دوست احباب اور رشتہ داروں کو دیں اور تیسرا حصہ غرباء و مساکین میں تقسیم کریں۔ جانور کی رسی، اس پر ڈالا گیا کپڑا اور گلے کا ہار وغیرہ صدقہ کر دیں۔ کھال خود استعمال کر سکتے ہیں لیکن اس کی قیمت خود نہیں رکھ سکتے۔ بہتر یہ ہے کہ کھال یا اس کی قیمت مستحق لوگوں کو دیں، خاص طور پر دینی مدارس کے طلباء کے اخراجات کے لیے دینے میں زیادہ ثواب ہے اور یہ صدقہ جاریہ ہے۔



عید اضحیٰ

عیدِ اضحیٰ ہے خداوندِ تعالیٰ کا کرم — سر بسجدہ اس کے آگے کیوں نہ ہوں اہلِ حرم
عیدِ اضحیٰ ہے عبودیت کی معراجِ کمال — عیدِ اضحیٰ رکھتی ہے بندے کی طاعت کا بھرم
عیدِ اضحیٰ عہد کی تجدید کا روزِ سعید — آج ہم کھاتے ہیں ملت کے تشخص کی قسم
عیدِ اضحیٰ سرِّ موجودات ، فکرِ آخرت — عیدِ اضحیٰ فارقِ تخییلِ موجود و عدم
عیدِ اضحیٰ شاہدِ عزم و عمل ہے بے گماں — دیں کی خاطر گردنوں کو بھی کٹا سکتے ہیں ہم
عیدِ اضحیٰ ہے کتابِ عشق و الفت کا سبق — دل کی آنکھوں سے ولیکن اس کو ہم پڑھتے ہیں کم

آزمائش سخت تھی، جس سے گزرنا تھا انھیں — لیکن ابراہیم تھے ہر راہ میں ثابت قدم
حکمِ خالق پر خلیل اللہ کا بھی تھا عمل — اس کے آگے تھا سرِ تسلیم بیٹے کا بھی خم
دیکھنا یہ ہے کہ قربانی کا ہے مفہوم کیا؟ — بکرے، مینڈھے تو بہت قربان کر سکتے ہیں ہم
گوشت اور خوں کی ضرورت کیا خدا کو دوستو! — قدر و قیمت آخرش جذبے کی ہو گی بیش و کم
سنتِ حضرت خلیل اللہ پر چل کر تو دیکھ! — بامِ رفعت پر تجھے لے جائیں گے نقشِ قدم

فکرِ ابراہیم لب پر ہے مگر کیا فائدہ — پوجتے ہیں سیم و زر کے خود تراشیدہ صنم
غیر اسلامی تمدّن کے ہیں جتنے دیوتا — شومیِ قسمت سے ہیں ان کے پجاری آج ہم
ہوں گے نادم اپنے اعمالِ زبوں کو دیکھ کر — عیدِ اضحیٰ پر گریبانوں میں گر جھانکیں گے ہم
اجتماعی جذبۂ ایثار گر پیدا نہ ہو — ہم بھریں گے کیسے ابراہیم علیہ السلام کی سنت کا دم

عہد پھر تازہ کریں ہم ہمت و ایثار کا
سر بسجدہ عید کو، محمود جب ہوں صبحِ دم

راجا رشید محمود



عشرۂ ذوالحجہ

مولانا حافظ نذیر احمد نوری

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''بقرعید کے دس دنوں میں جس قدر نیک عمل اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے، اس سے بڑھ کر کسی زمانے میں بھی اس قدر محبوب نہیں''---

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! (صلی اللہ علیک وسلم) کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی ان دنوں کی عبادت سے افضل نہیں؟''---

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جہاد فی سبیل اللہ بھی ان ایام سے افضل نہیں، مگر یہ کہ کوئی شخص اپنی جان و مال لے کر نکلے اور ان میں سے کچھ بھی واپس لے کر نہ لوٹے''---[مشکوٰۃ، بحوالہ بخاری]

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''بقرعید کے اوّل دس دنوں میں روزہ رکھنے سے ایک روزہ کا ثواب ایک سال کے

روزوں کے برابر ملتا ہے اور ان دنوں کی راتوں میں قیام کرنے سے شب قدر میں قیام کے برابر ثواب ملتا ہے''---[مشکوٰۃ، بحوالہ ترمذی]

نویں تاریخ کا روزہ

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے بقرعید کی نویں تاریخ کے روزے کے بارے میں فرمایا:

''میں اللہ تعالیٰ سے پختہ امید رکھتا ہوں کہ وہ اس (روزہ) کی وجہ سے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہوں کا کفارہ کردے گا''---[مسلم]

تکبیراتِ تشریق

نویں ذوالحجہ کی صبح سے لے کر تیرہویں ذوالحجہ کی عصر تک ہر نماز باجماعت کے بعد ایک مرتبہ تکبیر تشریق بآوازِ بلند پڑھنا واجب اور تین مرتبہ مستحب ہے۔ اگر امام بھول جائے تو مقتدی یاد کرادیں اور سبھی بلند آواز سے پڑھیں۔

شبِ عید کی عبادت

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جس نے دونوں عیدوں کی راتوں کو ثواب کا یقین رکھتے ہوئے زندہ رکھا، اس کا دل اس دن نہ مرے گا، جس دن لوگوں کے دل مردہ ہوں گے (قیامت کے دن خوف و گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا)''---[الترغیب والترہیب]

عید کی سنتیں

۱.....صبح سویرے اٹھنا ۲.....مسواک کرنا ۳.....خوش بو لگانا

۴.....غسل کرنا ۵.....نئے یا دھلے ہوئے کپڑے پہننا

۶.....سرمہ لگانا ۷.....ایک راستہ سے آنا اور دوسرے سے جانا

۸.....عید کے بعد مصافحہ کرنا ۹.....عیدگاہ جاتے وقت بلند آواز سے تکبیرات کہنا

۱۰.....جس کے ذمہ قربانی واجب ہے چاند رات سے نماز عید تک خط نہ بنوانا، ناخن نہ ترشوانا اور بال نہ بنوانا اور اگر کسی کو قربانی کی استطاعت نہ ہو تو وہ ایسا کرے تو اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل و کرم سے اسے قربانی کا ثواب عطا فرمائے گا۔

۱۱......عیدالاضحیٰ کی نماز سے پہلے کچھ نہ کھانا اور نماز کے بعد قربانی کا گوشت کھانا مستحب ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کی ضیافت ہے، لیکن اگر کچھ پہلے کھالیا جائے، جیسے ناشتہ یا چائے وغیرہ تو کوئی حرج نہیں۔

نمازِ عید کا طریقہ

عید کی نماز دو رکعت واجب ہے۔نیت یوں کریں:

''نیت کرتا ہوں دو رکعت نماز واجب عیدالاضحیٰ کی، ساتھ چھ زائد تکبیروں کے، خاص اللہ تعالیٰ کے لیے، منہ طرف قبلہ شریف کی، پیچھے امام کے اللہ اکبر''---

تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء پڑھیں، پھر ہاتھ اٹھا کر تین تکبیریں علیحدہ علیحدہ کہیں، تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لیں، پھر امام قراءت کرے گا، جسے خاموشی کے ساتھ سنا جائے، قراءت کے بعد حسبِ معمول رکوع و سجود کریں، پھر دوسری رکعت میں امام قراءت کرے گا، قراءت کے بعد تین تکبیریں ہاتھ اٹھا کر کہیں اور ہر مرتبہ ہاتھ چھوڑ دیں، چوتھی تکبیر بغیر ہاتھ اٹھائے کہہ کر رکوع میں چلے جائیں، باقی نماز حسبِ معمول مکمل کریں، بعد میں امام صاحب خطبہ پڑھیں، جس کو سننا ہر ایک پر واجب ہے۔

ایامِ عید

حضرت نبیشہ ہذلی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

''خبردار! یہ دن کھانے، پینے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے ہیں''---[ابوداؤد]

اس فرمانِ عالی شان کا مطلب یہ ہے کہ یہ دن اللہ تعالیٰ کی مہمانی کے ہیں، ان دنوں میں کھائیں، پیئیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں، روزہ نہ رکھیں۔

۱۰ر تا ۱۳ر ذوالحجہ اور عیدالفطر کے دن روزہ رکھنا حرام ہے۔عیدالاضحیٰ کے شروع کے ۹ر دن روزہ رکھنے کی بڑی فضیلت ہے، لیکن نویں تاریخ کے بعد روزہ حرام قرار دے دیا گیا۔حدیث شریف میں یہ بھی فرمایا کہ یہ دن اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے ہیں۔آج کل ہم نے کھانے پینے کو تو یاد رکھا، لیکن آخری بات یعنی اللہ کا ذکر، جو عید کی روح ہے، اس سے غافل رہتے ہیں۔ان دنوں میں اللہ تعالیٰ کا خوب ذکر کرنا چاہیے۔

آخر میں مَیں یہ بھی عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ایامِ جاہلیت میں اہل مکہ کا یہ دستور تھا کہ جب وہ جانوروں کی قربانی کرتے تھے، تو ان کا خون اور گوشت خانہ کعبہ کی دیواروں اور وہاں کے بتوں میں ڈال دیتے تھے اور عقیدہ رکھتے تھے کہ اس طرح ہماری قربانیاں بارگاہِ ربّ العزت میں قبولیت

کا درجہ حاصل کر لیتی ہیں، لیکن مسلمانوں کو بتایا گیا کہ تم ایسا عقیدہ مت رکھنا، تمہاری ان قربانیوں کا خون اور گوشت اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچتا، بلکہ اس تک تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَ لَا دِمَآءُ ھَا وَ لٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ﴾---[الحج:۳۷]

"اللہ تعالیٰ تک نہ تمہاری ان قربانیوں کے گوشت ہی پہنچتے ہیں اور نہ ان کا خون، لیکن اللہ تعالیٰ تک تمہاری پرہیز گاری اور تقویٰ پہنچتا ہے"---

دوسری بات یہ عرض کرنا ہے کہ قربانی اور دیگر نیک کاموں میں حلال اور طیب مال لگانا چاہیے۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے:

"بے شک اللہ پاک ہے اور وہ پاک (مال، قول، عمل) قبول فرماتا ہے"---

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ حرام سے پرہیز کرے، حلال کی فکر کرے، اگر چہ بظاہر وہ تھوڑا نظر آتا ہے، لیکن جو برکت اس میں ہے، وہ حرام مال سے کبھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل عطا فرمائے۔ آمین

❁❁❁❁❁

وفیات

گزشتہ دنوں:

آفتاب اشرفیت حضرت ڈاکٹر سید محمد مظاہر اشرف اشرفی الجیلانی کی ہمشیر اور حضرت صاحبزادہ ڈاکٹر سید محمد اشرف جیلانی، کراچی کی پھوپھی صاحبہ---

حضرت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری، لاہور کے برادر گرامی مولانا محمد عبد الغفار صابری---

حافظ محمد انور نوری، بھنگالی ضلع لاہور کی والدہ محترمہ---اور

مولانا محمد حسن نوری، بصیر پور کی نانی صاحبہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئیں---

انا للہ و انا الیہ راجعون

جانشین فقیہ اعظم الحاج صاحبزادہ مفتی محمد محب اللہ نوری مدظلہ العالی نے دعا فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازے---

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ و سلم علیہ و علی آلہ و اصحابہ اجمعین

❁❁❁❁❁

سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام

علامہ سید محمود احمد رضوی علیہ الرحمۃ

شیخ الانبیاء سیدنا ابرہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم وہ ہستی مقدس ہیں، جنہوں نے کفر کی اندھیاریوں میں توحید کی شمع روشن کی۔ راہ حق میں عیش وآرام، اہل وعیال، جان ومال ہر چیز قربان کر دی۔ رب العالمین کی بڑائی وکبریائی کے جھنڈے گاڑ دیے اور اولاد جیسی عزیز چیز نثار کردی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نبوت پا کر ستارہ پرستی کے خلاف سب سے پہلی آواز بلند کی اور ایک خدا کی پرستش کی دعوت دی۔ ان کے خاندان اور قوم نے ان کی مخالفت کی اور سخت تکلیفیں دیں، بالآخر آپ نے اپنا وطن چھوڑ کر شام ومصر وعرب کی طرف ہجرت فرمائی اور فاران کی وادی میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی سکونت مقرر فرمائی۔ یہ وادی کیا تھی، ایک ویرانہ تھا، جہاں دور دور تک آبادی کا نام ونشان نہ تھا۔ اس موقع پر جناب الٰہی میں عرض کی:

﴿رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ﴾---[ابراہیم]

”الٰہی! میں نے اپنی کچھ اولاد اس ویرانہ میں، جس میں کھیتی نہیں، تیرے مقدس گھر کے پاس آباد کی ہے“---

﴿وَ ارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرَاتِ﴾---[البقرہ]

''اور یہاں رہنے والوں کو پھلوں میں سے روزی عطا فرما''---

یہ اللہ ﷻ کے خلیل ہی کی مقدس دعا کا نتیجہ ہے کہ مکہ معظمہ کے بازاروں میں ہر وقت تازہ پھل، میوے، سبزیاں، ترکاریاں مل جاتی ہیں۔ اس بے آب و گیاہ زمین میں جناب اسماعیل علیہ السلام پیاس سے بے تاب ہوئے، تو آپ کی والدہ ماجدہ ہاجرہ[۱] پانی کی تلاش میں صفا و مروہ کے درمیان دوڑیں، پانی نہ ملا تو واپس ہوئیں، دیکھا کہ جناب اسماعیل علیہ السلام کے قدموں میں پانی کا چشمہ جاری ہو گیا ہے، آپ نے جب اس کی روانی دیکھی تو فرمایا ''زم زم'' ٹھہر ٹھہر، اسی لیے اس چشمہ کا نام زم زم ہو گیا۔[۲]

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی

جب جناب اسماعیل علیہ السلام نے چلنا شروع کیا اور وہ اپنے عظیم باپ کی بے پناہ محبت کا مرکز بن گئے تو اب خواب میں محبوب ترین چیز کی قربانی کا حکم ہوا۔ یہ محبوب ترین چیز بہرحال آپ کا نور نظر اور لخت جگر ہی تھا۔ جناب ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اس کے لیے بھی تیار ہو گئے۔ صفا وہ پہاڑی ہے، جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی سواری اور نوکروں کو چھوڑ کر اکیلے حضرت اسماعیل علیہ السلام[۳] کو لے کر آگے بڑھے اور مروہ وہ پہاڑی[۴] ہے جہاں آپ نے اپنے لخت جگر کی قربانی کرنی

[۱،۲]......حج میں صفا و مروہ کی جو سعی کی جاتی ہے، وہ جناب ہاجرہ کی اسی مضطربانہ دوڑ کی یادگار ہے۔ اللہ اکبر جب ان دو پہاڑوں کو جناب ابراہیم و ہاجرہ سے نسبت ہو گئی تو ان کی عظمت کا یہ عالم ہو گیا کہ قرآن نے اعلان کیا:

﴿اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ﴾---[البقرۃ]

''بے شک صفا و مروہ اللہ کی نشانیاں ہیں''---

اور پھر قرآن نے یہ بھی تصریح کی کہ ان نشانیوں کی تعظیم لازم و ضروری ہے اور تقویٰ سے ہے:

﴿وَ مَنْ يُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾---[الحج]

''جو اللہ کی نشانیوں اور یادگاروں کی تعظیم کرتا ہے تو وہ دلوں کے تقویٰ کے سبب سے ہے''---

[۳]......منیٰ کے مقام پر تین پتھر کے ستون ہیں، جنہیں حاجی کنکریاں مارتے ہیں۔ ارباب سیر کا بیان ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اسماعیل کو لے کر چلے تو راستہ میں تین مقامات پر شیطان ملا۔ اس نے کہا کہ اسماعیل تمہارے باپ تمہیں ذبح کرنے کے لیے لے جا رہے ہیں، حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ بھلا یہ ممکن ہے کہ باپ اپنے بیٹے کو ذبح کر دے۔

[باقی اگلے صفحہ پر]

چاہی، بہر حال اس مقام پر پہنچ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

﴿یٰبُنَیَّ اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی﴾---

''اے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں، تمہارا کیا خیال ہے''---

جواب میں جناب اسماعیل اپنے شفیق و مہربان باپ کی چھری کے نیچے اپنی گردن رکھ کر عرض کرتے ہیں:

﴿یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ﴾---

''اے باپ! جو آپ کو حکم ہوا ہے، وہ کر گزریے، اللہ تعالیٰ نے چاہا تو مجھے صابروں میں سے پائے گا''---

مروہ کی پہاڑی پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ جل جلالہ کا حکم سنایا تو مقدس فرزند بلا تکلف حکم الٰہی بجالائے۔ قرآن نے کہا:

﴿فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَ تَلَّہٗ لِلْجَبِیْنِ﴾---[الصّٰفّٰت]

[حاشیہ صفحہ گزشتہ]......شیطان نے کہا، ممکن تو نہیں مگر ابراہیم کا خیال ہے، خدا نے ان کو تمہاری قربانی کا حکم دیا ہے۔ اس پر حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا، اگر خدا کا حکم ہے تو ایک اسماعیل نہیں ہزار اسماعیل بھی ہوں تو وہ بھی اللہ کے حکم پر قربان کئے جاسکتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی شیطان نے اسی قسم کی گفتگو کی، مگر آپ نے شیطان کو جھڑک دیا اور رجم کیا (کنکریاں ماریں)۔ رجم کرنا پہلے زمانہ میں لعنت کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ شیطان کو رجیم اسی لیے کہتے ہیں۔ اور اسی لیے حج کے موقع پر تمام حاجی منیٰ میں ان ستونوں پر رمی جمار کرتے ہیں اور حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی پیروی میں شیطان کو کنکریاں مارتے ہیں۔ اگر چہ یہ واقعات سیر کے ہیں، مگر ان کی تائید و توثیق قرآن سے اور افعال حج سے ہوتی ہے اور یہ تو قطعی بات ہے کہ حج کے افعال و ارکان حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی مقدس ادائیں ہیں جو بارگاہ خداوندی میں اس درجہ مقبول و محمود ہوئیں کہ انہیں عظیم و جلیل عبادت قرار دے دیا گیا۔

[۴]......اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قربان گاہ مروہ اور پھر مکہ کی گلیاں ہیں (موطا امام مالک) لیکن جب مسلمانوں کی کثرت ہوئی اور قربانی کی کوئی حد نہ رہی، ادھر مروہ مکہ کا تمام میدان شہر اور آبادی میں تبدیل ہو گیا (اور اب صفا و مروہ کے صرف نشان باقی رہ گئے ہیں) تو شہر سے چند میل کے فاصلہ پر مقام منیٰ کو قربانی کے لیے منتخب کر لیا گیا۔

''تو جب دونوں نے ہمارے حکم پر گردن رکھی اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا''---

تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے گردن جھکا دی اور ابراہیم علیہ السلام نے حلقوم فرزند پر چھری چلا دی، لیکن چھری نے کام نہ کیا۔ ارباب سیر کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو غصہ آیا، چھری نے عرض کی: غصہ کیوں؟ فرمایا:

''تیرا کام کاٹنے کا ہے، کاٹتی کیوں نہیں؟''---

چھری نے عرض کی:

''آگ کا کام جلانے کا ہے، اس نے آپ کو جلایا کیوں نہیں؟''---

فرمایا:

''اللہ کا حکم تھا کہ اے آگ ابراہیم پر سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو جا''---

اس پر چھری نے عرض کی:

''ابراہیم! آگ کو ایک مرتبہ حکم آیا تھا اور مجھے ستر مرتبہ یہ حکم دیا گیا ہے کہ خبردار حلقوم اسماعیل کا ایک رواں بھی نہ کٹنے پائے''---

یہی سماں تھا کہ ندا آئی:

﴿وَ نَادَیْنٰہُ اَنْ یّٰٓاِبْرٰھِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ﴾---[الصّٰفّٰت]

''ہم نے ابراہیم کو پکارا کہ اے ابراہیم! تو نے اپنا خواب سچا کر دکھایا، ہم اسی طرح نیکوکاروں کو ثواب عطا فرماتے ہیں''---

﴿وَ فَدَیْنٰہُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ﴾---

''اور ہم نے ایک بڑی قربانی کے بدلے اسے (اسماعیل کو) چھڑا لیا''---

جبریل امین علیہ السلام بہشت سے ایک دنبہ لائے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ وہ ذبح ہوا۔ یہ تھی شیخ الانبیاء سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی آزمائش اور یہ تھا دونوں مقدس باپ بیٹے کی اطاعت خداوندی اور ﴿اَسْلَمْتُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ کا پُرخلوص عملی مظاہرہ۔ قلب و روح کی قربانی جذبات و خواہشات، آرزوؤں اور تمناؤں کی قربانی، اطاعت و عبودیت کا بے مثال منظر اور تسلیم و رضا اور صبر و شکر کی عدیم النظیر مثال، جس نے شیخ الانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا

خلیل اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا ذبیح بنا دیا۔

﴿اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ﴾---

''ہم نیکوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں''---

﴿اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا﴾---

''میں تمہیں (ابراہیم کو) لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں''---

﴿وَ لَقَدِ اصْطَفَیْنٰہُ فِی الدُّنْیَا﴾---

''بے شک ضرور ہم نے ابراہیم کو دنیا میں چن لیا''---

جناب ابراہیم علیہ السلام نے صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے عزیز و اقرباء کو چھوڑا اور خدا کی راہ میں کسی کی دوستی اور محبت کی پرواہ نہ کی، اس لیے قرآن کریم نے اعلان کیا:

﴿قَدْ کَانَتْ لَکُمْ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ فِیْ اِبْرٰھِیْمَ وَ الَّذِیْنَ مَعَہٗ﴾---[الممتحنۃ]

''تمہارے لیے ابراہیم اور ان کے ساتھیوں میں پیروی کا اچھا نمونہ ہے''---

سبحان اللہ! یہ عیدِ اضحیٰ کی قربانی، یہ لاکھوں فرزندانِ توحید کا منیٰ میں جانوروں کو قربان کرنا، یہ حج اور اس کے افعال و ارکان، کعبہ کا طواف، صفا و مروہ کی سعی، مقامِ ابراہیم پر دو رکعت نفل، احرام اور لبیک، یہ سب ابراہیمی یادگاریں ہیں۔ خلیل و ذبیح علیہما السلام اور حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس ادائیں ہیں اور انہیں کی پیروی ہے۔

حضرت ابراھیم کی پوری زندگی دعوت حق میں گزری

سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی پوری زندگی دعوتِ حق میں گزری اور اس راہ کی ہر آزمائش میں آپ ثابت قدم رہے۔ جب آپ نے دعوتِ حق کا آغاز فرمایا تو قوم نے قبولِ حق سے انکار کیا، بلکہ آپ کی جان کی دشمن ہو گئی۔ آپ کو اعلانِ توحید اور بت پرستی کے خلاف آواز اٹھانے کی پاداش میں آگ میں ڈالا گیا۔

﴿قَالُوا ابْنُوْا لَہٗ بُنْیَانًا، فَاَلْقُوْہُ فِی الْجَحِیْمِ﴾---[الصّٰفّٰت]

''بولے اس کے لیے ایک عمارت چنو، پھر اسے بھڑکتی آگ میں ڈال دو''---

نمرود کے حکم سے آگ کا زبردست اہتمام کیا گیا، دربار شاہی سجا، پوری قوم جمع ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے معصوم نبی کے ہاتھ پاؤں باندھ کر منجنیق کے ذریعہ بھڑکتی ہوئی آگ کے سپرد کر دیا گیا۔

یہ بڑا آزمائش کا وقت تھا، مگر خلیل اللہ علیہ السلام کے پائے استقلال میں جنبش نہ آئی، راہ حق میں آپ نے جان کی قربانی دے دی۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

نار نمرودی آپ کے لیے گل زار ہوئی اور جناب ابراہیم علیہ السلام کے اس ایثار و قربانی کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اور آگ کو حکم دیا:

﴿قُلْنَا یٰٓا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ﴾---

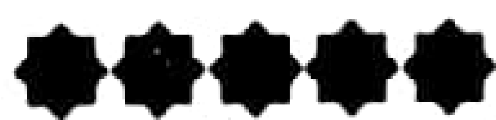
''اے آگ! ابراہیم پر سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو جا''---

پھر جب تبلیغ حق کی ساری کوششیں بیکار ثابت ہوئیں اور قوم قبول حق کی استعداد کھو چکی تو آپ نے عزیز سے عزیز شے محبت الٰہی پر نثار کر دی۔ وطن کو چھوڑا، خاندان سے منہ موڑا، مصر میں ایک عرصہ قیام کے بعد فلسطین آئے، حضرت سارہ کے کوئی اولاد نہ تھی، آپ نے حضرت ہاجرہ سے نکاح کیا، جن کے بطن سے جناب اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے اور بحکم خدا اپنے نور نظر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو جو ایک عمر کی تمنا اور بڑی دعاؤں کے بعد پیدا ہوئے تھے، سیکڑوں میل دور مکہ کے بے برگ و گیاہ، سنسان و ویران میدان میں اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا۔ آزمائشوں کا سلسلہ ابھی ختم نہ ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم پا کر اپنے عزیز اکلوتے فرزند کو قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ آپ کی انہیں قربانیوں اور ایثار و خلوص کا صلہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو امام و پیشوا بنایا اور فرمایا:

﴿وَ اِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ رَبُّہٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّھُنَّ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا﴾---

''اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے کچھ باتوں سے آزمایا تو اس نے وہ پوری کر دکھائیں، فرمایا میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں''---

یہ تھیں جناب ابراہیم علیہ السلام کی آزمائشیں اور یہ تھا حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کا صبر و شکر، تسلیم و رضا، خدا کی اطاعت، عبودیت اور کامل بندگی کا اظہار اور بے مثال اظہار۔



ماہ ذی الحجہ

علامہ مفتی محمد اشرف رضا قادری

ماہ ذی الحجہ اسلامی سال کا بارہواں مہینہ ہے، یہ نہایت خیر و برکت اور عظمت و حرمت والا مہینہ ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تمام مہینوں کا سردار ماہ رمضان ہے اور تمام مہینوں میں حرمت والا مہینہ ذی الحجہ ہے''---

ذی الحجہ کا عشرۂ اول

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَ الْفَجْرِ وَ لَیَالٍ عَشْرٍ﴾---

''اس صبح کی قسم اور دس راتوں کی''---

''لَیَالٍ عَشْرٍ'' کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ حضرت عباس و ابن عباس و عبداللہ بن زبیر و جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے:

''لَیَالٍ عَشْرٍ'' سے ذی الحجہ کے عشرۂ اول یعنی اس کی ابتدائی دس راتیں مراد ہیں''---[غنیۃ الطالبین]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''دنیا کے دنوں میں سب سے افضل ذی الحجہ کے دس دن ہیں''---

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! کیا ان دنوں عمل کے برابر راہ خدا میں جہاد کرنا بھی نہیں ہے؟''---

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''نہیں، البتہ اس شخص کی بزرگی کے برابر جس نے اپنا منہ خاک آلود کیا (یعنی شہید ہو گئے)''---

منقول ہے کہ جو شخص ان دس ایام کی عزت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ یہ دس چیزیں اس کو مرحمت فرما کر اس کی عزت افزائی کرتا ہے:

[۱]......عمر میں برکت
[۲]......مال افزونی
[۳]......اہل وعیال کی حفاظت
[۴]......گناہوں کا کفارہ
[۵]......نیکیوں میں اضافہ
[۶]......نزع میں آسانی
[۷]......ظلمت میں روشنی
[۸]......میزان میں سنگینی (وزنی ہونا)
[۹]......دوزخ کے طبقات سے نجات
[۱۰]......جنت کے درجات پر عروج

جس نے اس عشرہ میں کسی مسکین کو خیرات دی، گویا اس نے اپنے پیغمبروں کی سنت پر صدقہ دیا، جس نے ان دنوں میں کسی کی عیادت کی، اس نے اولیاء اللہ اور ابدال کی عیادت کی، جو کسی کے جنازہ کے ساتھ گیا، اس نے گویا شہیدوں کے جنازے میں شرکت کی، جس نے کسی مومن کو اس عشرہ میں لباس پہنایا، اللہ تعالیٰ اس کو اپنی طرف سے خلعت پہنائے گا، جو کسی یتیم پر مہربانی کرے گا، اللہ تعالیٰ اس پر عرش کے نیچے مہربانی کرے گا، جو شخص کسی عالم کی مجلس میں اس عشرہ میں شریک ہوا، وہ گویا انبیاء و مرسلین کی مجلس میں شریک ہوا۔[غنیۃ الطالبین]

عشرۂ اول کی نماز و روزہ

حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جس نے عشرۂ ذی الحجہ کی کسی رات میں پوری رات عبادت کی تو گویا اس نے سال بھر حج وعمرہ کرنے والوں کی سی عبادت کی اور جس نے عشرۂ ذی الحجہ کو روزہ رکھا، تو اس نے پورا سال عبادت کی''---[غنیۃ الطالبین]

حضرت سیدنا مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''عشرۂ ذی الحجہ میں عبادت کی کوشش کرو، عشرۂ ذی الحجہ کو اللہ تعالیٰ نے بزرگی عطا فرمائی ہے اور اس عشرہ کی راتوں کو بھی وہی عزت دی جو اس کے دنوں کو حاصل ہے''---

اگر کوئی شخص اس عشرہ کی کسی رات کے آخری تہائی حصہ میں چار رکعتیں مندرجہ ذیل طریقہ سے پڑھے گا تو اسے حج بیت اللہ اور روضۂ رسول اللہ ﷺ کی زیارت کرنے والے کے برابر

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ

ثواب ملے گا اور اللہ تعالیٰ سے جو کچھ مانگے گا، اللہ تعالیٰ اس کو عطا فرمائے گا۔

ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد آیت الکرسی تین بار، سورۂ اخلاص تین بار، سورۂ فلق وسورۂ ناس ایک بار پڑھے، نماز سے فارغ ہو کر دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھے:

سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَ الْجَبَرُوْتِ، سُبْحَانَ ذِی الْقُدْرَةِ وَ الْمَلَكُوْتِ، سُبْحَانَ الْحَيِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعِبَادِ وَ الْبِلَادِ، وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَكًا عَلٰی كُلِّ حَالٍ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِیْرًا رَبُّنَا جَلَّ جَلَالُهٗ وَ قُدْرَتُهٗ بِكُلِّ مَكَانٍ---

اس دعا کے بعد جو چاہے دعا کرے۔ اگر ایسی نماز عشرہ کی ہر ایک رات کو پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو فردوس اعلیٰ میں جگہ دے گا اور اس کے ہر گناہ کو محو کر دے گا، پھر اس سے کہا جائے گا کہ اب از سر نو عمل کر۔ [غنیۃ الطالبین]

حضرت سیدتنا ام المومنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

''حضور اقدس ﷺ چار چیزوں کو نہیں چھوڑتے تھے۔ عاشورہ وعشرۂ ذی الحجہ اور مہینے میں تین دن کے روزے اور فجر کے پہلے کی دو رکعتیں (یعنی سنتیں)''--- [بہار شریعت، بحوالہ نسائی]

یوم عرفہ

بقرعید کے مہینہ کی نویں تاریخ کو عرفہ کا دن کہتے ہیں۔ حضرت نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

''اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن اپنے بندوں پر نظر فرماتا ہے، تو جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوتا ہے، بخش دیا جاتا ہے''---

نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا:

''یہ مغفرت تمام لوگوں کے لیے ہے یا اہل عرفات کے ساتھ مخصوص ہے؟''---

انہوں نے فرمایا:

''یہ مغفرت تمام لوگوں کے لیے ہے''--- [غنیۃ الطالبین]

جناب طارق بن شہاب زہری سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کی:

''آپ لوگ ایک ایسی آیت پڑھتے ہیں کہ اگر وہ ہم پر نازل ہوتی اور اس کا روزِ نزول ہم کو معلوم ہوتا تو ہم لوگ اس روز عید مناتے''---

حضرت عمر فاروق ﷺ نے دریافت فرمایا وہ کون سی آیت ہے؟ یہودی نے کہا:

﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ......الخ﴾---

حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم ﷺ نے فرمایا:

''مجھے معلوم ہے کہ یہ آیت کس روز اور کہاں نازل ہوئی۔ یہ آیت عرفہ کے روز جمعہ کے دن نازل ہوئی، ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عرفات کے میدان میں ٹھہرے ہوئے تھے اور اللہ کا شکر ہے کہ یہ دونوں دن ہمارے لیے عید کے دن ہیں (جمعہ اور حج) اور جب تک ایک بھی مسلمان دنیا میں باقی رہے گا، یہ دن مسلمانوں کے لیے عید کا دن ہی رہے گا''---[غنیۃ الطالبین]

عرفہ کا روزہ و نماز

عرفہ کا روزہ غیر حاجیوں کے لیے سنت و باعث اجر ہے۔ حضرت ابو قتادہ ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

''مجھے اللہ پر گمان ہے کہ عرفہ کا روزہ ایک سال قبل اور ایک سال بعد کے گناہ مٹا دیتا ہے''---[صحیح مسلم و سنن ابوداؤد و غیرھما]

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

''رسول اللہ ﷺ عرفہ کے روزہ کو ہزاروں کے برابر بتاتے، مگر حج کرنے والے پر جو عرفات میں ہے، اسے عرفہ کے دن کا روزہ مکروہ ہے''---[بیہقی، طبرانی]

حضرت سیدنا ابو ہریرہ ﷺ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

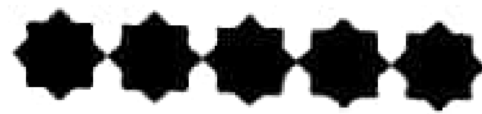
''جو شخص عرفہ کے دن ظہر و عصر کے درمیان چار رکعتیں اس ترتیب سے پڑھتا ہے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ ایک بار اور سورۂ اخلاص پانچ بار پڑھے تو اس کے لیے ہزاروں نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ قرآن کے ہر لفظ کے عوض جنت میں اس کا مرتبہ اتنا اونچا کیا جائے گا جس کی مسافت پانچ برس کی مسافت کے برابر ہوگی۔ قرآن کے ہر حرف کے عوض اللہ تعالیٰ ستر حوریں اس کو مرحمت فرمائے گا اور ہر حور کے ساتھ ستر خوان موتی اور یاقوت کے ہوں گے اور ہر خوان پر ہزار رنگ کے کھانے ہوں گے۔ ستر ہزار سبز رنگ کے گوشت ہوں گے، کھانے برف کی طرح سرد اور شہد کی طرح میٹھے اور مشک کی طرح خوش بودار ہوں گے۔ ان کھانوں کو نہ آگ نے چھوا ہوگا (یعنی آگ

سے پکایا نہیں گیا) اور نہ لوہے سے (گوشت کو) کاٹا گیا ہوگا۔ ہر لقمہ پہلے لقمہ سے بہتر ہوگا، اس کے پاس ایک ایسا پرندہ آئے گا جس کی چونچ سونے کی، بازو سرخ یاقوت کے ہوں گے، اس پرندے کے ستر ہزار پر ہوں گے، پرندہ ایسی زمزمہ سنجیاں کرے گا کہ کسی نے ایسی نہیں سنی ہوں گی۔ یہ پرندہ کہے گا اے اہل عرفہ! مرحبا"---

حضور ﷺ نے فرمایا:

"وہ پرندہ اس شخص کے پیالے میں گر جائے گا، اس کے ہر پر کے نیچے سے ستر قسم کے کھانے نکلیں گے جنتی ان کو کھائے گا، پھر وہ پرندہ اڑ جائے گا۔ اس نماز کے پڑھنے والوں کو (مرنے کے بعد) جب قبر میں رکھا جائے گا، تو قرآن کے ہر حرف کے عوض اس کی قبر جگمگا اٹھے گی، یہاں تک کہ وہ بیت اللہ کا طواف کرنے والوں کو دیکھ لے گا، اس کے لیے جنت کا ایک دروازہ کھول دیا جائے گا، اس دروازہ سے اس کو وہ ثواب اور مرتبہ دکھائی دے گا، جو اس کے لیے مخصوص ہوگا، اس کو دیکھ کر وہ کہے گا، الٰہی! قیامت برپا کردے"---[غنیۃ الطالبین]

یوم عرفہ میں بکثرت دعائیں واستغفار کرنا چاہیے، اس دن بندۂ مومن اخلاص کے ساتھ جو مانگتا ہے، رب تبارک وتعالیٰ اپنے فضل سے اسے خوب خوب نوازتا ہے۔



تعزیت

گزشتہ دنوں وابستگان دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف میں سے:

مولانا الحاج عبدالحق نوری، پاک پتن شریف، موصوف دارالعلوم ہٰذا کے قدیم فضلاء میں سے تھے---

مولانا الحاج محمد اکبر، چک 5.L\74، ساہیوال کی اہلیہ محترمہ---

مولانا عطا محمد گولڑوی، لاہور کی بھتیجی---

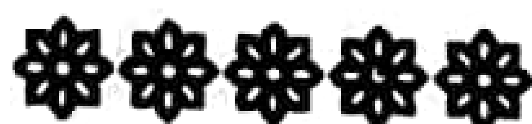
مولانا محمد عزیز نوری، دھرمہ والا دیپال پور کے چچا جان اور ماموں جان---اور

ڈاکٹر منظور احمد (ایم بی بی ایس) بصیر پور کی پھوپھی صاحبہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئیں---

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

جانشین فقیہ اعظم الحاج صاحبزادہ مفتی محمد محب اللہ نوری مدظلہ العالی نے دعا فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان مرحومین کی مغفرت فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازے-----

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللّٰہ و سلم علیہ و علٰی آلہ و اصحابہ اجمعین

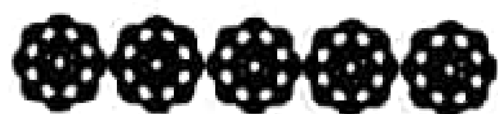


چار جانب مجھ کو وہ روضہ نظر آنے لگا

اللہ اللہ عشق کا کعبہ نظر آنے لگا
اے تصور، گنبد خضرا نظر آنے لگا
اب نگاہیں ہو چلیں میری حقیقت آشنا
چار جانب مجھ کو وہ روضہ نظر آنے لگا
عشق احمد ہو گیا ہے جب سے دل میں ضوفگن
مجھ کو اپنی زیست کا منشا نظر آنے لگا
جو یقیں والے ہیں، ان کو تو یقیں آ ہی گیا
بس گماں والوں نے پوچھا، کیا نظر آنے لگا
ان کی رحمت دیکھ کر، ان کی غلامی کے طفیل
اب تو مجھ کو غیر بھی اپنا نظر آنے لگا
ان کا درس زندگی دیکھا تو آنکھیں کھل گئیں
دل کو مہمل سا غم دنیا نظر آنے لگا
برکتیں بہزادؔ ہیں یہ سب درودِ پاک کی
قلب کی رگ رگ میں عشق ان کا نظر آنے لگا

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بہزاد لکھنوی



داستان حج

علامہ محمد منشا تابش قصوری

ایک بزرگ غلاف کعبہ کو پکڑے ہوئے بارگاہ الٰہی میں یوں عرض گزار ہیں:

"الٰہی! اس گھر کی زیارت کو حج کہتے ہیں اور کلمۂ حج میں دو حرف ہیں، ح اور ج۔ الٰہی! اگر "ح" سے تیرا حلم اور "ج" سے میرا جرم مراد ہے، تو اپنے حلم سے میرے جرم معاف فرما"---

آواز آئی:

"اے میرے بندے! تو نے کیسی عمدہ مناجات کی، پھر کہو"---

موصوف دوبارہ نئے انداز سے یوں گویا ہوئے:

"اے میرے غفار! تیری مغفرت کا دریا گنہ گاروں کی مغفرت کے لیے رواں دواں ہے اور تیری رحمت کا خزانہ سائلین کے لیے ہی ہے۔ الٰہی! اس گھر کی زیارت کو حج کہتے ہیں اور حج میں دو حروف ہیں، ح اور ج۔ اگر "ح" سے میری حاجت اور "ج" سے تیرا جود مراد ہے تو تو اپنے جودو کرم سے اس مسکین کی حاجت برلا"---

آواز آئی:

"اے جواں مرد! تو نے کیا خوب کہا، پھر کہہ"---

اس نے کہا:

"اے خالق کائنات! تیری وہ ذات پاک ہے، جس نے عافیت کا پردہ مسلمانوں کو مرحمت فرمایا، اس گھر کی زیارت کو حج کہتے ہیں اور حج میں دو حرف ہیں، ح اور ج۔ الٰہی! اگر "ح" سے میری ایمانی حلاوت مراد ہے اور "ج" سے تیری جہاں داری کی جلالت مراد ہے تو تو اپنی جہاں داری کی جلالت کی برکت سے مجھ ضعیف کے ایمان کی حلاوت کو محفوظ رکھ"---

آواز آئی:

''اے میرے مخلص اور عاشق صادق بندے! میرے حلم، میرے جود، میری جہاں داری کی جلالت سے جو کچھ تو نے طلب کیا، میں نے مرحمت فرمایا۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں، کوئی سائل ہی نہیں راہ دکھلائیں کسے کوئی راہ رو منزل ہی نہیں

تحفۂ حج

حضرت شیخ یحییٰ قدس سرہ العزیز جب حج سے فارغ ہوئے تو واپسی پر خانہ کعبہ کے دروازہ پر آ کر یوں التجا کی:

''الٰہی! شاہان دنیا کا دستور ہے کہ وہ اپنے خدام کو بوقت رخصت خدمت گاری کے صلہ میں بیش قیمت تحائف اور گوناگوں انعام واکرام سے عزت افزائی کرتے ہیں اور جب وہ خدام اپنے خویش واقرباء، احباء ورفقاء سے ملتے ہیں تو ان سے تحائف کے طالب ہوتے ہیں اور وہ خادم بادشاہ سے حاصل شدہ انعام وتحائف میں سے اپنے احباب واقارب کو دے کر مسرت وشادمانی کی دولت سے مالا مال کرتے ہیں۔

خداوندا! میں بھی تیرا بندہ ہوں اور تو بادشاہوں کا بھی حاکم و مالک ہے، الٰہی! میں چند روز تیرے اس حرمت والے گھر کی خدمت سے مشرف ہوا ہوں، اب میری واپسی کا وقت قریب ہے، کچھ تحائف تیرے آستان فیض رساں سے لے جانے کا ارادہ ہے اور وہ رحمت ومغفرت ہیں کہ جب میں صحیح وسالم اپنے وطن پہنچوں تو اپنے خویش واقرباء اور احباب ورفقاء کے مطالبہ پر پیش کرسکوں اور کہوں، عزیزو! میں دربار الٰہی سے تمہارے لیے رحمت ومغفرت کے دو تحفے لایا ہوں۔ اے میرے مولا! مجھے یہ تحفے عطا فرما تا کہ مجھے ان کے سامنے شرمسار نہ ہونا پڑے''---

آواز آئی:

''اے یحییٰ! جو تحفے تو اپنے دوستوں کے لیے چاہتا ہے، میں نے عطا فرمائے، ان کو میری رحمت ومغفرت کی بشارت دینا، بے شک میں کریم ہوں، جب گداگر اور بے نوا، کریم کے دروازے پر جاتا ہے تو وہ کریم اس کی مراد پوری کرتا ہے اور اس کی حاجت برلاتا ہے اور محتاج کی ضروریات پوری کرتا ہے، جاؤ میں نے اپنے جود وکرم کے بے پایاں دریا سے تجھے ایمان داروں کے لیے شفاعت، مغفرت اور رحمت کے تحفے عطا فرمائے''---

افسوس کہ اس کے برعکس آج کل کے حجاج کرام سے ان کے خویش واقرباء اور احباب کی فرمائشیں ہوتی ہیں کہ ہمارے لیے وہاں سے گھڑیاں، ریڈیو، ٹیپ ریکارڈ، سونا، چاندی، زیورات، کپڑا وغیرہ بطور تحائف لائیں یا خود معاشرتی جرائم کے دباؤ کے پیش نظر حجاج کرام میں سے اکثر اپنی ناک رکھنے کی

خاطر ان تکلفات میں پڑتے ہیں۔ باوجود قانونی پابندیوں کے پھر بھی مختلف حربوں سے ہر ممکن طریقہ سے ان اشیاء کو اپنے ساتھ لانے کے لیے اختیار کرتے ہیں۔ کئی مرتبہ تو کسٹم پر چیکنگ کے جرم میں قید و بند کی نوبت تک پہنچ جاتی ہے یا پھر کسٹم اسٹیشن پر متعین شریف عملہ کی مٹھی گرم کیے بغیر جان نہیں چھوٹتی۔ اگر ایسے واقعات جو کسٹم اسٹیشن پر حجاج کرام کو چیکنگ کے وقت پیش آتے ہیں، قلم بند کر کے انہیں کتابی شکل دے دی جائے اور بعد از طباعت حج و زیارت پر جانے والے حاجیوں میں تقسیم کی جائے تو اس طبقہ میں ان جرائم کا خاتمہ ہو جائے گا بشرطیکہ شریف عملہ بھی ایثار و قربانی پر گامزن ہو سکے۔ یوں بھی سامانِ دنیا کی طلب سے کہیں زیادہ سامانِ مغفرت و رحمت اور توشۂ آخرت کی فکر کرنی چاہیے۔

لا لبیک

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"میں متواتر چودہ سال تک حج کی سعادتِ عظمیٰ سے سرفراز ہوتا رہا اور ہر سال ایک درویش کو کعبہ معظمہ کا دروازہ پکڑے ہوئے دیکھا، جب وہ لبیک اللھم لبیک کہتا تو غیب سے آواز سنائی دیتی، لا لبیک۔ میں نے چودھویں سال اس شخص سے پوچھا کہ اے درویش تو بہرہ تو نہیں؟۔

اس نے کہا: "میں سب کچھ سن رہا ہوں"---

میں نے کہا: "پھر یہ تکلیف کیوں اٹھاتا ہے؟"---

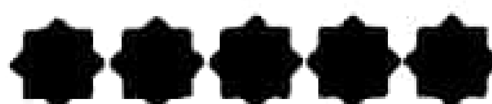
اس نے کہا: "یا شیخ! میں حلفیہ کہتا ہوں کہ اگر چودہ ہزار سال میری عمر اور بجائے سال کے ہر روز ہزار بار یہ جواب "لا لبیک" سنائی دے تو اس کے دروازے سے سر نہ اٹھاؤں گا"---

آپ فرماتے ہیں کہ ابھی ہم مصروف گفتگو تھے کہ اچانک آسمان سے ایک کاغذ اس کے سینہ پر گرا، اس نے وہ کاغذ میری طرف بڑھایا، میں نے پڑھا، اس پر درج تھا:

"اے مالک! تو میرے بندے کو مجھ سے جدا کرتا ہے کہ میں نے اس کے چودہ سال کے حج قبول نہیں کیے، ایسا نہیں بلکہ اس مدت میں آنے والے تمام حاجیوں کے حج تو اس کی پکار کی برکت سے قبول کیے گئے ہیں، اس لیے کہ کوئی بھی میری درگاہ سے ناامید واپس نہ جائے"---

﴿لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ﴾

شنیدم کہ در روز امید و بیم | بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم



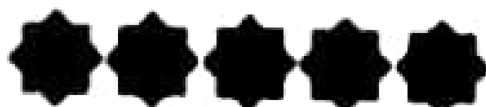
باب مدینۃ العلم

پیر طریقت حضرت ڈاکٹر سید محمد مظاہر اشرف الاشرفی الجیلانی مدظلہ العالی امیر حلقہ اشرفیہ پاکستان کے تأثرات

حضرت ڈاکٹر صاحب قبلہ کی زیرِ ادارت شائع ہونے والے مجلہ ماہ نامہ آستانہ، کراچی میں حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی شخصیت پر ایک مضمون شائع ہوا ہے، جس کے ضمن میں آپ نے حضرت صاحب زادہ محمد محب اللہ نوری مدظلہ العالی کی تصنیف ''باب مدینۃ العلم --- مرتضیٰ، مشکل کشا، مولیٰ علی'' کے بارے میں درج ذیل تأثرات رقم فرمائے:

''اس دور میں علمائے اہل سنت کے ایک فاضل، نوجوان مصنف، علامہ مفتی محب اللہ نوری اشرفی کے علوم میں اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے کہ انہوں نے مناقب حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر اپنی کتاب ''مرتضیٰ، مشکل کشا، مولیٰ علی'' تصنیف فرما کر اور اس کا دوسرا ایڈیشن کچھ اضافی معلومات کے ساتھ شائع کر کے اہل سنت کے علماء کی لاج رکھ لی اور بارگاہ علی المرتضیٰ شیر خدا میں مقبولیت حاصل کی --- اس کتاب کی خوبی یہ ہے کہ کوئی عبارت قرآن وحدیث کے احکامات سے متصادم نہیں --- تمام معلومات حقائق پر مبنی ہیں --- کاش ہمارے علمائے اہل سنت میں سے دیگر قلم کار بھی اس طرف توجہ دیں تو یہ مفروضہ ختم ہو جائے کہ صرف شیعہ ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اہمیت دیتے ہیں'' ---

[سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ، تحریر ڈاکٹر سید مظاہر اشرف، ماہنامہ آستانہ کراچی، صفحہ ۱۱]



قربانی --- مسائل واحکام

مولانا محمد ناصر خان چشتی

وجوب قربانی اور ملکیت نصاب

''قربانی'' ایک مالی عبادت ہے، جو ہر صاحب نصاب مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ مخصوص جانور کو مخصوص ایام (10، 11، 12/ذوالحجہ) میں تقرب الٰہی اور اجر و ثواب کی نیت سے ذبح کرنا قربانی ہے۔ مالک نصاب ہونے سے مراد اتنا مال ہے جو حاجت اصلیہ کے علاوہ دو سو درہم یعنی 52.5 تولے چاندی یا 7.5 تولے سونے کی سکہ رائج الوقت مالیت کے برابر ہو۔ واضح رہے کہ قربانی کے وجوب کے لیے محض مالک نصاب ہونا ہی کافی ہے اور نصاب پر پورا سال گزرنا شرط نہیں ہے۔

قربانی کا مجموعی وقت

قربانی کا مجموعی وقت دسویں ذوالحجہ کی صبح صادق سے لے کر بارھویں ذوالحجہ کے غروب آفتاب تک ہے، جب کہ قربانی کے لیے 10/ذوالحجہ سب سے افضل دن ہوتا ہے۔ گیارھویں اور بارھویں ذوالحجہ کی شب میں بھی قربانی ہو سکتی ہے مگر رات میں ذبح کرنا مکروہ ہے۔

شہر میں قربانی کا وقت

امام کے ساتھ نماز عید الاضحیٰ پڑھنے کے بعد قربانی کرنا بالاجماع جائز ہے اور امام اعظم سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''گاؤں اور دیہات والوں کے حق میں صبح صادق طلوع ہونے کے بعد قربانی کا وقت داخل ہو جاتا ہے، جب کہ شہر والوں کے حق میں جب تک امام نماز عید اور خطبہ

سے فارغ نہ ہوجائے، قربانی کا وقت داخل نہیں ہوتا اور اگر کسی نے اس سے پہلے قربانی کردی تو وہ جائز نہیں ہے، اسے دوبارہ قربانی کرنی ہوگی"۔۔۔

شہر میں قربانی کرنے کے لیے شرط یہ ہے کہ نماز عید کے بعد قربانی کی جائے اور دیہات میں چوں کہ نماز عید نہیں، اس لیے وہاں صبح صادق کے بعد قربانی کر سکتے ہیں۔ اگر شہر میں متعدد جگہوں پر نماز عید ہوتی ہو تو صرف پہلی جگہ نماز عید ہوچکنے کے بعد قربانی کرنا جائز ہے یعنی یہ ضروری نہیں ہے کہ عید گاہ میں نماز ہوجائے جب ہی قربانی کی جائے بلکہ اگر کسی مسجد میں ہوگئی اور عید گاہ میں نہیں ہوئی جب بھی ہوسکتی ہے۔

قربانی کی شرائط وجوب

قربانی ہر عاقل و بالغ اور مقیم و آزاد اور صاحب نصاب مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ فقیر و غریب، غلام، مسافر اور مجنون و پاگل اور نابالغ بچے پر فرض نہیں ہے۔

شرائط قربانی کا وقت میں پایا جانا

قربانی کی جملہ شرائط کا قربانی کے وقت میں پایا جانا ضروری ہے، مثلاً ایک شخص ابتدائی وقت میں کافر تھا اور پھر مسلمان ہوگیا اور ابھی قربانی کا وقت ہے تو اس پر قربانی واجب ہے جب کہ قربانی کی باقی شرائط بھی پائی جائیں۔ اسی طرح کوئی شخص اول وقت میں مسافر تھا، پھر اثنائے وقت میں مقیم ہوگیا اور نابالغ بچہ بالغ ہوگیا، تو اس پر بھی قربانی واجب ہے۔

مخصوص جانور کی قربانی

قربانی واجب ہونے کا سبب "وقت" ہے۔ جب وہ وقت (دس، گیارہ، بارہ ذوالحجہ) آجائے اور شرائط وجوب پائی گئیں تو قربانی واجب ہوگئی اور قربانی کا رکن "مخصوص جانور" کو قربانی کی نیت سے ذبح کرنا ہے۔ قربانی کی نیت سے دوسرے حلال جانور مثلاً مرغ وغیرہ کو ذبح کرنا جائز نہیں ہے۔ [درمختار، ردالمحتار]

فرداً فرداً قربانی کا وجوب

شریعت مطہرہ کے مطابق ہر عاقل و بالغ مسلمان مرد و عورت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے اعمال کا جواب دہ ہے، لہٰذا اگر کسی مشترکہ خاندان میں سے ایک سے زیادہ افراد صاحب نصاب ہیں تو سب پر فرداً فرداً قربانی واجب ہے، محض ایک کی قربانی سب کے لیے کافی نہیں ہوگی، بلکہ تعین کے بغیر ادا ہی نہیں ہوگی۔

ہر سال کی واجب قربانی

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اگر کوئی شخص دولت مند ہے اور وہ حضور پاک ﷺ کے لیے ایصال ثواب کی نیت سے قربانی کرنا چاہتا ہے، تو یہ بڑی خوش نصیبی کی بات ہے لیکن پہلے اسے اپنی طرف سے قربانی کرنی ہوگی، کیوں کہ وہ اس پر واجب ہے، حتیٰ کہ اگر وہ ہر سال صاحب نصاب ہوتا ہے تو اسے ہر سال پہلے اپنی طرف سے قربانی ادا کرنی ہوگی اور بعد میں چاہے تو کسی اور کی طرف سے قربانی کرسکتا ہے۔

ایصال ثواب کی نیت سے قربانی

اپنے فوت شدہ رشتہ داروں اور بزرگان دین کے لیے ایصال ثواب کی نیت سے قربانی کی جا سکتی ہے، یعنی اپنی واجب قربانی ادا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ توفیق دے تو اپنے مرحوم رشتہ داروں، بزرگان دین، اہل بیت اطہار، صحابہ کرام اور خصوصاً نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کے لیے ایصال ثواب کی نیت سے قربانی کرنا افضل اور باعث سعادت ہے اور کرنے والے کو نہ صرف اجرو ثواب پورا ملے گا بلکہ حضور سید عالم ﷺ کی نسبت سے اس کی قبولیت بھی یقینی ہے۔

موت و حیات اور وجوب قربانی

ہمارے معاشرے میں جہالت، کم علمی اور دین سے دوری کے سبب ایک نہایت غلط رسم یہ پائی جا رہی ہے کہ اگر کسی کے گھر میں کوئی مرگ واقع ہوجائے تو اس کے بعد جو پہلی عید قربان آتی ہے اس میں اس کے گھر والے فوت ہونے والے کے سوگ میں قربانی نہیں کرتے اور اس کو فوت ہونے والے کی تعزیت کے خلاف سمجھتے ہیں، ایسا کوئی تصور اسلام میں نہیں ہے، بلکہ ایسا تصور رکھنا قرآن وسنت کے خلاف ہے۔ موت وحیات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور قربانی اللہ تعالیٰ کا حکم شرعی اعتبار سے واجب ہے، اس کا ترک کرنا گناہ ہے، قیامت کے دن اس شخص کا مواخذہ ہوگا جو قربانی کرسکتا ہے مگر اس نے قربانی نہیں کی۔

قربانی کرنا ہی واجب ہے

قربانی کے وقت میں قربانی کرنا ہی واجب ہے۔ قربانی کا جانور یا اس کی قیمت صدقہ کر دینا جائز نہیں ہے اور اس سے واجب ادا نہیں ہوگا بلکہ قربانی واجب الاعادہ اور ضروری ہے۔ ہاں البتہ اس میں نیابت ہوسکتی ہے یعنی کسی نے دوسرے کو وکیل بنا دیا اور اس نے اس کی طرف سے قربانی کردی تو یہ جائز ہے۔ [فتاویٰ عالم گیری]

قربانی میں "عقیقہ" کا حصہ

مشترکہ گائے، اونٹ وغیرہ کی قربانی میں "عقیقہ" کا حصہ بھی ڈالا جا سکتا ہے۔ افضل و بہتر یہ

ہے کہ لڑکے کے لیے دو حصے اور لڑکی کے لیے ایک حصہ ہو، اگر دو حصوں کی استطاعت نہ ہو تو لڑکے کے لیے ایک حصہ بھی ڈالا جا سکتا ہے۔

وقتِ ذبح جانور کا بچہ نکلنا

قربانی کے جانور نے ذبح سے پہلے بچہ دے دیا یا ذبح کرنے کے بعد پیٹ سے زندہ بچہ نکلا تو دونوں صورتوں میں یا تو اسے بھی قربان کر دیں یا زندہ صدقہ کر دیں یا فروخت کر کے اس کی قیمت صدقہ کر دیں۔ اگر بچہ مردہ نکلے تو اسے پھینک دیں، قربانی ہر صورت میں صحیح ہے۔

قربانی کے جانور کا معیار

قربانی کا جانور تمام ظاہری عیوب سے سلامت ہونا چاہیے۔ اس سلسلہ میں فقہاء کرام نے یہ ضابطہ مقرر کیا ہے کہ ہر وہ عیب جو جانور کے کسی نفع یا حسن و خوب صورتی کو بالکل ضائع کر دے، اس کی وجہ سے قربانی جائز نہیں ہے اور جو عیب اس سے کم تر درجہ کا ہو تو اس کی وجہ سے قربانی ناجائز نہیں ہوتی۔ جس جانور کے دانت نہ ہوں لیکن اگر وہ چارہ کھا لیتا ہے تو اس کی قربانی جائز ہے، ورنہ نہیں۔ اگر جانور اندھا، کانا یا لنگڑا ہو اور اس کے عیوب بالکل ظاہر ہوں تو اس کی قربانی جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اگر اس کی بیماری ظاہر ہو، جس کے دونوں کان کٹے ہوئے ہوں، جس کی چکتی یا دُم بالکل کٹی ہوئی ہو یا جس کا پیدائشی کان نہ ہو، اس کی قربانی جائز نہیں ہے۔ جس کا ایک کان پورا کٹا ہوا ہو یا جس کا پیدائشی صرف ایک کان ہو اس کی قربانی بھی جائز نہیں۔ اگر کان، چکتی یا دم اور آنکھ کا زیادہ حصہ ضائع ہو گیا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں اور اگر کم حصہ ضائع ہوا ہو تو پھر قربانی صحیح ہے۔ جو جانور بھینگا ہو یا جس کا اون کاٹ لیا گیا ہو، اس کی قربانی بھی جائز ہے۔ خارش زدہ جانور اگر موٹا تازہ ہو تو اس کی قربانی جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے۔

صاحب نصاب اور عیب دار جانور

صاحب نصاب نے اس قسم کے عیب والے جانور کو خریدا یا خریدنے کے بعد اس میں کوئی ایسا عیب پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے قربانی ممنوع ہے، تو ہر صورت میں صاحب نصاب کا اس جانور کی قربانی کرنا جائز نہیں اور جو صاحب نصاب نہ ہو وہ ہر صورت میں اس جانور کی قربانی کر سکتا ہے۔ [شرح صحیح مسلم، از علامہ غلام رسول سعیدی، جلد ۶، صفحہ ۱۵۱]

بہ وقت ذبح عیب دار جانور کی قربانی

ذبح کرتے وقت قربانی کا جانور اچھلا کودا اور اس میں کوئی عیب پیدا ہو گیا یا ذبح ہوتے ہوئے اٹھ کر بھاگا اور وہ عیب دار ہو گیا تو اسے اسی حالت میں ذبح کر دیں، قربانی ہو جائے گی۔

افضل ترین قربانی کا بیان

حضرت بقیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ قربانی وہ ہے جو زیادہ مہنگی اور زیادہ فربہ ہو''---[سنن کبریٰ:۲۷۲/۹]

زیادہ فربہ، زیادہ حسین اور زیادہ قیمتی جانور کی قربانی مستحب اور افضل ہے۔ بکریوں کی جنس میں سرمئی رنگ کا سینگوں والا خصی مینڈھا افضل ہے۔ خصی جانور کی قربانی آنڈو کی بہ نسبت زیادہ افضل ہے، کیوں کہ اس کا گوشت لذیذ ہوتا ہے۔

قیمتی، فربہ اور لذیذ ترین جانور کی قربانی

اگر بکری کی قیمت اور گوشت، گائے کے ساتویں حصے کی قیمت اور گوشت کے برابر ہو تو بکری کی قربانی افضل ہے، کیوں کہ بکری کا گوشت لذیذ ہوتا ہے اور اگر گائے کے ساتویں حصے میں بکری سے زیادہ گوشت ہو تو گائے کی قربانی افضل ہے۔ نیز مینڈھا، بھیڑ سے اور دنبہ دنبی سے اور اونٹنی اونٹ سے افضل ہے، جب کہ ان کی قیمت اور گوشت برابر ہوں۔ گائے وغیرہ کے ساتویں حصے کی قربانی اور بکری کی قربانی میں اس جانور کی قربانی کرنا افضل ہے جس کی قیمت زیادہ ہو۔ اگر قیمتیں برابر ہوں تو پھر جس کا گوشت زیادہ لذیذ ہو اس جانور کی قربانی کرنا افضل ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ بالترتیب زیادہ قیمتی، زیادہ فربہ اور لذیذ ترین جانور کی قربانی افضل ہے۔

قربانی کے گوشت کا بیان

قربانی کے جانور کا گوشت خود کھانا اور دوسروں کو کھلانا مستحب ہے۔ افضل یہ ہے کہ گوشت کے تین برابر حصے کیے جائیں، ایک حصہ اپنے گھر والوں کے لیے، ایک حصہ فقیروں اور غریبوں کے لیے اور ایک حصہ اپنے دوست احباب کے لیے مخصوص کیا جائے۔

اگر قربانی کا سارا گوشت صدقہ کر دیا یا سارا اپنے لیے رکھ لیا تو یہ بھی جائز ہے اور اس کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ بھی گوشت ذخیرہ کر کے رکھے لیکن اس کو کھلانا اور صدقہ کرنا افضل ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص کثیر العیال (زیادہ اہل وعیال والا) ہو تو اس کے لیے افضل اپنے اہل وعیال کو کھلانا ہے۔[فتاویٰ عالم گیری]

مشترکہ قربانی اور برابر حصہ داری

گائے وغیرہ کی مشترکہ قربانی میں حصہ داری کی ہے تو لازمی ہے کہ گوشت وزن کر کے

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَہٗ

برابر برابر تقسیم کیا جائے، اندازہ سے تقسیم نہ کریں، کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ کسی کو گوشت زیادہ اور کسی کو کم ملے اور یہ ناجائز ہے۔ یہاں یہ خیال نہ کیا جائے کہ اگر کسی کو کم وبیش ملے تو ہر ایک حصہ دار دوسرے کو جائز (معاف) کردے گا، کیوں کہ یہاں عدم جواز حق شرع ہے اور اس کو معاف کرنے کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔

حلال جانور کے اعضائے ممنوعہ

شریعت کے مطابق ذبح کیے ہوئے حلال جانور کے مندرجہ ذیل اعضاء اور حصے کھانا ممنوع ہیں:
دم مسفوح (بہ وقت ذبح بہنے والا خون)، ذکر وفرج (جانور کے پیشاب کی جگہ)، خصیتین (کپورے)، مثانہ، دبر (جانور کے پاخانے کی جگہ)، حرام مغز، اوجھڑی اور آنتیں۔ ان میں دم مسفوح حرام قطعی اور باقی مکروہ تحریمی ہیں۔ [بہ حوالہ تفہیم المسائل]

ذبح کے وقت تکبیر و دعا

قربانی کرنے سے پہلے جانور کو پانی اور چارا دے دیں۔ چھری اچھی طرح تیز کر کے اور جانور کو بائیں پہلو پر لٹا کر اسے قبلہ رخ کرلیں، اپنا دایاں پاؤں اس کے پہلو پر رکھ کر تیز چھری سے جلدی ذبح کردیں اور ذبح سے پہلے یہ دعا پڑھ لیں:

اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ، اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ بِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ، اَللّٰھُمَّ لَکَ وَ مِنْکَ---

پھر بلند آواز سے "بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ" پڑھ کر ذبح کردیں اور ذبح میں چار یا کم از کم تین رگیں ضرور کٹنی چاہییں۔ ذبح کے بعد یہ دعا پڑھنی مستحب ہے:

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ خَلِیْلِکَ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ---

ضروری وضاحت

اگر ذبح کرنے والا یا دعا پڑھنے والا کوئی اور ہو تو پھر "مِنِّی" کی جگہ "مِنْ فُلَان (شخص کا نام)" کہے، اگر گائے واونٹ وغیرہ ہو تو تمام شرکاء قربانی کا نام لینا ضروری ہے۔
نیز یہ مستحب ہے کہ چھری تیز ہو اور گلے پر چھری پھیرنے کے بعد اتنی دیر انتظار کرنا مستحب ہے، جتنی دیر میں اس جانور کے تمام اعضاء ٹھنڈے ہوجائیں اور اس کے جسم سے جان نکل جائے

اوراس کا جسم ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کی کھال اتارنا مکروہ ہے۔

قربانی کی کھالیں

قربانی کی کھال کو اپنے استعمال میں بھی لایا جاسکتا ہے، مثلاً اس سے جائے نماز، موزے اور مشکیزہ وغیرہ بناسکتے ہیں جب کہ قربانی کی کھال بیچ کر اس کی رقم اپنے استعمال میں نہیں لاسکتے بلکہ اس کل رقم کو صدقہ کر دینا واجب ہے۔ اسی طرح قربانی کے جانور کی کھال یا گوشت قصاب وقصائی کو اجرت کے طور پر دینا جائز نہیں ہے۔

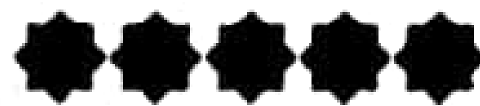
قربانی کی کھال اور اعانت دین

قربانی کی کھالیں کسی نادار و مفلس، غریب اور مستحق کو بھی دے سکتے ہیں، البتہ **دینی اداروں** اور **مدارس** کو دینا افضل ہے، کیوں کہ یہ تبلیغ واشاعت دین کے کام میں اعانت ومدد بھی ہے اور صدقہ جاریہ بھی ہے۔

تکبیرات تشریق

۹/ذوالحجہ کی نماز فجر سے ۱۳/ذوالحجہ کی نماز عصر تک ہر باجماعت نماز کے بعد ایک مرتبہ بلند آواز سے یہ تکبیرات پڑھنا واجب ہے اور تین مرتبہ پڑھنا افضل ومستحب ہے۔ عیدگاہ آتے جاتے بھی بہ آواز بلند یہ تکبیرات پڑھنی چاہئیں:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ---



قربانی کے جانور

قربانی کے لیے چھ قسم کے جانور مقرر ہیں--- گائے، بھینس، اونٹ، بکری، مینڈھا اور دنبہ--- ان میں نر ہوں یا مادہ، سب کی قربانی جائز ہے--- ان کے علاوہ اور کسی جانور کی قربانی جائز نہیں، اگرچہ کتنا ہی زیادہ قیمتی ہو---

اونٹ پانچ سال کا، گائے، بھینس دو سال کی، بکری، مینڈھا ایک سال کا ہونا ضروری ہے، اگر عمر اس سے ایک دن بھی کم ہو تو قربانی جائز نہیں ہوگی، البتہ اگر چکی والا دنبہ چھ ماہ کا فربہ ہو کہ سال والوں میں مل جائے اور اس کا پتا نہ چل سکے تو اس کی قربانی جائز ہے---

[علامہ حافظ نذیر احمد نوری]

اوجھڑی کا مسئلہ

امام اہل سنت مفتیٔ اعظم پاکستان شیخ الحدیث والتفسیر علامہ ابوالبرکات
سید احمد شاہ صاحب قدس سرہ العزیز (حزب الاحناف، لاہور) کا فتویٰ

سوال

حلال جانور میں کون کون سے حصے کھانے حرام ہیں، نیز بکرے کے کپوروں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

ریاض احمد، جماعت دہم، حافظ آباد

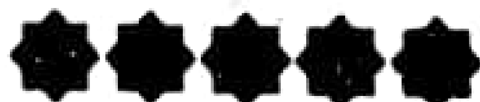
الجواب

نر، مادہ کی شرم گاہ، پتہ، حرام مغز، کپورہ، خون، پھلنا (مثانہ)---

اگر اوجھڑی خوب صاف کر لی جائے کہ اس میں بالکل بو باس نہ رہے تو بلا کراہت جائز ہے۔ کذا فی البدائع---

پنجاب میں کپورہ کھانے کا بکثرت رواج ہے اور بعض کباب فروش ایک ہی توے میں گردے، کباب کی ٹکیاں تلتے ہیں اور ساتھ ہی اسی چربی، گھی یا تیل میں کپورے بھی بھونتے ہیں اور کپوروں کا عرق ان کبابوں میں بھی شامل ہوتا ہے، وہ بھی کپوروں کی طرح حرام و ممنوع ہو جاتے ہیں---

[ماہنامہ رضوان، لاہور، ۷ تا ۱۴ مارچ ۱۹۵۴ء]



قربانی کے جانور---عمر یا دانت؟

ابوالانعام محمد رمضان المحقق النوری علیہ الرحمہ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اندریں مسئلہ کہ:

۱ قربانی کے جانوروں میں عمر کا اعتبار ہے؟

۲ ان کے دانتوں کا کیا اعتبار ہے؟ بینوا توجروا---

السائل

ابوالجمیل نذیر احمد ظہیر

منچن آباد (بہاول نگر)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیَ التَّحْقِیْقَ وَ الصَّوَابَ

قربانی کے جانوروں میں صرف عمر کا اعتبار ہے، صحیح مسلم، جلد۲، صفحہ ۱۵۵/سنن ابوداؤد، جلد۲، صفحہ ۳۰/مشکوٰۃ شریف، صفحہ ۱۲۷ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا تَذْبَحُوْا اِلَّا مُسِنَّۃً اِلَّا اَنْ یَّعْسُرَ عَلَیْکُمْ

فَجَذَعَةً مِنَ الضَّأْنِ---

''رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ صرف مسن کی قربانی کرو مگر دشواری ہو تو چھ ماہ کا دنبہ کرلو''---

اس حدیثِ پاک کے تحت اس مسنہ کی تشریح اشعۃ اللمعات، جلد۱، صفحہ۶۰۸/عون المعبود شرح ابوداؤد، جلد۳، صفحہ۵۲، میں اس طرح مذکور ہے:

وَالنَّظْمُ مِنْهُ مُسِنَّةٌ بِضَمِّ الْمِیْمِ وَ کَسْرِ السِّیْنِ وَالنُّوْنِ الْمُشَدَّدِ قَالَ ابْنُ الْمَلِکِ هِیَ الْکَبِیْرَةُ بِالسِّنِّ فَمِنَ الْاِبِلِ الَّتِیْ تَمَّتْ لَهَا خَمْسُ سِنِیْنَ وَدَخَلَتْ فِی السَّادِسَةِ وَمِنَ الْبَقَرِ الَّتِیْ تَمَّتْ لَهَا سَنَتَانِ وَدَخَلَتْ فِی الثَّالِثَةِ وَمِنَ الضَّأْنِ وَالثَّنِیِّ مَا تَمَّتْ لَهَا سَنَةٌ (اِلٰی اَنْ قَالَ) فَالْمُسِنَّةُ وَالثَّنِیُّ مِنَ الضَّأْنِ وَالْمَعْزِ عِنْدَ الْحَنَابِلَةِ وَالْحَنَفِیَّةِ مَا تَمَّتْ لَهَا سَنَةٌ وَعِنْدَ الشَّافِعِیَّةِ وَاَکْثَرِ اَهْلِ اللُّغَةِ مَا اسْتَکْمَلَ سَنَتَیْنِ---

''حضرت ابن الملک نے فرمایا کہ مسنہ وہ ہے جو عمر کے ساتھ بڑی ہو، تو اونٹ سے مسنہ وہ ہے جس کے پانچ سال پورے ہوں اور چھٹے سال میں داخل ہو، گائے سے مسنہ وہ ہے جس کے دو سال پورے ہوں اور تیسرے سال میں داخل ہو اور بھیڑ دنبہ بکری سے مسنہ وہ ہے جس کو ایک سال ہو جائے''---

''آگے فرمایا کہ مسنہ اور ثنی، بھیڑ بکری سے احناف اور حنابلہ کے نزدیک وہ ہے جو ایک سال کا ہو اور شوافع اور اکثر اہلِ لغت کے نزدیک وہ ہے جو دو سال پورے کرلے''---

اور امام ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ فتح الباری شرح بخاری، جلد۱۲، صفحہ۲۸۷ میں فرماتے ہیں:

وَالْاَسْنَانُ جَمْعُ سِنٍّ وَ الْمُرَادُ بِهِ الْعُمُرُ---

''اور اسنان سن کی جمع ہے اور اس سے مراد عمر ہے''---

اس مسن اور ثنی کی تشریح میں لغت کی معتبر کتابیں تاج العروس، جلد۱۰، صفحہ۶۲/لسان العرب، جلد۱۴، صفحہ۱۲۳/نہایہ، جلد۱، صفحہ۱۶۱/لغات الحدیث، جلد۱، صفحہ۵۳ میں مذکور عبارت یہ ہے:

وَ النَّظْمُ مِنْهُ---

''امام احمد بن حنبل نے فرمایا:

ثنیة (جس کی قربانی کا حدیث پاک میں امر ہے) سے مراد وہ بکری ہے جو ایک برس کی ہو کر دوسرے میں لگی ہو اور گائے جو دو برس کی ہو کر تیسرے میں لگی ہو اور اونٹنی جو پانچ برس کی ہو کر چھٹے میں لگی ہو اور نر کا بھی یہی حکم ہے"---

تاج العروس، لسان العرب اور نہایہ مذکورہ کی عبارت یہ ہے:

وَ عَلٰی مَذْهَبِ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ مَا دَخَلَ مِنَ الْمَعْزِ فِی الثَّانِیَةِ وَ مِنَ الْبَقَرِ فِی الثَّالِثَةِ---الخ

فتاویٰ نذیریہ میں ہے:

"سن بکری کا ایک سال یعنی پورا اور دوسرا شروع اور گائے اور بھینس کا دو سال یعنی پورے اور تیسرا شروع اور اونٹ کا پانچ سال اور چھٹا شروع......الخ"---

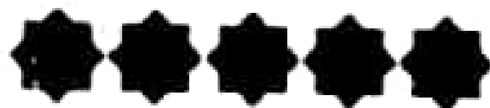
اس حدیث پاک کے کلمات جَذَعَةً مِنَ الضَّأْنِ کی تشریح شرح مسلم امام نووی، جلد۲، صفحہ۱۵۵ میں ہے:

مَالَهٗ سَنَةٌ تَامَّةٌ هُوَ الْاَصَحُّ عِنْدَ اَصْحَابِنَا وَ هُوَ الْاَشْهَرُ عِنْدَ اَهْلِ اللُّغَةِ وَ غَیْرِهِمْ وَ قِیْلَ مَالَهٗ سِتَّةُ اَشْهُرٍ قِیْلَ سَبْعَةٌ وَ قِیْلَ ثَمَانِیَةٌ قِیْلَ عَشَرَةٌ......الخ---

"جذعہ وہ ہے جو ایک سال کا ہو، یہی ہمارے اصحاب کے نزدیک بہت صحیح ہے اور اہل لغت وغیرہ کے نزدیک زیادہ مشہور ہے اور کہا گیا ہے کہ جذعہ چھ ماہ کا ہے اور کہا گیا ہے کہ سات ماہ کا اور کہا گیا ہے کہ آٹھ ماہ کا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دس ماہ کا جذعہ ہوتا ہے"---

ان تصریحات اور عمروں میں اختلاف اور تعینات سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کے جانوروں میں عمر کا اعتبار ہے، ورنہ دانتوں یعنی دو دانتوں کے گرنے (دوندا ہونے) کا ذکر کرتے۔

وَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی
عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَ اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ بَارَکَ وَسَلَّمَ

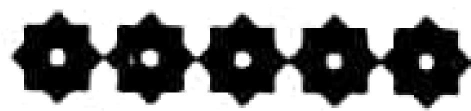


سعودی عرب

غیر مسلموں کی مصنوعات کے لیے سونے کی کان؟

خالد محمود ہاشمی

سعودی معاشرہ اب وہ نہیں رہا جو چار عشروں پہلے تھا، اب یہ جدت پسند معاشرہ بن چکا ہے--- اب سعودی خواتین گھروں تک مقید نہیں، وہ ہر روز باقاعدگی سے حرمین شریفین آتی ہیں، جدید ترین مارکیٹوں میں خریداری کرتی ہیں--- جاپان، چین، امریکہ، فرانس، جرمنی اور بھارتی مصنوعات کی سب سے بڑی منڈی سعودی عرب ہے--- سعودی عرب میں زائرین حج وعمرہ کی تعداد ایک کروڑ سے زائد ہے، ہر زائر کم از کم ایک سے دو ہزار ریال خرچ کرتا ہے--- سعودی تاجروں کو زائرین کی بدولت سالانہ بیس سے بائیس ارب ریال کی آمدنی ہوتی ہے--- گویا دنیا بھر میں ۲۲/ارب ریال کی تجارت زائرین حج وعمرہ کی مرہون منت ہے--- صرف چین اور جاپان سے سالانہ ڈیڑھ ارب تسبیح اور ڈیڑھ کروڑ جائے نمازیں درآمد کی جاتی ہیں، گھڑیوں کا تو کوئی شمار نہیں--- چین اور جاپان تسبیحوں اور ٹوپیوں کی سعودی عرب برآمد سے سالانہ پانچ ارب ریال کما رہے ہیں، اس کمائی کا پانچواں حصہ بھی اگر ہمیں مل جائے تو ہمارا تجارتی عدم توازن درست ہوسکتا ہے--- دنیا کے صنعتی اور ترقی یافتہ ممالک کی نظریں عرب ممالک بالخصوص سعودی عرب میں اپنے مال کی کھپت پر ہیں، اس لیے کہ دنیا بھر میں کوئی ایک ملک بھی ایسا نہیں جہاں اس قدر شاپنگ ہوتی ہو، جتنی سعودی عرب میں ہوتی ہے--- دنیا بھر کے تمام مینوفیکچررز گاہکوں کی اتنی بڑی تعداد کے پیچھے بھاگ رہے ہیں--- سعودی منڈی دنیا کے ان مینوفیکچررز کے لیے نعمت عظمیٰ ہے، یہ وہ منڈی ہے جسے کبھی کساد بازاری اور مندے کا سامنا نہیں کرنا پڑتا، نہ پڑے گا، یہ قیامت تک چلنے والا بارونق بازار ہے، اس بازار کی رونق دعائے خلیل (علیہ السلام) ہے--- ہم (پاکستانی) اپنے لیے نئی منڈیاں تلاش کرنے کی بجائے زائرین عمرہ سے چھوٹی چھوٹی رقمیں لوٹنے میں مصروف ہیں، وزیراعظم شوکت عزیز ٹریول ایجنٹوں کے احتساب کی تدبیر تلاش کریں، ساتھ ہی تسبیح ٹوپی کے حوالے سے سعودی تجارت میں پاکستان کی شمولیت کے طریقوں پر بھی غور کریں--- اگر ہمارا جگری دوست جائے نماز، تسبیح کے حوالے سے ہم سے تعاون کرلے تو ہماری غربت کے پیوندوں کی تعداد ضرور گھٹ سکتی ہے--- امریکہ صرف سعودی عرب کو ادویات کی برآمد سے ایک ارب ڈالر کما رہا ہے، جاپان گاڑیوں کے نت نئے ماڈلوں کی برآمد سے دس ارب ڈالر کما رہا ہے--- سعودی عرب تمام غیر مسلموں کی مصنوعات کے لیے سونے کی کان ہے، وہ اس کان سے کیسے دور رہ سکتے ہیں؟--- [روزنامہ نوائے وقت، ۲۶/نومبر ۲۰۰۴ء]



ذوالحجۃ المبارکہ

مولانا ابوالفضل محمد نصر اللہ نوری علیہ الرحمۃ

نحمدہ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

یہ مہینا رحمت خداوندی کا خزینہ اور لطف الٰہی کا نگینہ ہے، یہی وہ واحد مہینا ہے، جس میں خداوند تعالیٰ کی ایک خصوصی عبادت ہے، جو مجموعۂ عبادات ہے اور رکن اسلامی کی طرف جس کی نسبت واضافت ہے۔ عوام اس ماہ کو قربانی کا چاند کہہ کر عبادت کی طرف منسوب کرتے ہیں، کہ یہ ماہ شعائر اللہ میں داخل ہے، بلکہ کافی شعاروں کا مجموعہ بھی ہے، تو بحکم آیت کریمہ:

﴿و من یعظم شعائر اللہ فانها من تقوی القلوب﴾---[۱]

''اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیز گاری سے ہے''---

اس ماہ کی تعظیم ضروری ہوئی اور حسب طاقت عبادت کرنا، خصوصاً وہ عبادت جس کا اس مہینا میں شرع نے حکم دیا ہے۔ یہ وہی مبارک مہینہ ہے کہ عشاقِ مدینہ سکینہ سرور سینہ اور عارفین فریضہ حج جس کی انتظار کرکے مولانا رومی علیہ الرحمہ کے اس بابرکت شعر کے مصداق بنتے ہیں:

ہر کسے کو دور ماند از اصل خویش
باز جوئند روزگار وصل خویش

اس ماہ کی آمد سے ابھی دو تین ماہ باقی ہی ہوتے ہیں کہ اکنافِ عالم سے عشاق کے قافلے یکے بعد دیگرے حجاز مقدس میں جمع ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ مدینہ طیبہ میں حاضر ہوکر گنبد خضراء

کے نظارے دیکھتے ہیں، مواجہہ شریفہ کے سامنے اپنے اپنے عاشقانہ انداز میں صلوٰۃ وسلام عرض کرتے ہیں۔ مکہ مکرمہ میں حاضر ہو کر والہانہ شان میں بیت اللہ شریف کے گرد گھومتے ہیں اور حجر اسود چومتے ہیں۔ پھر اسی مہینا میں صفا و مروہ کے درمیان سعی اور عرفات و مزدلفہ کے نظارے کرتے ہیں۔ اللہ اللہ! امیر و فقیر اور غنی و گدا سب کے سب ایک ہیئت میں ایک میدان میں جمع ہو کر اس واحد حقیقی کی عبادت میں معروف ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس عظیم الشان اجتماع کو دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

''عرفہ کے دن اللہ سبحانہ وتعالیٰ آسمانِ دنیا کی طرف (بلا کیف) نزول فرماتا ہے، پھر حاجیوں کے بارے میں فرشتوں سے فخر فرماتا ہے اور فرماتا ہے، میرے بندوں کو دیکھو، دور والے راستوں سے پراگندہ بال، گرد آلود اور تلبیہ سے اپنے آوازوں کو بلند کرتے ہوئے میرے پاس حاضر ہوئے ہیں:

اشهد كم انى قد غفرت لهم---

''تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ بے شک میں نے انہیں بخش دیا''---

فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! فلاں مرد گناہ کرتا تھا اور فلاں مرد اور فلاں عورت۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قد غفرت لهم---

''میں نے انہیں ضرور بخش دیا''---[۲]

حضور ﷺ نے فرمایا، روزِ عرفہ سے زیادہ کسی اور دن میں جہنم سے آزاد نہیں ہوتے، اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو حاضریٔ دیارِ حبیبِ لبیب ﷺ نصیب فرمائے---آمین

عشرۂ ذی الحج

﴿و الفجر و ليال عشر و الشفع و الوتر﴾---[۳]

''فجر کی قسم اور دس راتوں اور جفت وطاق کی قسم''---

حضرات! مفسرین کرام نے الفاظ بالا کی مختلف تفسیریں فرمائی ہیں۔ یہاں صرف ایک تفسیر ہی نقل کی جاتی ہے---

حضرت مجاہد سے منقول ہے الفجر سے مراد یوم نحر اور دسویں ذی الحجہ کی فجر مراد ہے۔

حضور ﷺ سے مروی ہے کہ عشر سے مراد قربانی کی دس راتیں، یعنی ذوالحجہ کی پہلی دس راتیں اور الوتر سے مراد عرفہ کا دن اور الشفع سے مراد یوم نحر ہے---

اللہ تعالیٰ نے دس راتوں، عرفہ اور یوم نحر کی قسم بیان فرما کر ان کی شان کو واضح فرمایا ہے۔ یونہی احادیث طیبہ میں جناب نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے بھی اس کا شان بیان فرمایا ہے---

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا ہے:

''دنوں سے کوئی دن بھی نہیں جن میں نیک کام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان دنوں سے زیادہ محبوب ہو''---

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی، یارسول اللہ! کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی برابر نہیں۔ آپ نے جواباً فرمایا:

''جہاد فی سبیل اللہ بھی برابر نہیں، البتہ ایسے مرد کا جہاد جو اپنے نفس اور مال کے ساتھ نکلا، پھر اس سے کوئی چیز نہ لوٹائے، یعنی شہید کیا جائے اور اس کا مال لوٹا جائے''---[۴]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

ما من ایام افضل من عشر ذی الحجة---[۵]

''ذوالحجہ کے دس دن سے زیادہ فضیلت والا اور کوئی دن نہیں ہے''---

اس حدیث شریف کے بعد ان دنوں کی افضلیت ہویدا کرنے کے لیے حضرت شیخ محقق دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ مسئلہ فقہیہ ذکر فرمایا کہ علماء فرماتے ہیں:

لو نذر صیام افضل ایام السنة انصرف الی ھذہ الایام و ان نذر صوم یوم افضل من سائر الایام فالیٰ یوم عرفة---[۶]

''جب کوئی آدمی سال کے بہترین دنوں کے روزے کی منت مانے تو اس کی منت ان دنوں کی طرف لوٹے گی اور اگر ایسے دن کی منت مانی جو باقی تمام دنوں سے افضل ہو تو اس کی منت عرفہ کے دن کی طرف لوٹے گی''---

مذکورہ بیان سے ان دنوں کی افضلیت اور بزرگی اور ان دنوں میں ہر نیک کام کرنے کی شان خوب ظاہر ہوئی، ان ایام میں روزے کی فضیلت میں خصوصی حدیثیں ہیں---

حضور ﷺ نے فرمایا:

''دنوں میں کوئی دن بھی ایسے نہیں جن میں عبادت کیا جانا اللہ تعالیٰ کو ان دنوں

سے زیادہ محبوب ہو، ان میں سے ہر دن کا روزہ سال کے روزوں کے برابر اور ہر رات کی عبادت شب قدر کی عبادت کے برابر ہے''---[۷]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص ان دنوں میں روزہ رکھے تو عرفہ کے دن کے سوا ہر دن کے بدلے سال لکھا جاتا ہے، پس جو عرفہ (نویں ذی الحجہ) کو روزہ رکھے تو اس کے لیے دو سالوں کے روزے لکھے جاتے ہیں''---[۸]

ایک اور حدیث شریف میں ہے:

سئل عن یوم عرفة فقال یکفر السنة الماضیة و الباقیة---[۹]

''حضور ﷺ سے یوم عرفہ کے روزے کا سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ گزشتہ اور آئندہ سال کے گناہ مٹاتا ہے''---

حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندی، حضرت شیخ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمھما اللہ تعالیٰ سے مکاشفۃ القلوب میں ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں:

ایک نوجوان جب ذی الحجہ کا چاند نظر آتا ہے تو روزے رکھتا تھا، یہ بات آنحضرت ﷺ کو پہنچی، آپ نے کسی کو بھیج کر اسے بلایا، پس آپ نے فرمایا:

ان دنوں کے روزے پر تجھے کیا چیز برانگیختہ کرتی ہے، اس نے عرض کی کہ یہ حج کے مشاعر کے دن ہیں، امید ہے کہ حجاج کی دعا میں اللہ تعالیٰ مجھے بھی شریک فرمائے گا۔ آپ نے فرمایا:

''تو بے شک تیرے لیے ہر ایسے دن کے بدلے جس میں تو روزہ رکھے، سو گردنوں کے آزاد کرنے اور جہاد میں سو اونٹوں اور سو گھوڑوں پر سوار کرنے کی مانند ثواب ہے اور جب ترویہ (آٹھ ذی الحجہ) کا دن ہو تو تیرے لیے ہزار گردنوں کے آزاد کرنے اور جہاد میں ہزار اونٹوں اور ہزار گھوڑوں پر سوار کرنے کی مثل ثواب ہے اور جب عرفہ (نویں ذی الحجہ) کا دن ہو تو تیرے لیے دو ہزار گردنوں کے آزاد کرنے اور جہاد میں دو ہزار اونٹ اور دو ہزار گھوڑوں پر سوار کرنے کے برابر اجر ہے اور وہ (عرفہ کا روزہ) دو سالوں کے روزے ہیں، سال گزشتہ اور سال آئندہ کے''---[۱۰]

ایک دوسری روایت میں ہے:

یعدل صوم یوم عرفة بصوم سنتین و یعدل صوم یوم عاشوراء بصوم سنة---[۱۱]

''عرفہ کا روزہ دو سالوں کے روزوں کے برابر ہے اور عاشوراء کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے''---

حکمت

حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو یوم عاشورہ ملا تھا کہ اس دن آپ کو فرعون سے نجات ہوئی اور وہ غرق ہوا، حضور ﷺ کو یوم عرفہ عطا کیا گیا کہ اسی دن اکمال دین کا مژدۂ جاں فزا دیا گیا تھا اور آپ چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے افضل ہیں، لہٰذا آپ کا دن یوم عرفہ بھی عاشوراء سے بہتر ہے اور اسی میں روزہ کا ثواب بھی دوگنا ہے---حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا کہ آپ فرمارہے ہیں:

الویل لمن حرم خیر ایام العشر علیکم بصوم التاسع خاصة فان فیه من الخیرات اکثر من ان یحصیها العادون---[۱۲]

''ایسے شخص کے لیے افسوس جو ان دس دنوں کی بہتری سے محروم رہا اور نویں کے روزے کو بالخصوص لازم پکڑو کہ اس میں شمار کرنے والوں کے شمار سے زائد بہتریاں ہیں''---

ان کے علاوہ اور بھی کافی احادیث و اقوال مبارکہ ان دنوں کے فضائل میں موجود ہیں، اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے---آمین

ایام مذکور میں حجامت

مستحب یہ ہے کہ جو شخص قربانی کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ ان دنوں میں حجامت نہ بنوائے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

''جب یہ دس دن آجائیں اور تم سے کوئی قربانی کرنا چاہتا ہو تو اپنے بالوں اور ناخنوں سے کسی چیز کو نہ پکڑے''---[۱۳]

تکبیراتِ تشریق

نویں ذی الحجہ کی نماز صبح سے لے کر تیرہویں کی نماز عصر تک ہر فرض نماز جماعت مستحبہ کے ساتھ ادا کی ہوئی کے بعد شہروں میں مقیموں پر ایک مرتبہ تشریق پڑھنا واجب اور تین مرتبہ مستحب

ہے اور وہ یہ ہے:

اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الہ الا اللّٰہ و اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر و للّٰہ الحمد---

اکیلے نماز پڑھنے والوں، مسافروں اور عورتوں پر یہ تکبیر واجب نہیں اور نہ ہی دیہاتیوں پر واجب ہے، البتہ شہر میں مقیم جب امام بنے تو تمام مقتدیوں پر تکبیر پڑھنی لازم ہو جاتی ہے اور جب امام مسافر ہو تو صرف مقیم مقتدیوں پر واجب ہے، امام اور باقی مقتدیوں پر واجب نہیں ہے---

مسئلہ: عیدالاضحیٰ کے بعد تکبیر تشریق کا پڑھنا مستحب ہے---

مسئلہ: امام اگر تکبیر بھول جائے تو مقتدیوں میں جسے یاد آ جائے تو فوراً وجوباً پڑھنی شروع کر دے---

عیدین کی راتیں

ذوالحجہ کی پہلی دس راتوں کی فضیلت تو آپ نے پڑھ ہی لی ہے، جس سے عید قربان کی رحمت بھری رات کا شان بھی عیاں ہو رہا ہے، اب دونوں عیدوں کی راتوں کی فضیلت ملاحظہ فرمائیں اور ان میں عبادت کے لیے ان کے آنے سے پہلے ہی کمر بستہ ہو جائیں تا کہ ابھی سے ثواب شروع ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من قام لیلتی العیدین محتسبا للّٰہ لم یمت قلبہ یوم تموت القلوب---[۱۴]

''جو شخص عیدین کی راتوں میں اخلاص کے ساتھ قیام کرے، نفلوں اور عبادت میں گزار دے تو اس کا دل نہ مرے گا، جس دن لوگوں کے دل مر گئے ہوں گے''---

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''جو آدمی پانچ راتوں میں بیدار رہے تو اس کے لیے جنت واجب ہے، ذوالحجہ کی آٹھویں رات، نویں اور دسویں راتیں اور عید الفطر کی رات اور شب برات''---

حقیقت یہ ہے کہ یہ راتیں ان وقتوں سے ہیں جن میں رحمت خداوندی عام ہوتی ہے، جن کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ان لربکم فی ایام دھر کم نفحات فتعرضوا لہ---[۱۵]

''تمہارے زمانے کے دنوں میں رحمت کے جھونکے ہیں تو تم انہیں طلب کرو''---

بالخصوص چندراتوں میں رحمت کے عام ہونے کا ذکر بھی فرمایا، جن میں عیدین کی راتیں بھی ہیں۔ دیلمی حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرمار ہے تھے:

یسح اللّٰہ الخیر فی اربع لیال سحا لیلۃ الاضحی و لیلۃ الفطر و لیلۃ النصف من شعبان و اوّل لیلۃ من رجب---[۱۲]

''چار راتوں میں اللہ تعالیٰ بہتری (رحمت) کو خوب پلٹتا ہے، عید اضحیٰ کی رات، عیدالفطر کی رات، شعبان کی پندرہویں رات (شب براءت) اور رجب کی پہلی رات''---

اس سے ثابت ہوا کہ یہ راتیں رحمت کا خزینہ ہیں اور اوقات رحمت ہی مقبولیت دعا کے بہترین اوقات ہیں اور ان راتوں میں عبادت کے ساتھ ساتھ دعا بھی خوب کی جائے، ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ اسے ضرور قبول فرمائے گا---

حضور ﷺ نے فرمایا:

''پانچ راتیں ہیں جن میں کوئی بھی دعا رد نہیں ہوتی، رجب کی پہلی رات، شب براءت، جمعہ کی رات اور عیدین کی راتیں''---

دسویں ذی الحجہ مبارکہ

اس دن نہانا، خوش بو لگانا، نئے یا دھلے ہوئے کپڑے پہننا، مسواک کرنا، عید گاہ کو چلا جانا، پیدل جانا، راستے میں بلند آواز سے تکبیر کہنا، دوسرے راستے سے واپس آنا، نماز سے پہلے کچھ نہ کھانا کیوں کہ اس دن قربانی کے گوشت سے پہلے کچھ نہیں کھانا چاہیے، اگر کوئی اور چیز کھائے تو کراہت نہیں ہے، جہاں (شہروں اور قصبوں میں) اور جن پر (مرد، مسلمان، مقیم، تندرست اور آزاد) جمعہ واجب ہے، وہاں اور اس پر عید کی نماز پڑھنی واجب ہے، دیہات میں، مسافروں، عورتوں، مریضوں اور غلاموں پر عید کی نماز واجب نہیں ہے---

عید کا وقت

سورج کے سفید و روشن ہونے سے دوپہر تک عید کا وقت ہے، البتہ عیدالفطر میں دیر کرنا اور عید قربان جلدی پڑھنا مستحب ہے۔ اگر کسی عارضہ وجہ سے یکم شوال کو عید نہ پڑھ سکیں تو دوسرے دن زوال تک پڑھیں، دوسرے دن کے بعد نہ پڑھیں۔ عید قربان کی نماز بوجہ عذر بارہویں تک مؤخر ہو سکتی ہے اور بلا عذر دسویں سے تاخیر مکروہ ہے---

مسئلہ: عیدین میں اذان و اقامت نہیں ہے---

نماز عید کی ترکیب

دو رکعت نماز عید الفطر/عید الاضحیٰ واجب کی نیت کرے، کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے، ثناء پڑھ کر ہاتھ کانوں تک اٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ سیدھے چھوڑ دے، پھر دوبارہ ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دے، پھر تین مرتبہ ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے، پھر تعوذ اور تسمیہ آہستہ پڑھ کر فاتحہ شریف اور کوئی سورۃ بالجہر پڑھے، رکوع و سجود سے فارغ ہو کر دوسری رکعت شروع کرے، تسمیہ، فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھ کر ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر چھوڑ دے، پھر دوبارہ ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر چھوڑ دے، پھر تیسری مرتبہ ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر چھوڑ دے اور پھر بلا ہاتھ اٹھائے اللہ اکبر کہہ کر رکوع کرے اور باقی نماز باقی نمازوں کی طرح پوری کرے۔ نماز عید میں زائد تکبیریں چھ ہیں، تین پہلی رکعت میں قراءت سے پہلے اور تین دوسری رکعت میں قراءت کے بعد اور رکوع کی تکبیر سے پہلے---

مسئلہ: ہر دو تکبیروں کے درمیان تین تسبیحوں کی مقدار ہاتھ چھوڑ دے---

مسئلہ: تعوذ، تسمیہ، فاتحہ اور سورۃ صرف امام ہی پڑھے، مقتدی نہ پڑھیں اور باقی کام امام کے ساتھ ساتھ ادا کرتے جائیں۔ نماز سے فارغ ہو کر مقتدی اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے رہیں اور امام کھڑے ہو کر پہلا خطبہ پڑھے، پھر بیٹھ کر کھڑا ہو اور دوسرا خطبہ پڑھے، پھر دعا مانگیں کہ یہ محل استجابت ہے۔ عید کی نماز اور خطبہ سے فارغ ہو کر معانقہ و مصافحہ کرنا اور خوشی کا اظہار کرنا مسلمانوں میں مشہور ہے اور وہ اسے مستحسن جانتے ہیں اور سیدنا ابن مسعود ﷛ نے فرمایا:

ما رآہ المؤمنون حسناً فھو عند اللہ حسن---[۱۷]

"جسے مسلمان اچھا جانیں تو وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے"---

معلوم ہوا کہ مصافحہ و معانقہ، اظہار خوشی، وقت مذکور میں مستحب ہیں، البتہ فلم وغیرہ حرام و ناجائز کاموں سے اجتناب نہایت ضروری ہے---

قربانی کس پر واجب ہے

ہر مسلمان، غنی، آزاد اور مقیم پر قربانی واجب ہے---

غنی وہ جو حاجات اصلیہ مکان، طعام اور لباس وغیرہ سے زائد ساڑھے سات تولے سونا یا ساڑھے باون تولے چاندی یا کوئی اور سامان، جس کی قیمت ساڑھے باون تولے چاندی کے برابر

ہو، کا مالک ہو---

قربانی کے جانور

قربانی کے جانور تین قسم کے ہوتے ہیں۔ بکری، بھیڑ اور دنبہ کا شمار بکری میں ہے---

مسئلہ: مذکورہ جانوروں میں نر و مادہ، خصی و غیر خصی کا کوئی فرق نہیں ہے، سب کی قربانی ہوسکتی ہے---

مسئلہ: اونٹ پانچ سال سے، گائے دو سالوں سے اور بکری، بھیڑ سال سے کم نہ ہو، ورنہ قربانی نہ ہوگی۔ چھ ماہ کا بڑا دنبہ، جو دور سے سال بھر کا معلوم ہو، قربانی کے قابل ہے---

مسئلہ: بکری صرف ایک آدمی کی طرف سے ہوسکتی ہے، اونٹ اور گائے میں سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں، جب کہ ساتویں حصہ سے کم کسی کا حصہ نہ ہو اور تمام کی نیت قربت ہی کی ہو اور تمام مومن ہوں، ورنہ کسی کی قربانی نہ ہوسکے گی---

مسئلہ: شہر میں عید سے پہلے قربانی کرنی جائز نہیں ہے اور نہ ہی قربانی بنے گی اور گاؤں میں دسویں ذی الحجہ کو صبح صادق ہوتے ہی قربانی کر سکتے ہیں، خواہ شہری ہی کی قربانی ہو، بارہویں کو سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے تک قربانی ہوسکتی ہے---

حواشی

۱......الحج، ۲۲:۳۲
۲......صحیح ابن خزیمہ، جلد۴، صفحہ ۲۶۳
۳......الفجر، ۸۹:۱تا۳
۴......صحیح بخاری، کتاب العیدین، باب فضل العمل فی ایام التشریق
۵......ماثبت بالسنہ، صفحہ ۹۸
۶......ماثبت بالسنہ، صفحہ ۹۸
۷......ترمذی، جلد۱، صفحہ ۱۲۴
۸......کنز العمال
۹......صحیح مسلم، جلد۲، صفحہ ۸۱۹
۱۰......تنبیہ الغافلین، صفحہ ۱۷۰
۱۱......تنبیہ الغافلین، صفحہ ۱۷۰
۱۲......تنبیہ الغافلین، صفحہ ۱۷۱
۱۳......مشکوٰۃ، صفحہ ۱۳۷
۱۴......ابن ماجہ، صفحہ ۱۲۷/ احیاء العلوم، جلد۱، صفحہ ۳۷۳
۱۵......المعجم الکبیر، جلد۱۹، صفحہ ۲۳۳
۱۶......؟؟؟؟؟
۱۷......مسند ابی داؤد الطیالسی، صفحہ ۳۳



فضائل ومسائلِ قربانی

ڈاکٹر مفتی محمد ضیاء الحبیب صابری

شروع دن سے قربانی کا تصور بنی آدم کی زندگی میں موجود چلا آتا ہے، آسمانی، غیر آسمانی تمام مذاہب میں قربانی کسی نہ کسی شکل میں دکھائی دیتی ہے۔ سیدنا آدم علیہ السلام کے فرزندان ہابیل وقابیل کی طرف سے قربانی دیے جانے کا ذکر عہد نامہ جدید وعتیق میں موجود ہے، ہر زمانے میں بنی آدم اسے بطور عبادت سرانجام دیتے رہے، بت پرست اقوام کے ہاں بتوں کی بھینٹ چڑھانے کا عمل آج بھی پایا جاتا ہے، اسلام نے ہمیں قربانی کا حکم دیا کہ قربانی صرف اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کے نام پر ہونی چاہیے، اسلام قربانی کو سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی سنت قرار دیتا ہے اور مسلمانوں کو اُن کی عظیم الشان قربانی کی یاد دلاتا ہے۔

سید العالمین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی کے بارے میں فرمایا "یوم الاضحی" کو کسی شخص کا کوئی عمل اللہ جل جلالہٗ کے نزدیک خون بہانے سے زیادہ پسندیدہ نہیں، کیوں کہ قیامت کے دن قربانی کا جانور اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں سمیت آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ سبحانہٗ کے ہاں مقبول ہو جاتا ہے، پس تم خوشی خوشی قربانی کیا کرو۔

[بروایت اُم المومنین سیدہ صدیقہ الکبریٰ عائشہ سلام اللہ علیہا، سنن ترمذی، ابن ماجہ]

اھمیت

سیدنا مولائے کائنات علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم پیارے آقا کریم رؤف ورحیم پاک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد بیان فرماتے ہیں:

"بے شک قربانی کے خون کے پہلے قطرہ کے ساتھ تمہارے سارے پچھلے گناہ

معاف کردیے جاتے ہیں" ---[ترمذی شریف]

کون ہوگا جو گناہ کی بخشش نہ چاہتا ہوگا، آپ ﷺ قیامِ مدینہ کے دس برس ہر سال قربانی کا اہتمام فرماتے، اپنی اور اپنی آل کی طرف سے حتیٰ کہ امت کے غربا کی طرف سے خود قربانی دیا کرتے۔

انتباہ

والیٔ کونین ﷺ کے اس ارشادِ گرامی میں قربانی نہ کرنے والے مال داروں کو تنبیہ کی گئی ہے، فرمایا:

مَنْ کَانَ لَہٗ سَعَۃٌ وَ لَمْ یُضَحِّ فَلَا یَقْرُبَنَّ مُصَلَّانَا ---[سنن ابن ماجہ]

"مالی حیثیت ہونے کے باوجود جو قربانی نہ دے وہ ہماری عیدگاہ میں ہرگز نہ آئے" ---

مسائلِ قربانی

شرعی حکم

قربانی ایسی عبادت ہے جو ہر سال عاقل، بالغ، مقیم، صاحبِ نصاب مسلمان پر واجب ہے، جس طرح نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ کا کوئی دوسرا متبادل عمل نہیں، اسی طرح قربانی بھی مسنون طریقے پر کی جائے، اس کے متبادل کے طور پر صدقہ وخیرات کی کوئی حیثیت نہیں۔ صاحبِ نصاب وہ ہے جس کی ملکیت میں ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کے مساوی قیمت کا مال و اسباب (زائد از حاجاتِ اصلیہ) ہو، مال، سونے، چاندی یا قیمتی پتھروں کے زیورات کی صورت میں ہو یا ذاتی رہائشی مکان کے علاوہ مکان، مالِ تجارت یا اسی طرح کی کوئی اور چیز ہو۔ وجوبِ قربانی کے لیے صاحبِ نصاب ہونے کو سال گزرنا ضروری نہیں۔

نوٹ

اپنے کسی زندہ[۱] یا وفات یافتہ عزیز کی طرف سے بھی آپ قربانی دے سکتے ہیں، بشرطیکہ آپ اپنی طرف سے بھی قربانی دیں۔ اسی طرح نفلی قربانی گھر کے کسی بھی فرد کی طرف سے دی جاسکتی ہے، لیکن اگر قربانی واجب ہے تو صاحبِ نصاب خود اپنی طرف سے قربانی دینے کے ساتھ کسی دوسرے کی طرف سے قربانی دے سکتا ہے۔ قربانی دینے والا یکم ذی الحج سے نمازِ عید ادا کرنے تک ناخن تراشنے اور بال کاٹنے سے گریز کرے۔

قربانی کے ایام و اوقات

قربانی کی ادائیگی عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد سے ذی الحج کی دسویں، گیارھویں اور بارھویں تاریخوں میں جب چاہے کی جاسکتی ہے، پہلے دن قربانی کرنا افضل ہے اور رات کے وقت قربانی

[۱]......البتہ زندہ کی طرف سے قربانی کے لیے اس کا امر یا اجازت شرط ہے، اس کے بغیر نہیں ہوگی۔

[خلاصۃ الفتاویٰ، جلد۴، صفحہ ۳۲۲/ ہندیہ، جلد۵، صفحہ ۳۰۲/ ردالمحتار، جلد۵، صفحہ ۲۷۵/ خانیہ، صفحہ ۷۴۷

کرنا جائز ہے مگر مکروہ تنزیہی۔

جہاں جمعہ فرض اور عیدین کی نمازیں واجب پڑھی جاتی ہیں وہاں نماز عید سے پہلے کی گئی قربانی باطل ہوگی، البتہ دیہات میں دسویں ذی الحج کی صبح صادق کے بعد قربانی کر سکتے ہیں۔

قربانی کے جانوروں کی قسمیں اور ان کی عمریں

اِن جانوروں کی قربانی دی جاسکتی ہے:

بکرا، چھترا، دُنبہ، اونٹ، گائے، بھینس (نر و مادہ کا حکم برابر ہے)۔ اونٹ، گائے اور بھینس سات آدمیوں کی طرف سے کافی ہے، اگر کوئی چاہے تو ایک ہی آدمی کر سکتا ہے۔ بکرا، چھترا، دُنبہ ایک ہی شخص کی طرف سے قربانی کیے جا سکتے ہیں۔ اونٹ پانچ سال کا، گائے، بھینس دو سال کی اور بکرا یا چھترا ایک سال کا ہونا ضروری ہے۔ البتہ دُنبہ اگر اتنا صحت مند ہو کہ سال بھر کے دوسرے دُنبوں میں کم یا چھوٹا نہ لگے تو وہ سال سے کم (لیکن چھ ماہ سے زائد ضرور ہو) بھی جائز ہے۔ قربانی کے جانور شعائر اللہ ہیں، ان کی حفاظت، پرورش اور دیکھ بھال خوب اچھی طرح کرنی چاہیے، کیوں کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کو گوشت پوست نہیں تمہاری قلبی کیفیات اور ارفع و اعلیٰ فکر مطلوب ہے۔

عیب دار جانور اور قربانی

جس جانور میں یہ عیب ہوں اس کی قربانی جائز نہیں، بیان کی گئی عمر سے کم عمر والا جانور، سینگ جڑ سے اُکھڑ گیا جس کا اثر دماغ تک ہو، جلّالہ (وہ جانور جو غلاظت کھاتا ہو)، ناک کٹے، اندھے، کانے، لنگڑے، لاغر جانور، جس جانور کی دُم یا کان ایک تہائی سے زیادہ کٹے ہوئے ہوں یا اکثر دانت نہ ہوں تو اس کی قربانی بھی جائز نہیں، ہاں! اگر چارہ بآسانی کھا لیتا ہے تو جائز ہے۔

نوٹ

غریب آدمی نے صحیح سالم جانور خریدا، بعد میں کوئی عیب پیدا ہو گیا تو اس کی قربانی میں کوئی مضائقہ نہیں، ہاں! مال دار شخص ایک اور جانور کی قربانی دے۔

جانور کو ذبح کرنے کا طریقہ اور احتیاط

جانور کو ذبح کرنے سے پہلے چارہ وغیرہ کھلالیں، پانی ضرور دکھائیں، جانور خود نہ پینا چاہے تو مضائقہ نہیں لیکن آپ کوتاہی نہ فرمائیں، چھری، کانٹا وغیرہ اوزار جانور کے سامنے تیز نہ کریں اور نہ ہی جانور کے سامنے کوئی دوسرا جانور ذبح کریں۔ ذبح کے وقت کمال شفقت اور انکساری سے جانور کو قبلہ رُخ لٹا کر قبولیت کی دُعا کریں، یہ کلمات طیبات بارگاہِ الٰہی میں عرض کریں:

اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفاً وَّ مَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ---

اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ☆ اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْہُ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَ سَلَّمَ وَ خَلِیْلِکَ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ---

جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کریں، اگر کسی وجہ سے ایسا دُشوار ہو تو کسی دوسرے سے ذبح کروا لیں مگر خود پاس موجود رہیں، ذبح کرنے والا اور جانور کو قابو کرنے والے سب لوگ ذبح کے وقت تکبیر اللہ اکبر اللہ اکبر کی تکرار کرتے رہیں۔ چھری کی دھار تیز ہو، جس سے چار رگیں (حلقوم، مَرِیٔ (بروزن فَعیل)، وَدجین (خون کی دو رگیں) احتیاط اور تیزی سے کاٹ دیں۔ اس موقع پر یہ کلمات بھی پڑھ سکتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ مِنْکَ وَ اِلَیْکَ---

کسی وجہ سے اگر کوئی ایک رگ کٹنے سے رہ گئی تو ذبح درست ہے لیکن اگر کوئی سی دو رگیں رہ گئیں تو ذبح جائز نہیں۔ ذبح کرنے کے بعد جانور کو ٹھنڈا ہونے دیں، فوراً کھال مت اتاریں۔

قربانی کا گوشت اور کھال

1...... اونٹ، گائے وغیرہ کی قربانی کا گوشت وزن کر کے آپس میں تقسیم کیا جائے۔ اندازے سے تقسیم کر کے کمی وبیشی معاف کرنا بے معنٰی ہے۔

2...... قربانی کے گوشت کے تین حصے کرنا بہتر ہے، ایک حصہ اہل وعیال کے لیے، ایک حصہ احباب و اہل قرابت کے لیے اور ایک حصہ غرباء ومساکین کے لیے اور سارا تقسیم کر دینا بھی درست ہے اور سارا خود رکھ لینا بھی جائز ہے۔

3...... ذبح کرنے والے کو قربانی کا گوشت یا کھال وغیرہ اُجرت میں دینے سے قربانی باطل ہو جاتی ہے۔

4...... کھال امیر، غریب، اپنے، بیگانے ہر ایک کو دے سکتے ہیں، حتیٰ کہ خود بھی رکھ سکتے ہیں [ا]، قربانی کے جانور کی کھال دینی مدرسے، رفاہی ادارے، مسجد، امام، مؤذن، خادم مسجد کو بھی دے سکتے ہیں، مگر ان میں سے کسی کو یا کسی اور شخص کو کسی قسم کی اجرت کے طور پر قربانی کی کھال نہیں دی جا سکتی۔ بعض لوگ امام مسجد کو اس خیال سے کھال دیتے ہیں کہ سال بھر مسجد کا کام کرتے ہیں لہٰذا کھال ان کا حق ہے! یہ نیت درست نہیں، ہاں! اگر آپ اجرت کی بجائے بہتر مصرف کے طور پر امام مسجد کو کھال دیں تو یقیناً جائز ہے، البتہ کسی قسم کی اجرت میں کسی کو نہیں دے سکتے۔

[ا]...... جب کہ بعینہٖ کھال کو باقی رکھ کر مثلاً جائے نماز یا مشکیزہ وغیرہ بنا کر فائدہ اٹھائیں تو جائز ہے لیکن اگر نقد رقم کے عوض کھال کو فروخت کرے تو اس رقم کو صدقہ واجبہ کے مصرف میں صرف کرنا لازم ہے، کذا فی الرد و الھندیۃ

نماز عیدین

شہروں میں نماز عید واجب ہے، اس کے لیے اذان یا اقامت نہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ الْاَنْصَارِیِّ قَالَا لَمْ یَکُنْ یُؤَذَّنُ یَوْمَ الْفِطْرِ وَ لَا یوم الاَضحی---[صحیح مسلم، جلد ا، صفحہ 290]

''سیدنا عبداللہ بن عباس اور سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں، عید الفطر اور عید قربانی کے لیے اذان نہیں پکاری جاتی تھی''---

اسی طرح عہدِ نبوی ﷺ میں کتب صحاح میں عیدین کے لیے اذان و اقامت کے نہ ہونے کا بار بار ذکر ہے۔

نماز عید الفطر سے پہلے حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ طاق تعداد میں کھجوریں کھایا کرتے، آج یہی سنت ہے:

عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا یَعْدُوْ یَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰی یَاْکُلَ تَمَرَاتٍ و یَاْکُلُھُنَّ وِتْرًا---[صحیح بخاری، جلد ا، صفحہ 130/مشکوٰۃ، صفحہ 125]

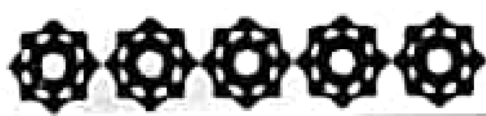
سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، نبی رحمت ﷺ عید الفطر کے دن عیدگاہ تشریف نہ لے جاتے جب تک آپ طاق تعداد میں کھجوریں تناول نہ فرما لیتے۔

عید الاضحیٰ کی نماز ادا کرنے سے پہلے کچھ نہیں کھانا چاہیے، نماز عید کے لیے عیدگاہ جاتے ہوئے تکبیرات اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ پکارتے جائیے، واپسی پر راستہ بدل کر آئیں اور صدقہ و خیرات کریں۔

ایامِ تشریق و تکبیراتِ تشریق

ایامِ تشریق پانچ ہیں، نویں ذی الحج سے تیرھویں ذی الحج تک۔ نویں ذی الحج کی فجر سے تیرھویں کی عصر تک ہر فرض نماز کے فوراً بعد تکبیراتِ تشریق پکار کر (درمیانی بلند آواز سے) کم از کم ایک بار پڑھنا مرد و عورت پر واجب ہے[۱] نماز باجماعت پڑھی جائے خواہ تنہا، تکبیر تشریق کے کلماتِ مسنونہ پڑھنا ہوں گے، آہستہ گنگنانے[۲] سے واجب ادا نہیں ہوگا، وہ کلماتِ مبارکہ یہ ہیں:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ



[۱]......شہر میں باجماعت نماز ادا کی جائے تو تکبیرات تشریق پڑھنا واجب ہیں، جب کہ تنہا بلا جماعت نماز ادا کرنے والا یا دیہات میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے والے کے لیے ان تکبیرات کو پڑھنا واجب تو نہیں ہے البتہ مستحب اور افضل ضرور ہے۔

[۲]......تکبیرات تشریق کا جہر واجب ہے، لیکن عورت آہستہ ہی پڑھے بآواز بلند نہیں، کذا فی الدر و الرد و الھندیۃ۔

ذبح کا اسلامی طریقہ اور میڈیکل سائنس

ڈاکٹر محمد جنید مسعودی

اسلام دین فطرت ہے، اسلام نے اپنے پیروکاروں کو زندگی کے ہر شعبے میں وہ زرّیں اصول عطا کیے ہیں جن پر عمل کر کے وہ دونوں جہانوں کی سعادتیں حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ وہ آفاقی نظام حیات ہے جس کا پیروکار اپنی زندگی کے ہر گوشے کو سجا اور سنوار سکتا ہے۔

اسلام نے معاملات خورد ونوش میں بھی اپنے ماننے والوں کی رہنمائی کی، اس میں حلال وحرام کا طریقہ بتایا اور ذبح کرنے کے طریقے کو بھی واضح کیا۔ اسلام میں پاکیزگی اور صفائی کو بڑی اہمیت حاصل ہے اور پاکیزگی کو نصف ایمان قرار دیا گیا ہے، جسمانی اور اصولی پاکیزگی کے بغیر نماز قابل قبول نہیں۔ اسی طرح پاک اور طیب روحوں کے لیے پاک غذاؤں کی ضرورت ہوتی ہے، مردار اور حرام جانور کے انھی فطری نقائص کی وجہ سے شریعت مطہرہ نے مردار جانور کے گوشت کو قطعی حرام قرار دیا ہے۔ اسی طرح اسلام نے ذبح کے لیے بھی اپنا خاص طریقہ بتایا ہے۔

اسلامی ذبح کا مخصوص طریقہ اور میڈیکل سائنس

اسلامی اصطلاح میں ذبح سے مراد حلال جانور کو اللہ تعالیٰ ﷻ کے نام پر ایسے طریقے سے کاٹا جائے جو اس کا بتایا ہوا ہے، ذبح کہلاتا ہے۔

ذبح کی حکمتیں

ذبح سے جانور کا نجس خون جلد اور بآسانی نکل جاتا ہے، جس کے بعد ذبح کا گوشت حلال، پاک اور کھانے کے قابل ہو جاتا ہے۔۔۔

شرائط ذبح

ذبح میں حلق کی چار رگوں کو کاٹنا ضروری ہے:

۱ نرخرہ (ہوا کی نالی) (Trachea)

۲ کھانے کی نالی (Oesophagus)

۳ گردن کی دونوں جانب (jugular Veins)

۴ حلق کی شریانیں (شہ رگیں)

ذبح میں گلے کی اس گانٹھی کے نیچے سے کاٹنا چاہیے لیکن اس طرح کہ سر جدا نہ ہو اور چھری صرف گردن کے مہروں اور حرام مغز (Spinal Cord) تک پہنچے۔

طبی دنیا میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ دل، دماغ اور تمام قسم کے کنٹرول کے لیے سگنل حرام مغز کے ذریعے پہنچتے ہیں۔ اسلامی طریقہ کے ذبیحہ جانوروں کے حلقوم پر چھری پھیرنے کے بعد حکم ہے کہ گردن کے مہروں اور حرام مغز کو کٹنے اور جدا ہونے سے باز رکھا جائے، جس کے نتیجے میں دل اور تمام رگوں پر اس کا کنٹرول باقی رہتا ہے، اس لیے ذبیحہ کے جسم کی ہر رگ و ریشہ سے تمام و کمال خون کے خروج میں مدد ملتی ہے۔ اس طرح مذبوحہ جانور کا تمام خون جو کہ مضر بلکہ حرام ہے، نکل جاتا ہے اور یہ اس طرح ممکن ہے کہ جانور کے دل و دماغ کے درمیان موت تک تعلق قائم رہے اور جانور کی موت کا باعث صرف اخراج خون ہو، نا کہ کسی عضو رئیس (دل و دماغ وجگر) کا صدمہ، جس میں فی الفور موت قائم ہو سکتی ہے۔ لیکن اس صورت میں تمام جسم کا خون اسی مقام پر منجمد ہو کر تمام گوشت متاثر کر دیتا ہے اور سارا گوشت یورک ایسڈ اور دوسرے مواد کی آمیزش کی وجہ سے انتہائی نقصان دہ ہو سکتا ہے۔

آج کل قصاب صرف جلدی اور دوسرے گاہکوں کے لیے جانور کے حرام مغز پر ضرب لگا کر اسے جلد موت سے ہم کنار کر دیتے ہیں، اس طرح نہ صرف گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں بلکہ بیماریاں پھیلانے کا موجب بھی بنتے ہیں۔ بین الاقوامی شہرت یافتہ ڈاکٹر ولیم وولف (Dr. William Wolfe) کی تحقیق کے مطابق جانوروں کے اندر موسم کے رد و بدل اور غذاؤں کی تبدیلیوں کی وجہ سے فاسد مادے جنم لیتے ہیں جو انسانی صحت کے لیے بہت مضر ہیں، ایسے میں خون کا بہاؤ جو اسلامی طریقہ سے ذبح کرنے میں ممکن ہے ان تمام مضر اثرات سے بچنے کا واحد ذریعہ ہے۔

ایک برادر طریقت (جو چمڑے کی جیکٹوں کا کاروبار کرتے ہیں) نے بتایا کہ اسلامی طریقہ سے ذبح کیے جانے والے جانوروں کے چمڑے میں بدبو نہیں ہوتی، اس لیے یہ جیکٹ زیادہ پسند کی جاتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام بنی نوع انسان پر اللہ کی بڑی رحمت ہے۔

[بشکریہ المظہر، کراچی]



فضائل و مسائل قربانی

حافظ آ۔ س محمد سعیدی

اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو جو لاکھوں نعمتیں عطا فرمائی ہیں، ان میں سے ایک عظیم نعمت ''عیدِ قربان'' بھی ہے۔ مسلمان اس عید کے تین ایام میں مخصوص جانوروں کو ذبح کر کے اللہ رب العزت کے حضور بطورِ ہدیہ پیش کرتے ہیں، لیکن جب تک ہمیں صحیح طور پر فضائل و مسائلِ قربانی کا علم نہ ہو، اس وقت تک اطمینانِ قلبی کا حصول ممکن نہیں۔ لہٰذا ذیل میں اس حوالے سے چند بنیادی باتوں کا ذکر کیا جاتا ہے:

قربانی کا مفہوم

مخصوص ایام میں خاص جانوروں کو متعلقہ شرائط کے ساتھ، اللہ رب العزت کے قرب کی خاطر ذبح کرنا قربانی کہلاتا ہے۔

قرآن اور قربانی

انسان کی طرح قربانی کی تاریخ بھی بہت قدیم ہے۔ چناں چہ قرآن مجید کی مختلف آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی امتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) سے قبل دیگر امتوں پر بھی لازم تھی۔ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے بیٹے ہابیل و قابیل اور حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قربانیوں کا تذکرہ قرآنِ حکیم میں روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ مزید برآں قرآنِ مجید کی مختلف آٹھ سورتوں میں قربانی کا تذکرہ ملتا ہے، حصولِ برکت کے لیے ان میں سے چند ایک کا ذکر مندرجہ ذیل ہے:

آیت نمبر1

﴿وَ لِکُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَکًا لِّیَذْکُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰی مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ﴾---[الحج:۳۴]

''اور ہر امت کے لیے ہم نے قربانی کا طریقہ مقرر کیا تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے بے زبان چوپایوں پر (ذبح کے وقت) اللہ کا نام لیں''---

شیخ الحدیث، مفسر قرآن علامہ غلام رسول سعیدی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا:

''اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے عہد سے لے کر سابقہ تمام امتوں میں سے ہر امت کے لیے ہم نے قربانی کا ایک خاص طریقہ مقرر کیا ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنی قربانیوں پر اللہ تعالیٰ کا نام لیں''---

[تبیان القرآن، جلد ۷، صفحہ ۷۵۵، مطبوعہ فرید بک سٹال اردو بازار، لاہور]

آیت نمبر2

﴿لَنْ یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَ لَا دِمَآؤُهَا وَ لٰکِنْ یَّنَالُهُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ﴾---[الحج:۳۷]

''ان کے خون اور ان کے گوشت اللہ کے پاس ہرگز نہیں پہنچتے لیکن تمہارا تقویٰ اس کے پاس پہنچتا ہے''---

مفسر مذکور لکھتے ہیں:

''اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ اگر تقویٰ نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کسی جانور کے خون اور گوشت کو قبول نہیں فرماتا اور اس میں یہ تنبیہ ہے کہ جب کسی عمل کی نیت صحیح نہ ہو تو اس عمل کا کوئی فائدہ نہیں ہے''---[تبیان القرآن، جلد ۷، صفحہ ۷۵۸]

آیت نمبر3

﴿فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَ انْحَرْ﴾---[الکوثر:۲]

''تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو''---

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

''قربانی اسلامی شعار ہے، اس کے بدلہ میں قیمت وغیرہ نہیں دی جا سکتی''---

[تفسیر نور العرفان، صفحہ ۹۲۲، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ، گجرات]

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ

حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

''نحر سے مراد قربانی کے اونٹ اور دوسرے جانوروں کو اللہ کے نام پر ذبح کرنا ہے''---[تفسیر ابن کثیر، جلد ۴، صفحہ ۹۵۷، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور]

حدیث اور قربانی

- **حدیث نمبر1**

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ دس برس تک مدینہ منورہ میں رہے اور برابر قربانی کرتے رہے''---[جامع ترمذی، جلد ۱، صفحہ ۲۷۷، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی]

- **حدیث نمبر2**

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے:

''عید قربانی کے دن حضور اقدس ﷺ مدینہ منورہ میں اونٹ یا کسی دوسرے جانور کی قربانی فرماتے''---[سنن نسائی، صفحہ ۲۰۲، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ، کراچی]

- **حدیث نمبر3**

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ حضور اقدس ﷺ نے مدینہ منورہ میں گندم گوں رنگ کے دو مینڈھے قربان کیے''---[صحیح بخاری، جلد ۲، صفحہ ۸۳۵]

- **حدیث نمبر4**

حضور ﷺ نے فرمایا:

''ہر صاحبِ وسعت پر سال بھر میں ایک قربانی واجب ہے''---[ابن ماجہ، صفحہ ۲۲۶]

- **حدیث نمبر5**

حضور ﷺ نے فرمایا:

''جس شخص نے استطاعت کے باوجود قربانی نہ کی، وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے''---[ابن ماجہ، صفحہ ۲۲۶]

قربانی کرنے پر اجر و ثواب

حدیث نمبر1

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''یوم الاضحیٰ کو کسی شخص کا کوئی عمل اللہ کے نزدیک خون بہانے سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے، کیوں کہ قیامت کے دن قربانی کا جانور سینگوں، اپنے بالوں اور اپنے کھروں سمیت آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ کے ہاں مقبول ہو جاتا ہے، پس تم خوشی سے قربانی کرو''---[جامع ترمذی، جلد ۱، صفحہ ۲۷۵]

حدیث نمبر2

حضرت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اے فاطمہ! کھڑی ہو، اپنی قربانی پر حاضر ہو، کیوں کہ قربانی کے خون کے ہر قطرہ کے بدلہ میں تمہارے پچھلے گناہوں کو بخش دیا جائے گا''---

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! کیا یہ اجر ہم اہلِ بیت کے لیے خاص ہے یا ہمارے اور تمام مسلمانوں کے لیے یہ اجر ہے؟''---

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''بلکہ ہمارے اور تمام مسلمانوں کے لیے ہے''---

[شرح صحیح مسلم، جلد ۶، صفحہ ۱۴۶، مطبوعہ فرید بک سٹال اردو بازار، لاہور]

حدیث نمبر3

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''اے لوگو! قربانی کرو اور قربانی کے خون میں ثواب کی نیت کرو، کیوں کہ قربانی کا خون ہر چند کہ زمین پر گرتا ہے لیکن وہ اللہ عز و جل کی حفاظت میں ہوتا ہے''---[شرح صحیح مسلم، جلد ۶، صفحہ ۱۴۶]

حدیث نمبر4

حضرت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس شخص نے ثواب کی نیت سے اور خوشی کے ساتھ قربانی کی، وہ اس کے لیے آگ سے حجاب ہو جائے گی''---[شرح صحیح مسلم، جلد ۶، صفحہ ۱۴۷]

● **حدیث نمبر5**

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا:

''اے فاطمہ! کھڑی ہو اور اپنی قربانی پر حاضر ہو، بے شک قربانی کے خون کے پہلے قطرہ کے ساتھ تمہارے پچھلے سارے گناہ کی مغفرت کر دی جائے گی اور سنو! قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے گوشت اور خون کے ساتھ لایا جائے گا اور اس کو ستر درجہ بڑھا کر تیرے میزان میں وزن کیا جائے گا''---

حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! کیا یہ اجر صرف آلِ محمد کے ساتھ مخصوص ہے، کیوں کہ وہ اس خیر کے اہل ہیں یا آلِ محمد اور تمام لوگوں کے لیے ہے؟''---

آپ ﷺ نے فرمایا:

''بلکہ یہ اجر آلِ محمد اور تمام لوگوں کے لیے ہے''---

[شرح صحیح مسلم، جلد ۶، صفحہ ۱۴۷]

قربانی کس پر واجب ہے؟

قربانی کرنا ہر اس شخص پر واجب ہے، جو کہ مسلمان، مقیم اور صاحبِ نصاب ہو۔ صاحب نصاب سے مراد وہ شخص ہے، جس کے پاس سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا پاکستانی= /15200 روپے، قرض اور حاجتِ اصلیہ کے علاوہ موجود ہوں۔

● اگر کوئی شخص اتنا مقروض ہو کہ اس کے پاس قرض کی ادائیگی کے بعد پاکستانی 15200 روپے حاجتِ اصلیہ سے زائد موجود ہوں تو اس پر قربانی کرنا واجب ہے، ورنہ نہیں۔

[ذبیحہ کے احکام و مسائل، صفحہ ۲۵۵، مطبوعہ ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد]

زکوٰۃ نہ دینے والے کا قربانی کرنا

اگر زکوٰۃ ادا نہ کرنے والا مخصوص نیت سے قربانی کرے، تو اس کو اس کا ثواب ملے گا، البتہ زکوٰۃ نہ دینے کا گناہ علیحدہ ہوگا۔[آپ کے مسائل اور ان کا حل، جلد ۴، صفحہ ۲۰۱]

قربانی کی بجائے پیسے صدقہ کرنا

جس شخص پر قربانی کرنا واجب ہو، وہ اگر قربانی کے بجائے اتنی رقم صدقہ کردے تو اس پر واجب کی ادائیگی نہیں ہوگی۔ البتہ صدقہ کرنے کا علیحدہ سے ثواب ہوگا۔ [تفسیر نور العرفان، صفحہ ۹۲۲]

قربانی کا گوشت فروخت کرنا

تمام مذاہب (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) کے علماءِ کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قربانی کا گوشت بیچنا حرام ہے۔ [بدایة المجتهد و نهایة المقتصد، صفحہ ۵۶۶، مطبوعہ دار التذکیر، اردو بازار، لاہور]

فوت شدہ والدین کی طرف سے قربانی کرنا

والدین اور دیگر قرابت داروں کے لیے ایصالِ ثواب کی نیت سے قربانی کرنا صحیح ہے۔

[تفہیم المسائل، جلد ا، صفحہ ۲۳۲، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور]

کس جانور کی قربانی کرنا افضل ہے؟

مینڈھا بھیڑ سے اور دنبہ دنبی سے افضل ہے، بکری بکرے سے افضل ہے لیکن خصی بکرا، بکری سے افضل ہے، گائے بیل سے اور اونٹنی، اونٹ سے افضل ہے، جب کہ گوشت اور قیمت برابر ہوں۔ اگر گوشت کی مقدار میں فرق ہو تو جس میں گوشت زیادہ ہو، وہ افضل ہے۔ [بہارِ شریعت، جلد ۲، صفحہ ۵۴۶]

نابالغ پر قربانی

نابالغ بچہ خواہ کتنا ہی مال دار ہو، اس پر قربانی کرنا لازم نہیں ہے۔ [ہدایہ شریف، جلد ۲، صفحہ ۴۴۲، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار، لاہور/ فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۰، صفحہ ۳۶۹]

رسول اللہ ﷺ کی طرف سے قربانی کرنا

اپنی واجب قربانی ادا کرنے کے بعد حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس کے لیے ایصالِ ثواب کی نیت سے قربانی کرنا افضل ہے، اس کا ثواب قربانی کرنے والے کو بھی ملے گا۔

[تفہیم المسائل، جلد ا، صفحہ ۲۳۲]

اگر ایک گھر میں ایک سے زائد صاحبِ نصاب ہوں تو؟

چوں کہ شریعت کی رو سے ہر عاقل و بالغ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں اپنے عمل کا جواب دہ ہے، لہٰذا اگر ایک گھر میں ایک سے زائد صاحبِ نصاب ہوں تو فرداً فرداً قربانی کرنا واجب ہے۔ فقط ایک قربانی سب کے لیے کافی نہیں ہوگی۔ [تفہیم المسائل، جلد ا، صفحہ ۲۳۱]

جانور ادھار لے کر قربانی کرنا

جانور ادھار لے کر اس کی قربانی کرنا جائز ہے۔[آپ کے مسائل اور ان کا حل، جلد۴، صفحہ۲۴۳]

اگر کوئی شخص 12/ ذی الحجہ کو مال دار ہو گیا تو؟

اگر کوئی شخص 12/ذوالحجہ کے دن حاجتِ اصلیہ سے زائد پاکستانی 15200 روپے کا مالک ہو جائے، تو اس پر قربانی کرنا واجب ہے۔[ذبیحہ کے احکام ومسائل، صفحہ۲۴۳]

قربانی کی قضاء

جس شخص پر قربانی واجب ہو اور وہ کسی وجہ سے ایامِ قربانی میں قربانی نہ کر سکے تو دو صورتیں ہیں:

① اگر اس نے قربانی کا جانور خریدا ہوا تھا، تو اسے صدقہ کر دے۔

② اور اگر خریدا ہوا نہیں تھا تو اس کی قیمت صدقہ کرے۔

[فتاویٰ فیض الرسول، جلد۲، صفحہ۴۴۱، مطبوعہ شبیر برادرز اردو بازار، لاہور]

گزشتہ سالوں کی قربانی کا حکم

گزشتہ سالوں کی رہ جانے والی قربانی کی قضا کا طریقہ یہ ہے کہ جتنے سالوں کی قربانی رہ گئی ہو تو ہر سال کی قربانی کے بدلے اس کی قیمت فقراء، مساکین میں صدقہ کر دے اور اللہ تعالیٰ سے اس گناہ کی مغفرت بھی مانگے۔[فتاویٰ حقانیہ، جلد۶، صفحہ۴۸۲، مطبوعہ دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک]

قربانی کا جانور مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کرنا

اگر کوئی شخص قربانی کا جانور مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کر دے، تو قربانی نہیں ہوگی۔ نیز ذبح کرنے والے کو اس کی قیمت ادا کرنی پڑے گی۔

[ذبیحہ کے احکام ومسائل، صفحہ۲۶۶، مطبوعہ ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد]

قربانی کے جانور کا قربانی کرنے والے کی ملک ہونا ضروری ہے؟

قربانی کا جانور قربانی کرنے والے کی ملک ہونا ضروری ہے، ورنہ قربانی نہیں ہوگی۔

[فتاویٰ امجدیہ، جلد۳، صفحہ۳۲۷، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، کراچی]

مرغ کی قربانی کرنا

مرغ کی قربانی کرنا مکروہ اور مجوس سے مشابہت ہے، نیز واجب کی ادائیگی بھی نہیں ہوگی۔

[فتاویٰ رضویہ، جلد۲۰، صفحہ۵۶۰]

غریب کے لیے قربانی کا ثواب حاصل کرنے کا طریقہ

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور سیدنا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اس امت کے لیے یوم الاضحیٰ کو عید کا دن قرار دوں''---

ایک شخص نے پوچھا:

''یارسول اللہ! یہ بتائیے کہ اگر مجھ کو عاریۃً لی ہوئی بکری کے سوا اور کوئی بکری نہ ملے تو کیا میں اسی کو ذبح کردوں؟''---

آپ ﷺ نے فرمایا:

''نہیں، لیکن تم اپنے بالوں اور ناخنوں کو کاٹ لینا اور مونچھوں کو تراش لینا اور زیرناف بال مونڈ لینا تو اللہ کے نزدیک یہ تمہاری پوری قربانی ہوجائے گی''---

[تبیان القرآن، جلد۹، صفحہ۹۲۹]

یہ بھی یاد رہے کہ اگر کسی پر قربانی واجب نہیں تھی مگر اس نے قربانی کرلی تو وہ بہترین ثواب کا حق دار ہے۔

قربانی کے جانور کا گم یا چوری ہو جانا

''اگر قربانی کا جانور گم ہوجائے یا چوری ہوجائے اور دوسرا جانور خرید لیا جائے، پھر پہلا جانور مل جائے تو غنی پر فقط ایک جانور کی جب کہ فقیر پر دونوں کی قربانی لازم ہوگی''---[فتاویٰ رضویہ، جلد۲۰، صفحہ۴۵۲]

قربانی کے جانور کا مر جانا

''اگر قربانی کا جانور مر جائے تو غنی پر دوسرے جانور کی قربانی ضروری ہوگی، جب کہ فقیر پر نہیں''---[فتاویٰ رضویہ، جلد۲۰، صفحہ۴۵۲]

گائے، بھینس اور اونٹ کے شرکاء

شرکاء میں سے کسی کا کافر ہونا

''اگر شرکاء میں سے کوئی کافر (یا بدمذہب) ہو تو کسی کی بھی قربانی نہیں ہوگی۔ لہٰذا شرکاء کا انتخاب جانچ پڑتال کے ساتھ کیا جائے''---

[بہارِ شریعت، جلد۲، صفحہ۵۴۸، مطبوعہ مکتبہ اعلیٰ حضرت، لاہور]

اہلِ سنت کے لیے بدعقیدہ لوگوں کی اجتماعی قربانی میں شرکت کرنا یا انھیں قربانی کی رقم مہیا کر دینا درست نہیں۔

شرکاء کی نیت کا مختلف ہونا

''اگر جانور کے شرکاء میں سے کسی شریک کی نیت گوشت کا حصول ہو، قربانی کرنا مقصود نہ ہو تو کسی کی قربانی نہیں ہوگی۔ لہٰذا پہلے شرکاء میں سے ہر ایک کی نیت کا معلوم کر لینا ضروری ہے'' ---[بہارِ شریعت، جلد۲، صفحہ۵۴۳]

شرکاء میں گوشت تقسیم کرنے کا طریقہ

''شرکاء میں اندازے سے گوشت تقسیم کرنا صحیح نہیں ہے، بلکہ وزن کر کے تقسیم کیا جائے۔ یاد رہے کہ یہاں یہ حیلہ کرنا صحیح نہیں ہے کہ ایک دوسرے کو کہہ دے کہ کمی بیشی معاف کرنا، کیوں کہ یہ حقِ شرع ہے، بندہ کو اس کے معاف کرنے کا حق نہیں ہے'' ---[ایضاً، صفحہ۵۴۴]

قربانی کی گائے میں عقیقہ کا حصہ ڈالنا

''قربانی کی گائے میں عقیقہ کا حصہ ڈال سکتے ہیں۔ بہتر تو یہ ہے کہ لڑکے کے لیے دو حصے اور لڑکی کے لیے ایک حصہ ہو۔ اگر استطاعت نہ ہو تو لڑکے کے لیے ایک حصہ بھی ڈالا جا سکتا ہے'' ---[تفہیم المسائل، جلد۱، صفحہ۲۳۲]

قربانی کے جانوروں میں شرکاء کی تعداد

بھیڑ، دنبہ، بکری اور بکرا فقط ایک آدمی کی طرف سے ذبح کیے جا سکتے ہیں، جب کہ گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اونٹ اور اونٹنی میں سات افراد شریک ہو سکتے ہیں۔ کیوں کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''گائے کی قربانی سات کی طرف سے ہو سکتی ہے اور اونٹ کی قربانی سات کی طرف سے ہو سکتی ہے'' ---[ابوداؤد]

قربانی کے وقت کے مستحب امور

① ......قربانی کے دنوں میں مستحب یہ ہے کہ پہلے دن قربانی کی جائے۔

[بدائع صنائع، جلد۵، صفحہ۱۹۰، مطبوعہ دیال سنگھ ٹرسٹ، لاہور]

② ......دن کے وقت قربانی کرنا مستحب ہے۔[ایضاً]

ذبح کے بعد کے مستحب امور

①......جانور کو ذبح کے بعد مستحب یہ ہے کہ کھال کھینچنے میں اتنی دیر کی جائے کہ مذبوحہ جانور کے تمام اعضاء ٹھنڈے اور پرسکون ہو جائیں۔[بدائع الصنائع، جلد۵، صفحہ۱۹۰]

②......قربانی کرنے والے کا خود اپنی قربانی کے گوشت سے کچھ کھانا مستحب ہے۔[ایضاً]

③......قربانی کے گوشت کا ایک تہائی حصہ صدقہ کرنا مستحب ہے۔[بدائع الصنائع، جلد۵، صفحہ۱۹۲]

قربانی کی کھال کے متعلقہ مسائل

قربانی کی کھال امام و خطیب کو دینا

امام و خطیب کو قربانی کی کھال ہدیۃً دینا جائز ہے، جب کہ معاوضہ کے طور پر دینا ناجائز ہے۔[ایضاً، صفحہ۴۸۱]

قربانی کی کھال کو فروخت کرنا

اگر کوئی شخص قربانی کی کھال کو اپنے مصرف میں لانے کے لیے فروخت کرتا ہے تو اس کی قیمت کو صدقہ کرنا لازمی ہے، ورنہ قربانی نہیں ہوگی اور اگر کھال کو اس لیے فروخت کرتا ہے کہ اس کی قیمت کو کسی مدرسہ میں دے گا، تو پھر کوئی حرج نہیں۔[فتاویٰ رضویہ، جلد۲۰، صفحہ۴۵۱]

قربانی کی کھال کا مصرف

قربانی کی کھال ہر اس کام میں صرف کی جاسکتی ہے، جو باعثِ ثواب ہو۔[ایضاً،۴۷۳]

قربانی کی گائے کے شرکاء کا کھال میں حصہ

قربانی کی گائے میں جو لوگ شریک ہوں، وہ کھال میں بھی اپنے اپنے حصے کے برابر شریک ہوں گے، کسی ایک شریک کو یہ کھال باقی شرکاء سے اجازت کے بغیر اپنے پاس رکھ لینا یا کسی کو دے دینا جائز نہیں۔[فقہی رسائل، جلد۲، صفحہ۲۴۵، مطبوعہ میمن مسجد پبلی کیشنز، کراچی]

قربانی کا چمڑا قصاب کو دینا

قربانی کا چمڑا یا گوشت یا اس میں سے کوئی چیز قصاب یا ذبح کرنے والے کو اجرت میں دینا جائز نہیں ہے۔[بہارِ شریعت، بحوالہ ہدایہ، جلد۲، صفحہ۵۵۰]

قربانی کرنے والے کے لیے مستحب امور

①......قربانی کرنے والے کے لیے مستحب یہ ہے کہ خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرے، اگر خود نہ کر سکے تو

ایسے شخص سے ذبح کرائے جو اچھی طرح کرنا جانتا ہو۔[بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، صفحہ ۵۶۵]

②......قربانی کرنے والے شخص کو چاہیے کہ وہ قربانی کے روز صبح کے وقت کچھ نہ کھائے اور اس کا پہلا کھانا قربانی کا گوشت ہی ہو۔[قربانی کیسے کریں، صفحہ ۱۵، مطبوعہ اسکالرز اکیڈمی، گلشن اقبال، کراچی]

قربانی کے جانور کے بارے میں مستحب امور

①......قربانی کے جانور کے بارے میں مستحب یہ ہے کہ وہ خصی ہو۔[بدائع الصنائع، جلد ۵، صفحہ ۱۹۰]

②......قربانی کا جانور موٹا اور خوب صورت ہو، کیوں کہ وہ آخرت کی سواری ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اپنی قربانی کے جانوروں کو خوب پالا کرو، کیوں کہ وہ پل صراط پر تمہاری سورایاں ہوں گے"---

حضرت بقیہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ قربانی وہ ہے، جو زیادہ مہنگی اور زیادہ فربہ ہو"---[شرح صحیح مسلم، جلد ۶، صفحہ ۱۴۹]

قربانی کے جانور

پانچ قسم کے جانوروں کی قربانی کرنا جائز ہے:

①......بکری، بکرا
②......بھیڑ، دنبہ
③......بھینس، بھینسا
④......گائے، بیل
⑤......اونٹنی، اونٹ

[قربانی کیسے کریں، صفحہ ۸]

قربانی کے جانوروں کی عمریں

①......بھینس، بھینسا، گائے اور بیل کی عمر کم از کم دو سال ہونا ضروری ہے۔

②......اونٹ، اونٹنی کی عمر کم از کم پانچ سال ہونا ضروری ہے۔

③......بکرا، بکری، بھیڑ، کی عمر کم از کم ایک سال ہونا ضروری ہے۔

④......دنبہ ایک سال کا ہونا بہتر ہے اور اگر ۶ ماہ کا اتنا فربہ ہو کہ دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہو تو اس کی قربانی کرنا جائز ہے۔[شرح صحیح مسلم، جلد ۶، صفحہ ۱۳۸]

قربانی کے جانوروں کے عیوب

جانور کے عیب کے بارے میں فقہاء کرام نے یہ ضابطہ بیان کیا ہے کہ ہر وہ عیب، جو کسی منفعت کو بالکل زائل کردے یا جمال کو بالکل ضائع کردے، اس کی وجہ سے قربانی جائز نہیں ہے، البتہ جو اس سے کم تر درجے کا ہو، اس کی وجہ سے قربانی ممنوع نہیں ہوتی۔ [تفہیم المسائل، جلد۱، صفحہ۲۳۱]

اندھے جانور کی قربانی کرنا

ایسا جانور جو کہ اندھا ہو، اس کی قربانی کرنا جائز نہیں ہے۔ [بہارِ شریعت، جلد۲، صفحہ۵۲۷]

کانے جانور کی قربانی کرنا

جس جانور کا کانا پن ظاہر ہو، اس کی قربانی ناجائز ہے۔ [ایضاً]

دم کٹے جانور کی قربانی کرنا

اگر کسی جانور کی دُم تہائی سے زیادہ خود کاٹ لی گئی ہو یا اسے کوئی بھیڑیا وغیرہ کھا گیا، تو اس کی قربانی نہیں ہوسکتی۔ [فتاویٰ رضویہ، جلد۲۰، صفحہ۴۶۵]

جس جانور کے پیدائشی کان نہ ہوں اس کی قربانی کرنا

جس جانور کے دونوں یا ایک کان پیدائشی طور پر نہ ہوں، تو اس کی قربانی کرنا جائز ہے۔

[فتاویٰ نوریہ، جلد۳، صفحہ۴۶۷، مطبوعہ دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور، اوکاڑا]

جس جانور کی پیدائشی دم نہ ہو اس کی قربانی کرنا

جس جانور کی پیدائشی دم نہ ہو، اس کی قربانی کرنا صحیح ہے۔ [ایضاً]

خنثٰی جانور کی قربانی کرنا

ایسا جانور جس میں نر و مادہ دونوں علامات پائی جاتی ہوں، اس کی قربانی کرنا ناجائز ہے، کیوں کہ اس کا گوشت پکتا نہیں۔ [فتاویٰ رضویہ، جلد۲۰، صفحہ۲۵۶]

جس جانور کے کان چھوٹے ہوں، اس کی قربانی کرنا

جس جانور کے کان چھوٹے ہوں، اس کی قربانی کرنا جائز ہے۔ [بہارِ شریعت، جلد۲، صفحہ۵۴۷]

کان کٹے جانور کی قربانی کرنا

جس جانور کے کان کا اکثر حصہ کٹا ہوا ہو اس کی قربانی نہیں ہوسکتی۔

[فتاویٰ رضویہ، جلد۲۰، صفحہ۴۶۵]

جس جانور کا ایک پاؤں کاٹ لیا گیا ہو، اس کی قربانی کرنا

جس جانور کا ایک پاؤں کاٹ لیا ہو، اس کی قربانی کرنا جائز ہے۔[بہارِ شریعت، جلد۲، صفحہ ۵۴۷]

خارشی جانور کی قربانی کرنا

اگر خارشی جانور خوب موٹا تازہ ہو تو اس کی قربانی کرنا جائز ہے اور اگر اتنا لاغر ہو کہ اس کی ہڈی میں مغز نہ رہا ہو تو ناجائز ہے۔[بہارِ شریعت، جلد۲، صفحہ ۵۴۷]

جس جانور کے پیدائشی سینگ نہ ہوں، اس کی قربانی کرنا

جس جانور کے پیدائشی سینگ یا اس کے سینگ کا کچھ حصہ ٹوٹ جائے تو اس کی قربانی کرنا جائز ہے۔[فتاویٰ رضویہ، جلد۲۰، صفحہ ۴۶۰]

گابھن جانور یا دودھ کے جانور کی قربانی کرنا

ایسا جانور جو گابھن ہو یا دودھ دیتا ہو، اس کی قربانی کرنا ناپسندیدہ ہے۔[ایضاً، صفحہ ۳۷۰]

جس جانور کے دانت نہ ہوں، اس کی قربانی کرنا

جس جانور کے دانت نہ ہوں اگر وہ چارہ کھا لیتا ہے، تو اس کی قربانی جائز ہے ورنہ نہیں۔[شرح صحیح مسلم، جلد۶، صفحہ ۱۵۱]

جس جانور کے دانت ٹوٹ گئے، اس کی قربانی کرنا

جس جانور کے دانت ٹوٹ گئے ہوں، اگر اس کے اتنے دانت باقی ہیں، جن سے وہ چارا کھا سکتا ہے، تو اس کی قربانی جائز ہے، ورنہ نہیں۔[ایضاً]

ناک کٹے جانور کی قربانی کرنا

جس جانور کی ناک کٹی ہوئی ہو، اس کی قربانی جائز نہیں۔[ایضاً]

زبان کٹے جانور کی قربانی کرنا

اگر قربانی کے جانور کی زبان کٹی ہوئی ہو اور وہ چارہ کھا سکتا ہو، تو اس کی قربانی جائز ہے ورنہ نہیں۔[ایضاً]

حلال جانور کے مکروہ و حرام اجزاء

حلال جانور کے مندرجہ ذیل اجزاء کھانا مکروہ ہیں:

آلۂ تناسل، مادہ جانور کے پیشاب کی جگہ، خصیتین، دُبر کی جگہ، مثانہ، حرام مغز، آنتیں۔ ذبح کے وقت بہنے والے خون کو کھانا قطعی حرام ہے۔[تفہیم المسائل، جلد ۱، صفحہ ۲۴۳]

دو آدمیوں کا ایک جانور کو ذبح کرنا

اگر کسی شخص نے دوسرے سے ذبح کرایا اور خود اپنا ہاتھ بھی چھری پر رکھ دیا تا کہ دونوں مل کر ذبح کریں تو دونوں پر بسم اللہ کہنا واجب ہے، اگر ان میں سے کسی ایک نے قصداً چھوڑ دی یا یہ خیال کر کے چھوڑ دی کہ دوسرے نے پڑھ لی ہوگی، دونوں صورتوں میں جانور حلال نہیں ہوگا۔

[بہارِ شریعت، جلد ۲، صفحہ ۵۵۲]

نمازِ عید کی نیت

دو رکعات نمازِ عید الاضحیٰ مع چھ تکبیراتِ واجب کے، بندگی اللہ تعالیٰ کی، منہ طرف قبلہ شریف کے، پیچھے اس امام کے اللہ اکبر۔ پہلی رکعت میں ثنا کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھنے سے پہلے امام صاحب تین بار اللہ اکبر کہیں گے، مقتدی بھی اللہ اکبر کہتے ہوئے کانوں تک ہاتھ اٹھائیں، پہلی دو تکبیر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دیں جب کہ تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لیں اور حسبِ معمول امام صاحب کے ساتھ رکعت پوری کریں۔ دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ اور قرأت کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے تین بار تکبیرات کہیں، مقتدی حسبِ سابق اللہ اکبر کہتے ہوئے کانوں تک ہاتھ اٹھائیں اور چھوڑ دیں، چوتھی بار اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں چلے جائیں اور بقیہ نماز مکمل کریں۔

قربانی کا گوشت کسی کافر کو دینا

قربانی کا گوشت کسی کافر کو دینا جائز نہیں۔[فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۰، صفحہ ۲۵۳]

عید الاضحیٰ کے مستحبات

① ......غسل کرنا
② ......مسواک کرنا
③ ......خوشبو لگانا
④ ......عمدہ کپڑے زیبِ تن کرنا
⑤ ......صبح سویرے جاگنا
⑥ ......عیدگاہ کی طرف جلدی جانا
⑦ ......نمازِ عید سے قبل کچھ نہ کھانا
⑧ ......راستے میں بلند آواز سے تکبیر کہنا
⑨ ......نمازِ عید کے فوراً بعد قربانی کرنا
⑩ ......عیدگاہ کی طرف پیدل جانا

[نور الایضاح، صفحہ ۳۳۴، مکتبہ قادریہ، لاہور]

جانور کی کتنی رگوں کا کٹنا ضروری ہے؟

جانور کی چار رگوں میں سے کم از کم تین کا کٹنا لازمی ہے، ورنہ جانور حلال نہ ہوگا۔

[فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۰، صفحہ ۲۱، بحوالہ درمختار]

کند چھری سے ذبح کرنا

کند چھری سے ذبح کرنا ممنوع و گناہ ہے۔ [فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۰، صفحہ ۲۲۵]

کس کا ذبیحہ حلال اور کس کا حرام ہے؟

کافر، مرتد، مشرک، قادیانی، مجوسی، مجنون، ناسمجھ اور وہ شخص جو قصداً تکبیر ترک کردے، کا ذبیحہ حرام و مردار ہے اور ان کے علاوہ کا ذبیحہ حلال ہے، جب کہ رگیں ٹھیک کٹ جائیں۔ اگرچہ ذابح عورت، سمجھدار بچہ، گونگا یا بے ختنہ ہو۔ [فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۰، صفحہ ۲۴۳]

بھیڑ کے بچہ کا گدھی کا دودھ پینا

اگر بھیڑ کا بچہ گدھی کے دودھ سے پرورش پائے، تو اس کا کھانا مکروہ ہے۔ [ایضاً، صفحہ ۲۵۷]

قربانی کے جانور کے پیٹ سے بچہ نکلنا

مذبوحہ جانور کے شکم سے اگر بچہ مردہ نکلے تو حرام ہے اور اگر زندہ نکلے تو ذبح کرنے سے حلال ہوجائے گا۔ [ایضاً، صفحہ ۲۷۹]

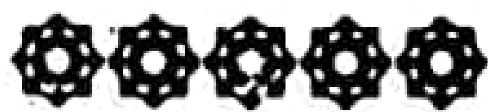
عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا

عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا حرام ہے۔ [ایضاً، صفحہ ۴۴۴]

ذبح کرنے کی جگہ

پورا حلقوم ذبح کی جگہ ہے۔ یعنی اس کے اعلیٰ، اوسط، اسفل جس جگہ میں ذبح کیا جائے، جانور حلال ہوگا۔ آج کل چمڑے کا نرخ زیادہ ہے اور یہ وزن یا ناپ سے فروخت ہوتا ہے، اس لیے قصاب اس کی کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح چمڑے کی مقدار بڑھ جائے اور اس کے لیے ترکیب کرتے ہیں کہ بہت اوپر سے ذبح کرتے ہیں اور اس صورت میں ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ یہ ذبح فوق العقدہ ہوجائے اور اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ جانور حلال ہوگا یا نہیں۔ اس باب میں قولِ فیصل یہ ہے کہ ذبح فوق العقدہ میں اگر تین رگیں کٹ جائیں تو جانور حلال ہے، ورنہ نہیں۔

[بہارِ شریعت، جلد ۲، صفحہ ۵۳۲]



اوجھڑی کا مسئلہ

امام اہل سنت مفتیٔ اعظم پاکستان شیخ الحدیث والتفسیر علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب قدس سرہ العزیز (حزب الاحناف، لاہور) کا فتویٰ

سوال

حلال جانور میں کون کون سے حصے کھانے حرام ہیں، نیز بکرے کے کپوروں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

ریاض احمد، جماعت دہم، حافظ آباد

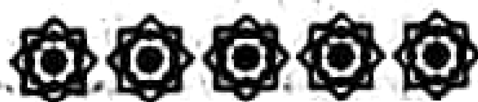
الجواب

نر، مادہ کی شرم گاہ، پتہ، حرام مغز، کپورہ، خون، پھلنا (مثانہ)---

اگر اوجھڑی خوب صاف کر لی جائے کہ اس میں بالکل بو باس نہ رہے تو بلا کراہت جائز ہے۔ کذا فی البدائع---

پنجاب میں کپورہ کھانے کا بکثرت رواج ہے اور بعض کباب فروش ایک ہی توے میں گردے، کباب کی ٹکیاں تلتے ہیں اور ساتھ ہی اسی چربی، گھی یا تیل میں کپورے بھی بھونتے ہیں اور کپوروں کا عرق ان کبابوں میں بھی شامل ہوتا ہے، وہ بھی کپوروں کی طرح حرام و ممنوع ہو جاتے ہیں---

[ماہ نامہ رضوان، لاہور، ۷ تا ۱۴ مارچ ۱۹۵۴ء]



حج، عمرہ اور حاضری مدینہ منورہ

(صاحبزادہ) محمد محبّ اللہ نوری

حج، اسلام کا پانچواں اور عبادات میں چوتھا اہم رکن ہے، جو مالی اور بدنی عبادت کا مجموعہ ہے--- یہ سنہ ۹ ھ میں فرض ہوا--- رسول اللہ ﷺ نے اپنے وصال سے صرف تین ماہ پہلے سنہ ۱۰ ھ میں حج ادا فرمایا، اسے حجۃ الوداع کہا جاتا ہے--- حج ہر صاحب استطاعت مسلمان پر عمر میں ایک بار فرض ہے---

حج، قرب الٰہی اور عشق و محبت کی داستان ہے--- بندۂ مومن عشق الٰہی میں بے خود ہو کر کفن نما لباس زیب تن کیے، ننگے سر، بکھرے ہوئے بالوں اور میلے کچیلے جسم کے ساتھ لبیک اللّٰھم لبیک کی صدائیں بلند کرتا صحن حرم میں داخل ہوتا ہے اور دیوانہ وار کعبۃ اللہ کے گرد چکر لگاتا ہے--- کبھی صفا و مروہ کے درمیان دوڑتا ہے، پھر تلاش محبوب میں سرگرداں شہر مکہ چھوڑ کر منیٰ، عرفات اور مزدلفہ کی وادیوں میں صحرا نوردی کرتا ہے--- غرض مختلف اطوار و انداز سے محبت الٰہی میں سرگرداں ہو کر، اسی رسم عاشقی کو تازہ کرتا ہے، جس کے بانی اللہ تعالیٰ کے خلیل

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہیں---

حج کو اسلام کی سالانہ کانفرنس کا درجہ حاصل ہے، جہاں مختلف رنگ، نسل، زبان اور وطن کے افراد وحدت اسلامی کے رنگ میں رنگے نظر آتے ہیں--- اسلامی وحدت و یگانگت کے اس عالم گیر اور روح پرور اجتماع کی نظیر دنیا کی کسی قوم اور کسی مذہب میں نہیں ملتی---

حج، نفس انسانی کی تطہیر و تہذیب کے لیے اکسیر کا درجہ رکھتا ہے--- الغرض حج ایک جامع عبادت اور گوناگوں دینی و دنیوی فوائد اور اجر و ثواب کا ذریعہ ہے---

حج کا معنی

حج کا شرعی اور اصطلاحی مفہوم بیان کرتے ہوئے امام ابن اثیر لکھتے ہیں:

اَلْحَجُّ فِی اللُّغَۃِ : اَلْقَصْدُ اِلٰی کُلِّ شَیْءٍ فَخَصَّہُ الشَّرْعُ بِقَصْدٍ مُعَیَّنٍ ذِیْ شُرُوْطٍ مَعْلُوْمَۃٍ---

[النہایۃ فی غریب الحدیث و الاثر، جلد ۱، صفحہ ۲۳۴، مطبوعہ مصر]

”حج کا لغوی معنی ہے کسی چیز کی طرف قصد و ارادہ کرنا، جب کہ اصطلاح شریعت میں شرائط معلومہ کے ساتھ معین قصد کو حج کہتے ہیں“---

علامہ اصفہانی کہتے ہیں:

اَصْلُ الْحَجِّ الْقَصْدُ لِلزِّیَارَۃِ وَ خُصَّ فِی تَعَارُفِ الشَّرْعِ بِقَصْدِ بَیْتِ اللّٰہِ تَعَالٰی اِقَامَۃَ النُّسُکِ---[المفردات فی غرائب القرآن، جلد ۱، صفحہ ۳۰-۲۲۹]

”حج کا اصل معنی قصد زیارت ہے، شرعی اصطلاح میں اسے عبادت کی نیت سے بیت اللہ شریف کی زیارت کے لیے مخصوص کر لیا گیا ہے“---

شرائط

فرضیت حج کے لیے چند شرائط ہیں، یہ پائی جائیں تو حج فرض ہو جاتا ہے:

1. اسلام---
2. عقل---
3. بلوغ---(بچہ اگر حج کرے تو نفلی ہوگا)
4. حریت---
5. زادِ سفر یعنی ضروریاتِ سفر اور واپسی تک اہل خانہ کی کفالت کے لیے اخراجات کا انتظام ہو---
6. صحت و سلامتی---مفلوج، اپاہج، نابینا، بیمار، انتہائی کمزور اور بوڑھا نہ ہو---
7. راستہ پُر امن ہو---

عورت پر حج فرض ہونے کے لیے دو شرطیں مزید ہیں:

1. شوہر یا ایسے محرم کی رفاقت، جس سے ہمیشہ نکاح حرام ہو---
2. عدت میں نہ ہو---

فرائض

حج کے تین فرض ہیں:

① احرام (یہ شرط ہے) میقات (معینہ حدود) سے پہلے عام لباس اتار کر اَن سلی چادریں پہننا (عورت کے لیے عام لباس ہی احرام ہے) احرام کے کپڑے پہن کر دو رکعت نماز پڑھی جائے، اس کے بعد حج کی نیت سے تلبیہ پڑھے:

لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيك، لَبَّيكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيك، اِنَّ الْحَمْدَ وَ النِّعْمَةَ لَكَ وَ الْمُلْكَ، لَا شَرِيْكَ لَكَ---

تلبیہ پڑھنے کے بعد آدمی مُحرِم ہو جاتا ہے---

② ۹رذی الحجہ کو میدانِ عرفات میں حاضری، شرعی اصطلاح میں اسے وقوفِ عرفات کہتے ہیں---

③ طوافِ زیارت---وقوفِ عرفات اور رمی و قربانی کے بعد طواف، جسے طوافِ زیارت کہا جاتا ہے (وقوفِ عرفات اور طوافِ زیارت، یہ دونوں حج کے رکن ہیں)---

حج کے واجبات

غروب آفتاب تک میدان عرفات میں وقوف، مزدلفہ میں نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب سے قبل تک وقوف، صفا مروہ کی سعی، جمروں کی رمی (منیٰ میں شیطان کو کنکریاں مارنا)، قارن و متمتع کا قربانی کرنا، حلق (سر منڈانا) یا قصر (بال کٹانا)، افعال حج میں ترتیب اور طواف وداع وغیرہ---

حج کی اقسام

حج کی تین قسمیں ہیں:

1. حج افراد
2. حج تمتع
3. حج قران

حج افراد

صرف حج کی نیت سے احرام باندھا جائے اور اس کے ساتھ حج کے مہینوں میں عمرہ نہ ملائے (حج کے مہینوں سے مراد شوال، ذیقعد اور ذوالحجہ کے پہلے دس دن ہیں) یکم شوال سے پہلے حج کے لیے احرام باندھنا مکروہ ہے--- اہل مکہ کو صرف حج افراد کی اجازت ہے---

حج تمتع

حج اور عمرہ کو اکٹھا کرنا، اس طرح کہ حج کے مہینوں میں پہلے عمرہ ادا کیا جائے، عمرہ کا احرام کھولنے کے بعد حج کا احرام باندھا جائے---

حج تمتع کی ایک دوسری صورت بھی ہے کہ عمرہ کا احرام باندھنے والا، اپنے ساتھ ہدی (قربانی کا جانور) لے جائے، اس صورت میں عمرہ سے فارغ ہو کر احرام عمرہ کھولے بغیر اس پر احرام حج باندھا جاتا ہے---موجودہ دور میں تمتع کی اس صورت پر عمل نہایت مشکل ہے---

حج قران

حج اور عمرہ دونوں کی نیت سے احرام باندھا جائے، پہلے عمرہ کرے، عمرہ سے فراغت کے بعد احرام نہ کھولے، بلکہ اسی احرام کو قائم رکھتے ہوئے افعال حج ادا کرے---افراد سے تمتع اور تمتع سے قران افضل ہے---

ممنوعات حج

حج میں بعض امور ممنوع ہیں:

سلے ہوئے کپڑے پہننا، سر یا چہرہ ڈھانپنا، خوشبو لگانا، بال کاٹنا، ناخن تراشنا، عمل زوجیت، شکار کرنا، حرم کے خودرو درخت یا گھاس کاٹنا وغیرہ---

مسائل حج کی تفصیل کے لیے حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے شیخ طریقت مفسر قرآن حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی نور اللہ مرقدہ کے مختصر مگر جامع رسالہ ''زاد الحرمین'' اور بہار شریعت از حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعہ مفید رہے گا---

عمرہ

حج کی طرح عمرہ بھی وہ اعلیٰ عبادت ہے جو اللہ تعالیٰ کے گھر کعبۃ اللہ اور مکہ مکرمہ کے ساتھ مختص ہے---اس کا حج سے اسی طرح کا تعلق ہے، جیسے فرض نماز کے ساتھ نوافل کا---

عمرہ کا معنی ہے، زیارت---بعض کہتے ہیں کہ یہ عمارت (آبادی) سے مشتق ہے---

عمرہ پر دونوں معنی صادق آتے ہیں کہ عمرہ کرنے والوں کے ذریعے مسجد حرام کی آبادی اور رونق برقرار رہتی ہے اور بیت اللہ کی زیارت کا موقع میسر آتا ہے اور ان کیفیات سے سرشار ہونے والے کی اپنی روحانی دنیا آباد ہوتی ہے--- یہ بھی ممکن ہے کہ عمرہ، عمر (زندگی) سے مشتق ہو، کیوں کہ یہ عبادت عمر بھر کی جا سکتی ہے--- اس میں حج کی طرح مہینے اور تاریخ کی قید نہیں، عمرہ کی نیت سے احرام باندھ کر طواف اور سعی کر کے حلق یا قصر کرا لینے سے عمرہ مکمل ہو جاتا ہے--- ایک ہی سال میں متعدد عمروں کی اجازت ہے--- رمضان المبارک میں عمروں کی بڑی فضیلت ہے--- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ عُمْرَۃً فِیْ رَمَضَانَ تَقْضِیْ حَجَّۃً اَوْ حَجَّۃً مَعِیَ---

[صحیح بخاری، کتاب جزاء الصید، باب حج النساء، حدیث ۱۸۶۳/ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل العمرۃ فی رمضان، حدیث ۱۲۵۶]

"رمضان المبارک میں عمرہ کرنا یقیناً حج کے برابر ہے یا فرمایا کہ میری معیت میں حج کرنے کے برابر ہے"---

حاضریٔ مدینہ منورہ

مدینہ منورہ کی حاضری ارکان حج میں داخل نہیں مگر بلاشبہ افضل ترین طاعات، سرچشمۂ حسنات و برکات اور اعلیٰ درجات قرب پر فائز ہونے کا بہترین ذریعہ ہے، علماء نے اسے واجب کے قریب بتایا ہے--- حق یہ ہے کہ حاضریٔ بارگاہ قدس، محبت کا معاملہ ہے--- آقائے دو عالم ﷺ کی ذات اقدس و اطہر سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کو اصل الاصول اور فرض عین تصور کرے--- یہاں کی حاضری باعث مغفرت، موجب رحمت اور قرب الٰہی کا ذریعہ ہے--- ارشاد ربانی ہے:

وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا○--- [النساء۴:۶۴]

"اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں

اور پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہیں اور رسول (کریم ﷺ) ان کی شفاعت فرمائیں تو ضرور اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں"---

وَ اِذَا جَاءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ---[الانعام،۶:۵۴]

"اور جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوں وہ لوگ جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو ان سے فرما دیجیے تم پر سلام ہو، تمہارے رب نے (محض اپنے کرم سے) اپنے اوپر رحمت کو لازم کرلیا ہے، تو جو کوئی کر بیٹھے تم میں سے کچھ برائی، نادانی کی وجہ سے، پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اصلاح پذیر ہو جائے، تو بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا، بے حد رحم فرمانے والا ہے"---

سرکار ابد قرار ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کی فضیلت پر متعدد احادیث مبارکہ شاہد ہیں---

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ زَارَ قَبْرِيْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ---

[الشفاء (طبع بیروت)، جلد۲، صفحہ۸۳/ مجمع الزوائد، جلد۴، صفحہ۲/ وفاء الوفاء، جلد۴، صفحہ۱۳۳۶]

"جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی، اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی"---

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ زَارَ قَبْرِيْ بَعْدَ مَوْتِيْ كَانَ كَمَنْ زَارَنِيْ فِيْ حَيَاتِيْ---

[مجمع الزوائد، جلد۴، صفحہ۲/ وفاء الوفاء، جلد۴، صفحہ۱۳۴۰/ شعب الایمان للبیہقی، جلد۳، صفحہ۴۸۹]

"جس شخص نے میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی، وہ ایسے ہی ہے، جیسے اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی"---

امام ابن ہمام قدس سرہ العزیز اپنی تحقیق انیق کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"عازم مدینہ کو چاہیے کہ وہ خالص سرکار ابد قرار ﷺ کی حاضری اور زیارت کا

قصد کرے"---

[فتح القدیر، جلد۲، صفحہ۳۳۶]

قیام مدینہ کے دوران سراپا ادب و نیاز حاضر رہے---ع:

سر ایں جا، سجدہ ایں جا، بندگی ایں جا، قرار ایں جا

مواجہہ عالیہ پر نہایت ادب سے حاضری دے، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

مِنَ السُّنَّۃِ اَنْ تَأْتِیَ قَبْرَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَۃِ وَتَجْعَلَ ظَھْرَكَ اِلَی الْقِبْلَۃِ وَ تَسْتَقْبِلَ الْقَبْرَ بِوَجْھِكَ ثُمَّ تَقُوْل : اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ---[فتح القدیر، جلد۲، صفحہ۳۳۶]

"(صحابہ و تابعین کا طریقہ اور) سنت یہ ہے کہ جب تم نبی کریم ﷺ کی قبر انور پر حاضری دو تو اپنی پشت قبلہ کی طرف اور منہ قبر اطہر کی طرف کرو، پھر سلام عرض کرو"---

امام مالک رضی اللہ عنہ ابن وہب رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں:

اِذَا سَلَّمَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَ دَعَا یَقِفُ وَ وَجْھُہٗ اِلَی الْقَبْرِ لَا اِلَی الْقِبْلَۃِ---[الشفاء، جلد۲، صفحہ۸۵]

"مواجہہ عالیہ پر سرکار ﷺ کی بارگاہ میں سلام اور دعا مانگتے ہوئے قبلہ کی جانب منہ نہ کرے بلکہ اپنا رخ قبر انور کی طرف رکھے"---

ایک بار خلیفہ ابوجعفر منصور عباسی نے حضرت سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کے وقت دعا کرتے ہوئے مواجہہ کی طرف منہ کروں یا قبلہ کی طرف؟---فرمایا:

لِمَ تَصْرِفُ وَجْھَكَ عَنْہُ وَ ھُوَ وَسِیْلَتُكَ وَ وَسِیْلَۃُ اَبِیْكَ آدَمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ بَلِ اسْتَقْبِلْہُ وَ اسْتَشْفِعْ بِہٖ فَیُشَفِّعَہُ اللّٰہُ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَ لَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْكَ .... الآیۃ---

[الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی، جلد۲، صفحہ۴۱/ زرقانی، جلد۸، صفحہ۳۱۳-۳۱۴]

"حضور ﷺ سے چہرہ کیوں پھیرتا ہے؟ حالاں کہ آپ ﷺ روز قیامت

تیرے اور تیرے باپ آدم علیہ السلام کے لیے بھی وسیلہ ہیں---حضور ﷺ کی جانب منہ کرو اور آپ سے شفاعت طلب کرو، اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی شفاعت قبول فرماتا ہے، جیسا کہ آیت مبارکہ و لو انھم ...... الخ سے ظاہر ہے"---

منیب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَأَیْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ اَتٰـی قَبْرَ النَّبِیِّ ﷺ فَوَقَفَ فَرَفَعَ یَدَیْهِ حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنَّـهٗ افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِیِّ ﷺ ثُمَّ انْصَرَفَ---

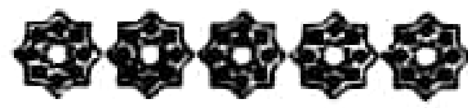
[شعب الایمان، جلد ۳، صفحہ ۴۹۱]

"میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر اطہر پر آ کر کھڑے ہوئے اور بڑی دیر تک ہاتھ بلند کیے رہے، حتی کہ میں نے گمان کیا کہ وہ نماز کی نیت کر رہے ہیں، پھر انہوں نے سلام عرض کیا اور چلے گئے"---

اللہ تعالیٰ جل وعلا ہمیں سرکار ابد قرار ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ کے آداب ملحوظ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور حج، عمرہ اور حاضریٔ مدینہ منورہ کی سعادت سے بار بار نوازے---

آمین بجاہ طہ و یٰس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ و اصحٰبہ

و بارك وسلم من لدن یومنا ھذا الی یوم الدین



آئی نسیمِ کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم — کھنچنے لگا دِل سوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کعبہ ہمارا کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم — مصحفِ ایمان روئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

لے کے مرادِ دل آئیں گے، مر جائیں گے، مٹ جائیں گے — پہنچیں تو ہم تا کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

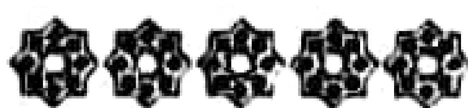
طوبیٰ کی جانب تکنے والو، آنکھیں کھولو، ہوش سنبھالو — دیکھو قدِ دل جوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

نام اسی کا باب کرم ہے، دیکھو یہی محراب حرم ہے — دیکھ خمِ ابروئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ہم سب کا رخ سوئے کعبہ، سوئے محمد ﷺ روئے کعبہ — کعبے کا کعبہ کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

بھینی بھینی خوشبو مہکی ، بیدمؔ دل کی دنیا لہکی — کھل گئے جب گیسوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت بیدم شاہ وارثی رحمۃ اللہ علیہ



نعت سرورِ کونین ﷺ

گنبدِ خضرا

دلوں کا شوق ، روحوں کا تقاضا گنبدِ خضرا •
زمانے کی نگاہوں کا اجالا گنبدِ خضرا •
گلستانِ جہاں میں زندگی پرور بہار اس کی •
سرِ آفاق لہراتا سویرا گنبدِ خضرا •
جو رنگ و بو کی دنیا سر زمینِ شہرِ طیبہ ہے •
تو خلد چشم و فردوسِ تمنا گنبدِ خضرا •
فلاح و کامرانی کی بشارت اہلِ ایماں کو •
گنہگاروں کو رحمت کا اشارا گنبدِ خضرا •
حبیبِ کبریا ﷺ سائے میں اس کے محوِ راحت ہیں •
دو عالم میں اسی باعث ہے یکتا گنبدِ خضرا •
شفائے خاطرِ امت، ہوائے کوچۂ حضرت ﷺ •
نگاہوں کی اداسی کا مداوا گنبدِ خضرا •
خدا کا شکر تائبؔ کی نگاہوں نے بھی دیکھا ہے •
وہ ہر سینے کے اندر بسنے والا گنبدِ خضرا •

پلکوں سے چل کے آ •

شوق و نیاز و عجز کے سانچے میں ڈھل کے آ
یہ کوچۂ حبیب ﷺ ہے، پلکوں سے چل کے آ
امت کے اولیاء بھی ادب سے ہیں دم بخود
یہ بارگاہِ سرورِ دیں ﷺ ہے، سنبھل کے آ
آتا ہے جو تو شہرِ رسالت مآب میں
حرص و ہوا کے دام سے باہر نکل کے آ
ماہِ عرب کے آگے تری بات کیا بنے
اے ماہتاب! روپ نہ ہر شب بدل کے آ
سوز و تپش سخن میں اگر چاہتا ہے تو
عشقِ نبی کی آگ سے تائبؔ پگھل کے

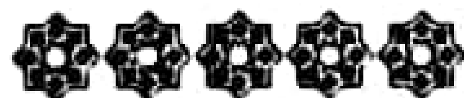
حفیظ تائب



سلام بحضور خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

سلام اس پر خدا کے بعد جس کا آستانہ ہے
سلام اس پر کہ جس نے عاصیوں کو بخشوانا ہے
سلام اس پر لقب ہے رحمۃ للعالمیں جس کا
سلام اس پر کہ جس کا لطف ، لطفِ جاودانہ ہے
سلام اس پر کہ جس کے عاشقوں پر خلد عاشق ہے
سلام اس پر کہ دوزخ جس کے دشمن کا ٹھکانہ ہے
سلام اس پر ادب جس کا سکھایا ذات باری نے
سلام اس پر کہ جو خلقت میں یکتا و یگانہ ہے
سلام اس پر کہ جو قاسم ہے مولا کے خزانوں کا
سلام اس پر کہ جس کے در کا سائل اک زمانہ ہے
سلام اس پر نظر رکھتا ہے جو احوالِ امت پر
سلام اس پر کہ جس کو پیار ہم سے والہانہ ہے
سلام اس پر بشر کی آبرو ہے جس کی نسبت سے
سلام اس پر دلِ مسلم میں جس کا آشیانہ ہے
سلام اس پر کہ جس کی پیروی حق کی اطاعت ہے
سلام اس پر کہ جس کی یاد بخشش کا بہانہ ہے
سلام اس پر غنی کرتا ہے جو محتاج کے دل کو
سلام اس پر کہ جس کی ہر عنایت خسروانہ ہے
ثنا گو ہے خدا شہزاد جس کی ذاتِ اقدس کا
سلام اس پر کہ میرے لب پہ بھی اس کا ترانہ ہے

علامہ محمد شہزاد مجددی



قربانی

فضیلت و اھمیّت اور احکام و مسائل

مولانا محمد ناصر خان چشتی

ماہِ ذوالحج ہر سال بھر کے بعد جب آتا ہے تو جذبۂ تسلیم و رضا اور جذبۂ ایثار و قربانی بھی ہمراہ لاتا ہے۔ قمری سال کے اس آخری مہینے کا مقدس چاند جونہی طلوع ہوتا ہے، تسلیم و رضا کی لازوال داستان کی یاد بھی ساتھ لاتا ہے۔ اس ماہ کی دس، گیارہ اور بارہ تاریخ کو دنیا بھر کے کروڑوں صاحب نصاب مسلمان اسوۂ ابراہیمی کی یاد تازہ کرنے کے لیے قربانی کرتے ہیں۔

عید قربان! مسلمانوں کا عظیم مذہبی تہوار ہے، جو ہر سال ۱۰-۱۱-۱۲ ذوالحجہ کو انتہائی عقیدت و محبت، خوشی و مسرت، ذوق و شوق، جوش و خروش اور جذبۂ ایثار و قربانی سے منایا جاتا ہے۔ اس دن اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا تن، من، دھن قربان کرنے کے عہد کی تجدید ہوتی ہے اور یہی مسلمانوں کی عید ہوتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے عظیم فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مقدس ذکر قیامت تک فضاؤں اور ہواؤں میں گونجتا رہے گا۔ قرآن و حدیث کے صحیفوں میں محفوظ رہے گا اور آسمان کی رفعتوں اور زمین کی وسعتوں میں ہر سال یونہی تازہ اور زندہ ہوتا رہے گا۔

قربانی کا معنٰی و مفہوم

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں متعدد مقامات پر قربانی کا ذکر آیا ہے۔ قربانی کا لفظ

''قرب'' سے لیا گیا ہے۔ عربی زبان میں قربان! اس چیز کو کہتے ہیں، جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جائے۔ جب کہ اصلاحِ شریعت (Tarm-e-Islamic) میں اس سے مراد ذبح حیوان مخصوص بنیة القربة فی وقت مخصوص ''مخصوص جانور کو ذوالحجہ کی دس، گیارہ اور بارہ تاریخ کو تقربِ الٰہی اور اجر و ثواب کی نیت سے ذبح کرنا قربانی کہلاتا ہے۔ یعنی ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کے قرب اور رضا کا ذریعہ بنے، اسے قربانی کہتے ہیں، چاہے وہ ذبیحہ کی شکل میں ہو یا صدقہ و خیرات کی صورت میں ہو۔

قربانی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ قربانی ہے جو حجاج کرام، حج کے موقع پر مکہ مکرمہ (مِنٰی) میں کرتے ہیں اور اسے ''ھدی'' کہا جاتا ہے...... اور دوسری قسم وہ ہے جو تمام صاحب نصاب مسلمان دنیا کے گوشے گوشے میں کرتے ہیں، اسے عام طور پر ''اضحیہ'' کہا جاتا ہے۔ پہلی قسم کی قربانی مکہ مکرمہ کے ساتھ خاص ہے، جو حرمِ پاک سے باہر نہیں ہو سکتی، جب کہ دوسری قسم کی قربانی تمام روئے زمین پر ہر جگہ ہو سکتی ہے۔

قربانی کا وجوب

قرآن مجید کی متعدد آیاتِ مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے صاحبانِ ایمان کو قربانی کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ جس میں قربانی کے وجوب، قربانی کی اہمیت اور قربانی کی عظمت و فضیلت کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ سورۃ الکوثر میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ○ --- [سورۃ الکوثر:۲]

''(اے حبیب!) پس آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھتے رہیں اور قربانی کیجئے'' ---

اسی طرح ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○ ---

''(اے محبوب!) آپ کہیے کہ بے شک میری نماز اور میری قربانی (اور حج و دیگر جملہ عبادات) اور میرا جینا اور میرا مرنا، سب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے'' --- [سورۃ الانعام: آیت ۱۶۲]

قربانی! دین اسلام کے عظیم شعائر میں سے ایک ہے اور اس کے عبادت ہونے پر پوری امت مسلمہ کا اتفاق ہے اور اس کی فرضیت (وجوب) قرآن و حدیث اور اجماعِ امت سے ثابت ہے۔

قربانی کی تاریخ بہت قدیم ہے۔ قربانی تمام امتوں پر اور تمام روئے زمین پر ہوتی آ رہی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد اس کی واضح نشان دہی فرما رہا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ---[سورۃ الحج: آیت ۳۴]

''اور ہم نے ہر امت کے لیے ایک قربانی مقرر فرمائی ہے تا کہ وہ (ذبح کے وقت) اللہ تعالیٰ کا نام ان بے زبان جانوروں پر ذکر کریں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائے ہیں''---

اس آیت مبارک سے واضح طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ قربانی ہر امت میں اور ہر جگہ قائم رہی ہے، کیوں کہ سابقہ اُمتیں بھی مکہ مکرمہ سمیت تمام روئے زمین پر آباد تھیں اور قربانی بھی ہر امت کے لیے مقرر تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ قربانی بھی تمام روئے زمین پر ہر دور میں ہوتی آ رہی ہے۔

آقائے نامدار حضور سید عالم ﷺ نے بھی مکہ مکرمہ (حج کے موقع پر) اور مدینہ منورہ میں دونوں جگہ فریضہ قربانی ادا فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

''رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ میں تقریباً دس سال تک اقامت پذیر رہے اور آپ ﷺ (ہر سال) قربانی کرتے رہے ہیں''---[جامع ترمذی، مشکوٰۃ المصابیح]

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب قربانی کے دن آنحضرت ﷺ کے قریب وہ اونٹ لائے گئے جو پانچ یا چھ کی تعداد میں تھے تو اونٹوں نے (ایک دوسرے پر سبقت کر کے) آپ ﷺ کے نزدیک آنا شروع کیا تا کہ جسے چاہیں پہلے اسی کو ذبح کریں۔ راوی کہتے ہیں کہ جب یہ جانور پہلو پر گر گئے (یعنی وہ ذبح کر دیے گئے) تو آنحضرت ﷺ نے آہستہ سے کچھ فرمایا، جسے میں نہ سمجھ سکا۔ چنانچہ میں نے (اس شخص سے جو میرے پاس تھا) پوچھا کہ آپ ﷺ نے کیا فرمایا ہے؟ اس نے کہا کہ آپ ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ:

''جو شخص چاہے (ہدی کے) ان جانوروں میں سے (گوشت) کاٹ کر لے جائے''---

[مظاہر حق جدید، جلد ۲، صفحہ ۷۲۸، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی]

قربانی کی فضیلت و اہمیت

قربانی کا وجوب احادیث مبارکہ سے بھی ثابت ہے۔ قربانی کی فضیلت و اہمیت بیان کرتے ہوئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

''جس شخص کے پاس مالی استطاعت ہو اور قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ کے قریب بھی نہ آئے''---[ابن ماجہ/ مسند امام احمد]

ابن آدم کا پسندیدہ ترین عمل

جہاں تک قربانی کی مقبولیت اور اجر و ثواب کا تعلق ہے تو خلوصِ نیت کے ساتھ فربہ (صحت مند)

اور بیش قیمت جانور کی قربانی اس کا اہم ذریعہ ہے۔ چنانچہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

مَا عَمِلَ ابْنُ اٰدَمَ مِنْ عَمَلٍ یَوْمَ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ اِھْرَاقِ الدَّمِ وَ اَنَّہٗ لَیَاْتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ بِقُرُوْنِھَا وَ اَشْعَارِھَا وَ اَظْلَافِھَا وَ اَنَّ الدَّمَ لَیَقَعُ مِنَ اللّٰہِ بِمَکَانٍ قَبْلَ اَنْ یَّقَعَ بِالْاَرْضِ فَطِیْبُوْا بِھَا نَفْسًا---[جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، مشکوٰۃ المصابیح]

”قربانی کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک اولادِ آدم کا کوئی بھی عمل خون بہانے (یعنی قربانی کرنے) سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے۔ بلاشبہ قیامت کے دن قربانی کا جانور (زندہ ہوکر) اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں سمیت آئے گا اور بے شک اس کا خون زمین پر گرنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں مقام مقبولیت حاصل کر لیتا ہے۔ پس تم اپنی قربانیاں خوش دلی سے کیا کرو“---

ہر بال کے بدلے ایک نیکی

عَنْ زَیْدِ ابْنِ اَرْقَمَ قَالَ قَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! مَا ھٰذِہِ الْاَضَاحِیُّ؟ قَالَ سُنَّۃُ اَبِیْکُمْ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ؟ قَالُوْا فَمَا لَنَا فِیْھَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ بِکُلِّ شَعْرَۃٍ حَسَنَۃٌ قَالُوْا فَالصُّوْفُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ بِکُلِّ شَعْرَۃٍ مِّنَ الصُّوْفِ حَسَنَۃٌ---

”حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یارسول اللہ! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قربانی تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس میں ہمارے لیے کیا اجر و ثواب ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”قربانی کے جانور کے ہر بال اور اون کے بدلے میں ایک نیکی ملتی ہے“---

[سنن ابن ماجہ، مسند امام احمد، مشکوٰۃ المصابیح]

اس حدیث پاک کی روشنی میں قربانی کی عظمت و فضیلت اور اجر و ثواب کا اندازہ کیجیے کہ جانوروں کے جسم پر بے حد و بے حساب بلکہ ان گنت بال ہوتے ہیں اور اس حدیث پاک کے مطابق جانور کے ایک ایک بال کے بدلے میں ایک ایک عظیم نیکی ملتی ہے، لہٰذا قربانی کرنے والے خوش نصیب انسان کے نامۂ اعمال میں بے حد و بے حساب اجر و ثواب اور لاتعداد نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ یہاں ایک بڑا لطیف نکتہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''اس حدیث میں اہل علم کے لیے ایک بڑا ہی لطیف اور لذیذ نکتہ یہ ہے کہ ''شعرۃ'' اور ''حسنۃ'' دونوں ہی نکرہ ہیں مگر ''شعرۃ'' کی تنوین تنکیر ''تحقیر'' کے لیے اور ''حسنۃ'' کی تنوین تنکیر ''تعظیم'' کے لیے ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ قربانی کے جانور کے چھوٹے چھوٹے اور حقیر سے حقیر بال کے بدلے بھی بڑی سے بڑی اور عظیم سے عظیم ترنیکی ملتی ہے'' ---[حقانی تقریریں، صفحہ ۲۷۸]

○ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اے فاطمہ! کھڑی ہو اپنی قربانی پر اور (قربانی کے وقت جانور کے پاس) حاضر رہو، کیوں کہ قربانی (کے جانور) کے خون کے ہر قطرہ کے بدلے میں تمہارے سارے پچھلے گناہوں کو بخش دیا جائے گا۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے عرض کیا، یارسول اللہ! کیا یہ اجروثواب ہم اہل بیت (خاندانِ نبوت) کے لیے مخصوص ہے یا ہمارے اور تمام مسلمانوں کے لیے یہ اجر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''ہمارے اور تمام مسلمانوں کے لیے یہی اجروثواب ہے'' ---[مجمع الزوائد، جلد۴، صفحہ ۱۷]

○ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

''اے لوگو! قربانی کیا کرو اور قربانی (کے جانور) کے خون میں ثواب کی نیت کرو، کیوں کہ قربانی (کے جانور) کا خون ہر چند کہ زمین پر گرتا ہے لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہوتا ہے'' ---[مجمع الزوائد، جلد۴، صفحہ ۱۷]

○ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''جس شخص نے اجروثواب کی نیت سے اور خوش دلی کے ساتھ قربانی کی، وہ قربانی اس کے لیے آگ سے حجاب (رکاوٹ) ہو جائے گی'' ---[مجمع الزوائد، جلد۴، صفحہ ۱۷]

حدیثِ نبوی کے مطابق قربانی کے جانور کے خون کے ہر قطرے کے ساتھ اس کے گناہوں کی مغفرت ہو جاتی ہے اور قیامت کے دن وہ قربانی اس کے لیے آگ جہنم سے حجاب ہو جائے گی۔ چنانچہ حدیث پاک میں حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

''بے شک قربانی (کے جانور) کے خون کے پہلے قطرے کے ساتھ تمہارے ہر پچھلے گناہ کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور سنو! قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے گوشت اور خون کے ساتھ لایا جائے گا اور ستر درجے بڑھا کر تمہارے میزانِ عمل میں (شامل کر کے) وزن کیا جائے گا'' ---[کنز العمال، الترغیب والترہیب]

فلسفہ و روحِ قربانی

قربانی کے ایام (۱۰-۱۱-۱۲/ ذوالحجہ) میں اللہ تعالیٰ کے قرب اور اجروثواب کی نیت سے

مخصوص جانور کو ذبح کرنے کا نام قربانی ہے۔ سنت ابراہیمی کو تازہ کرنے کے لیے کروڑوں فرزندانِ اسلام ہر سال قربانی کرتے ہیں اور کروڑوں جانور اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح ہوتے ہیں۔ جانور کی قربانی دراصل ہم سب کو راہ حق میں اپنی جان بھی قربان کرنے کا درس دیتی ہے اور یہی قربانی کی اصل روح اور فلسفہ ہے۔

قربانی! قربِ خداوندی کا اہم ترین ذریعہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے نہایت ضروری ہے کہ تمام نیک اعمال چاہے وہ فرضی ہوں یا نفلی، ریاکاری اور دکھاوے سے بالکل پاک ہوں اور اس سے اپنی عزت وشہرت مقصود نہ ہو بلکہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ومطلوب ہو۔ نیت خالص ہو تو کم قیمت والے جانور کی قربانی بھی شرف قبولیت حاصل کر لیتی ہے اور نیت خالص نہ ہو تو بیش قیمت جانور کی قربانی بھی رائیگاں اور ضائع چلی جاتی ہے۔

قربانی بہ ظاہر ایک جانور کو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کرنے کا نام ہے، لیکن درحقیقت قربانی کا مقصد محض جانوروں کو ذبح کر دینا ہی نہیں بلکہ قربانی کی روح اور فلسفہ یہ ہے کہ بندۂ مومن ایک خاص جذبۂ اخلاص و ایثار، ایمان داری و نیکوکاری، وفاداری اور جذبۂ تقویٰ و پرہیزگاری ہی کے تحت قربانی کا عظیم فریضہ سرانجام دے۔ چنانچہ قرآن پاک کتنے واضح اور دل نشین انداز میں قربانی کا مقصد ومفہوم اور فلسفہ وروح بیان فرما رہا ہے۔ ارشادِ خداوند قدوس ہے:

لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَ لَا دِمَآؤُھَا وَ لٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ ---

"اللہ تعالیٰ تک تمہاری ان (قربانیوں کے جانوروں) کا گوشت اور خون ہرگز نہیں پہنچتا بلکہ اس کے حضور تو صرف تمہارا تقویٰ ہی شرف یاب (قبول) ہوتا ہے" ---

[سورۃ الحج: آیت نمبر ۳۷]

جذبہ اخلاص و تقویٰ ...... درس قربانی

اس آیت مبارک میں صاحبان ایمان کو یہ عظیم سبق دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہاری قربانی کے جانوروں کے گوشت اور خون کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ ہاں البتہ اس کی بارگاہ میں تمہارا اخلاص اور تقویٰ ہی شرفِ قبولیت پائے گا اور تمہارے دل میں جتنا خلوص اور تقویٰ زیادہ ہوگا، اتنا ہی قربانی کی مقبولیت اور اس کا اجر وثواب بھی زیادہ ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ ہر عمل خیر کی طرح قربانی میں بھی اخلاص نیت کا جذبہ بہت ضروری ہے، کیوں کہ درحقیقت وہی قربانی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول اور ماجور ہوگی، جس میں یہ جذبۂ اخلاص کارفرما ہو کہ وہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور حصولِ اجر وثواب کے لیے کی گئی ہے۔

اسلام ہمیں سال میں ایک مرتبہ اپنے مال اور جانوروں کی قربانی کا حکم دیتا ہے تاکہ ہم اپنے اندر عزم و ہمت اور جرأت و استقامت اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال و دولت خرچ کرنے اور ایثار و قربانی کا جذبہ پیدا کریں۔ اس کے علاوہ اسلام کا ہر فرد چونکہ فطرتاً سپاہی اور مجاہد ہوتا ہے تو اسلام ہمیں قربانی کے ذریعے یہ درس دیتا ہے کہ جس طرح آج تم اللہ کے لیے اپنا مال پیش کر رہے ہو، کل اسی طرح تم نے دین حق کی تبلیغ و اشاعت اور سربلندی کے لیے اپنا خون بھی پیش کرنا ہے اور اگر آج تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے محبوب کا خون بہانے میں کامیاب ہو جاتے ہو تو کل تم اللہ کی راہ میں اپنی جان قربان کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہو اور تم دارین کی سعادتیں پانے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔

قربانی کے فضائل و فوائد

قربانی کر کے انسان نہ صرف اطاعت خداوندی بجالاتا ہے بلکہ اللہ کے محبوب انبیاء کرام کی سنت پر بھی عمل پیرا ہوتا ہے اور قربانی کرنے کے بعد جب اس کا ایک تہائی گوشت غریبوں، ناداروں، یتیموں اور مسکینوں میں تقسیم کیا جاتا ہے تو اس میں صدقہ و خیرات کا پہلو بھی کارفرما ہوتا ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ کی مزید رضا و خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ایک تہائی گوشت اپنے عزیزوں، رشتہ داروں اور احباب میں تقسیم کیا جاتا ہے، اس طرح رشتہ داروں کے حقوق کی پاسداری ہوتی ہے، یوں بیک وقت حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تکمیل ہوتی ہے، گویا کہ عید قربان کا اصل مقصد حقوق اللہ و حقوق العباد کی ادائیگی اور جذبہ ایثار و قربانی پیدا کرنا ہے۔

- قربانی کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا قرب حاصل ہوتا ہے۔
- قربانی کے جانور کے ہر ہر بال کے بدلے میں ایک ایک عظیم نیکی ملتی ہے۔
- قربانی کے جانور کے خون کے ہر قطرے کے بدلے میں اللہ تعالیٰ قربانی کرنے والے کا ایک گناہ بخش دیتا ہے۔
- قربانی کے دن اللہ تعالیٰ کو مسلمان کا کوئی عمل قربانی کرنے سے زیادہ پسند نہیں ہے۔
- قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے گوشت اور خون کے ساتھ لایا جائے گا اور اس کو ستر درجے بڑھا کر میزان عمل میں وزن کیا جائے گا۔
- قربانی کے جانور کے خون کے پہلے قطرہ کے ساتھ قربانی کرنے والے کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔
- قربانی کرنے سے فقراء اور مساکین کو مفت گوشت مل جاتا ہے، جس سے ان کو بھی عید کی خوشیاں نصیب ہوتی ہیں۔

- قربانی کے جانوروں اور کھالوں سے ملک وقوم کو قیمتی زرمبادلہ حاصل ہوتا ہے، جس سے کاروبار، معیشت اور نقل وحمل میں تیزی آجاتی ہے۔

خلاصۂ کلام

خلاصہ کلام یہ ہے کہ عید الاضحیٰ ہر سال ہمیں یہ یاد دلاتی ہے کہ قربانی محض جانور کو ذبح کرنے، اس کا گوشت تقسیم کرنے اور کھانے کھلانے سے عید اور قربانی کا مقصد پورا نہیں ہو جاتا بلکہ یہ مقصد دلوں میں ایک دوسرے کے لیے خلوص ومحبت، ہمدردی اور جذبہ ایثار وقربانی پیدا کرنے سے مکمل ہوتا ہے۔

قربانی کے ذریعے سنتِ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو زندہ اور اسوۂ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو تازہ کیا جاتا ہے۔ قمری سال کا آغاز محرم سے اور اختتام ماہِ ذوالحجہ پر ہوتا ہے۔ دس محرم کو امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور دس ذوالحجہ کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی ہے۔ معلوم ہوا کہ اسلام ابتداء سے لے کر انتہاء تک قربانیوں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا تن من دھن قربان کرنے کا نام ہے۔

غریب و سادہ ، رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسین ، ابتدا ہے اسماعیل

وجوبِ قربانی اور ملکیتِ نصاب

قربانی ایک مالی عبادت ہے جو ہر صاحب نصاب مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے۔ مخصوص جانور کو مخصوص ایام (۱۰، ۱۱، ۱۲/ذوالحجہ) کو تقربِ الٰہی اور اجر وثواب کی نیت سے ذبح کرنا قربانی ہے۔ مالکِ نصاب ہونے سے مراد اتنا مال ہے جو حاجت اصلیہ کے علاوہ ساڑھے باون تولے چاندی (612.36 گرام) یا ساڑھے سات تولے (یعنی 87.48 گرام) سونے کی رائج الوقت بازاری قیمت کے برابر ہو۔ واضح رہے کہ قربانی کے وجوب کے لیے محض مالک نصاب ہونا ہی کافی ہے، نصاب پر پورا قمری سال گزرنا شرط نہیں ہے۔

قربانی کا مجموعی وقت

قربانی کا مجموعی وقت دسویں ذوالحجہ کی صبح صادق سے لے کر بارہویں ذوالحجہ کے غروبِ آفتاب تک ہے۔ جب کہ قربانی کے لیے ۱۰/ذوالحجہ سب سے افضل دن ہوتا ہے۔ گیارہویں اور بارہویں ذوالحجہ کی شب میں بھی قربانی ہوسکتی ہے، مگر رات میں ذبح کرنا مکروہ ہے۔

شہر میں قربانی کا وقت

امام کے ساتھ نمازِ عید الاضحیٰ پڑھنے کے بعد قربانی کرنا بالاجماع جائز ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ گاؤں اور دیہات والوں کے حق میں فجر ثانی طلوع ہونے کے بعد

قربانی کا وقت داخل ہو جاتا ہے، جب کہ شہر والوں کے حق میں جب تک امام نمازِ عید اور خطبہ سے فارغ نہ ہو جائے قربانی کا وقت داخل نہیں ہوتا اور اگر کسی نے اس سے پہلے قربانی کر دی تو وہ جائز نہیں ہے، اسے دوبارہ قربانی کرنی ہوگی۔

شہر میں قربانی کرنے کے لیے شرط یہ ہے کہ نمازِ عید کے بعد قربانی کی جائے اور دیہات میں چونکہ نمازِ عید (واجب) نہیں ہوتی اس لیے وہاں صبح صادق کے بعد قربانی کر سکتے ہیں، اگر شہر میں متعدد جگہوں پر نمازِ عید ہوتی ہو تو صرف پہلی جگہ نمازِ عید ہو جانے کے بعد قربانی کرنا جائز ہے، یعنی یہ ضروری نہیں ہے کہ عیدگاہ میں نماز ہو جائے جب ہی قربانی کی جائے بلکہ اگر کسی مسجد میں ہو گئی اور عیدگاہ میں نہیں ہوئی، جب بھی ہو سکتی ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد بن حنبل اور امام سفیان ثوری صرف تین دن (یوم نحر اور اس کے بعد دو دن) تک قربانی کے جواز کے قائل ہیں اور ان کے نزدیک تیسرا دن گزر جانے کے بعد چوتھے دن قربانی کرنا جائز نہیں ہے، جب کہ غیر مقلدین کے نزدیک یوم نحر اور اس کے بعد تین دن تک قربانی جائز ہے، لیکن اہل سنت کے نزدیک قربانی صرف تین دن تک ہو سکتی ہے۔

قربانی کی شرائط وجوب

قربانی کے واجب ہونے کی شرائط حسب ذیل ہیں:

1. مسلمان ہونا (کافر پر قربانی واجب نہیں)
2. مالک نصاب ہونا (فقیر پر قربانی واجب نہیں)
3. آزاد ہونا (غلام پر قربانی واجب نہیں، اگرچہ آج کل غلامی کا سلسلہ نہیں ہے)
4. مقیم ہونا (مسافر پر قربانی واجب نہیں)
5. بالغ ہونا (نابالغ پر قربانی واجب نہیں)

مسافر پر اگرچہ قربانی واجب نہیں ہے مگر نفل کے طور پر کرے تو کر سکتا ہے، ثواب پائے گا۔ حج کرنے والے جو مسافر ہیں، ان پر قربانی واجب نہیں اور مقیم ہوں تو واجب ہے، البتہ "حج تمتع" اور "حج قران" کرنے والوں پر قربانی واجب ہے۔

شرائط قربانی کا وقت میں پایا جانا

قربانی کی جملہ شرائط کا قربانی کے وقت میں پایا جانا ضروری ہے۔ مثلاً ایک شخص ابتدائی وقت میں کافر تھا اور پھر مسلمان ہو گیا اور ابھی قربانی کا وقت ہے تو اس پر قربانی واجب ہے، جب کہ قربانی کی باقی شرائط بھی پائی جائیں۔ اسی طرح کوئی شخص اوّل وقت میں مسافر تھا پھر اثنائے وقت میں

مقیم ہو گیا تو اس پر بھی قربانی واجب ہے۔ اسی طرح ایک شخص فقیر تھا اور وقت کے اندر مالک نصاب ہو گیا اور نابالغ بچہ، بالغ ہو گیا تو اس پر بھی قربانی واجب ہے۔

مخصوص جانور کی قربانی

قربانی واجب ہونے کا سبب ''وقت'' ہے۔ جب وہ وقت (دس، گیارہ اور بارہ ذوالحجہ) آ جائے اور شرائط وجوب پائے گئے تو قربانی واجب ہو گئی اور قربانی کا رکن ''مخصوص جانور'' کو قربانی کی نیت سے ذبح کرنا ہے۔ قربانی کی نیت سے دوسرے حلال جانور مثلاً ہرن، مرغ وغیرہ کو ذبح کرنا جائز نہیں ہے۔ [درمختار/ ردالمحتار]

فرداً فرداً قربانی کا وجوب

شریعت مطہرہ کے مطابق ہر عاقل و بالغ مسلمان مرد و عورت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے اعمال کا جواب دہ ہے، لہٰذا اگر کسی مشترکہ خاندان میں ایک سے زیادہ افراد صاحب نصاب ہیں تو سب پر فرداً فرداً قربانی واجب ہے۔ محض ایک کی قربانی سب کے لیے کافی نہیں ہو گی، بلکہ تعین کے بغیر ادا ہی نہیں ہو گی۔

ہر سال کی واجب قربانی

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اگر کوئی شخص دولت مند ہے اور وہ حضور نبی کریم ﷺ کے لیے ایصال ثواب کی نیت سے قربانی کرنا چاہتا ہے تو یہ بڑی خوش نصیبی کی بات ہے۔ لیکن پہلے اسے اپنی طرف سے قربانی کرنی ہو گی، کیوں کہ وہ اس پر واجب ہے، حتیٰ کہ اگر وہ ہر سال صاحب نصاب ہوتا ہے تو اسے ہر سال پہلے اپنی طرف سے قربانی ادا کرنی ہو گی اور بعد میں چاہے تو کسی اور کی طرف سے قربانی کر سکتا ہے۔

ایصالِ ثواب کی نیت سے قربانی

اپنے فوت شدہ رشتہ داروں اور بزرگان دین کے لیے ایصالِ ثواب کی نیت سے قربانی کی جا سکتی ہے یعنی اپنی طرف سے واجب قربانی ادا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ توفیق دے تو اپنے مرحوم رشتہ داروں، بزرگان دین، اہل بیت، صحابہ کرام اور خصوصاً حضور نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس کے لیے ایصال ثواب کی نیت سے قربانی کرنا افضل اور باعثِ سعادت ہے اور کرنے والے کو نہ صرف اجر و ثواب پورا ملے گا بلکہ حضور سید عالم ﷺ کی نسبت سے اس کی قبولیت بھی یقینی ہے۔

موت و حیات اور وجوبِ قربانی

ہمارے معاشرے میں جہالت، کم علمی اور دین سے دوری کے سبب ایک نہایت غلط رسم

یہ پائی جارہی ہے کہ اگر کسی کے گھر میں کوئی فوتگی ہو جائے تو اس کے بعد جو پہلی عید قربان آتی ہے اس میں اس کے گھر والے فوت ہونے کے سوگ میں قربانی نہیں کرتے اور اس کو فوت ہونے والے کی تعزیت کے خلاف سمجھتے ہیں، ایسا کوئی تصور اسلام میں نہیں ہے بلکہ ایسا تصور رکھنا قرآن وسنت کے خلاف ہے۔ موت وحیات اللہ کے ہاتھ میں ہے اور قربانی اللہ کا حکم اور شرعی اعتبار سے واجب ہے، اس کا ترک کرنا گناہ ہے، قیامت کے دن اس شخص کا مواخذہ ہوگا جو قربانی کرسکتا ہے مگر اس نے قربانی نہیں کی۔

قربانی کرنا ہی واجب ہے

قربانی کے ایام میں قربانی کرنا ہی واجب ہے۔ قربانی کا جانور یا اس کی قیمت صدقہ کردینا جائز نہیں ہے اور اس سے واجب ادا نہیں ہوگا بلکہ قربانی واجب الاعادہ اور ضروری ہے۔ ہاں، البتہ اس میں نیابت ہوسکتی ہے، یعنی کسی نے دوسرے کو وکیل بنادیا اور اس نے اس کی طرف سے قربانی کردی تو یہ جائز ہے۔

قربانی میں "عقیقہ" کا حصہ

مشترکہ گائے یا اونٹ وغیرہ کی قربانی میں "عقیقہ" کا حصہ بھی ڈالا جاسکتا ہے۔ افضل وبہتر یہ ہے کہ لڑکے کے لیے دو حصے اور لڑکی کے لیے ایک حصہ ہو، اگر دو حصوں کی استطاعت نہ ہو تو لڑکے کے لیے ایک حصہ بھی ڈالا جاسکتا ہے۔

بہ وقت ذبح جانور کا بچہ نکلنا

قربانی کے جانور نے ذبح سے پہلے بچہ دے دیا یا ذبح کرنے کے بعد پیٹ سے زندہ بچہ نکلا تو دونوں صورتوں میں یا تو اسے بھی قربان کردیں یا زندہ صدقہ کردیں یا فروخت کر کے اس کی قیمت صدقہ کردیں۔ اگر بچہ مردہ نکلے تو اسے پھینک دیں، قربانی ہر صورت میں صحیح ہے۔

قربانی کے جانور کا معیار

قربانی کا جانور تمام ظاہری عیوب سے سلامت ہونا چاہیے۔ اس سلسلہ میں فقہاءِ کرام نے یہ ضابطہ مقرر کیا ہے کہ ہر وہ عیب جو جانور کے کسی نفع یا حسن وخوب صورتی کو بالکل ضائع کردے، اس کی وجہ سے قربانی جائز نہیں ہے اور جو عیب اس سے کمتر درجہ کا ہو تو اس کی وجہ سے قربانی ناجائز نہیں ہوتی۔

جس جانور کے دانت نہ ہوں لیکن اگر وہ چارا کھالیتا ہے تو اس کی قربانی جائز ہے، ورنہ نہیں۔

جس جانور کا پیدائشی سینگ نہ ہو یا اس کا سینگ تھوڑا سا ٹوٹا ہوا ہو تو اس کی قربانی بھی جائز ہے۔

اگر جانور اندھا، کانا یا لنگڑا ہو اور اس کے عیوب بالکل ظاہر ہوں تو اس کی قربانی جائز نہیں ہے۔

اس طرح اگر اس کی بیماری ظاہر ہو، جس کے دونوں کان کٹے ہوئے ہوں، جس کی چکتی یا دم بالکل کٹی ہوئی ہو یا جس کا پیدائشی کان نہ ہو اس کی قربانی جائز نہیں ہے۔

جس جانور کا ایک کان پورا کٹا ہوا ہو یا جس کا پیدائشی صرف ایک کان ہو اس کی قربانی بھی جائز نہیں۔ اگر کان، چکتی یا دُم اور آنکھ کا زیادہ حصہ ضائع ہو گیا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں اور اگر کم حصہ ضائع ہوا ہو تو پھر قربانی صحیح ہے۔ جو جانور بھینگا ہو یا جس کا اون کاٹ لیا گیا ہو اس کی قربانی بھی جائز ہے۔ خارش زدہ جانور اگر موٹا تازہ ہو تو اس کی قربانی جائز ہے ورنہ نہیں جائز نہیں ہے۔

قربانی کے جانوروں کی عمریں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم صرف مسنہ (ایک سال کی بکری، دوسال کی گائے اور پانچ سال کا اونٹ) کی قربانی کیا کرو، ہاں اگر تم کو (مسنہ ملنا) دشوار ہو تو چھ سات ماہ کا دنبہ ذبح کر دو۔ [صحیح مسلم، مسند امام احمد، سنن ابی داؤد، سنن نسائی]

قربانی کے جانور تین قسم کے ہیں:

① اونٹ اور اونٹنی! ان کی عمر کم از کم پانچ سال ہونا ضروری ہے۔

② گائے، بیل، بھینس اور بھینسا، ان کی عمر کم از کم دوسال ہونا ضروری ہے۔

③ بکری، بکرا، بھیڑ اور دنبہ، ان کی عمر کم از کم ایک سال ہونا ضروری ہے۔ البتہ دنبہ اگر چھ مہینے کا ہو لیکن اتنا فربہ (صحت مند) ہو کہ دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو اس کی قربانی بھی جائز ہے۔ نیز بکری، بکرا، بھیڑ اور دنبہ صرف ایک آدمی کی طرف سے قربانی میں ذبح کیا جا سکتا ہے، جب کہ گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اونٹ اور اونٹنی میں زیادہ سے زیادہ سات افراد شریک ہو سکتے ہیں۔ شرط یہ ہے کہ سب کی نیت عبادت اور حصولِ اجر و ثواب کے لیے ہو۔

صاحب نصاب اور عیب دار جانور

صاحب نصاب نے اس قسم کے عیب والے جانور کو خریدا یا خریدنے کے بعد اس میں کوئی ایسا عیب پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے قربانی ممنوع ہے تو ہر صورت میں صاحب نصاب کا اس جانور کی قربانی کرنا جائز نہیں اور جو صاحب نصاب نہ ہو وہ ہر صورت میں اس جانور کی قربانی کر سکتا ہے۔ [شرح صحیح مسلم، جلد ۶، صفحہ ۱۵۱]

بہ وقت ذبح عیب دار جانور کی قربانی

ذبح کرتے وقت قربانی کا جانور اچھلا کودا اور اس میں کوئی عیب پیدا ہو گیا یا ذبح ہوتے ہوئے اٹھ کر بھاگا اور وہ عیب دار ہو گیا تو اسے اسی حالت میں ذبح کر دیں، قربانی ہو جائے گی۔

افضل ترین قربانی کا بیان

حضرت بقیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:
''اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ قربانی وہ ہے جو زیادہ مہنگی اور زیادہ فربہ ہو''۔۔۔[سنن کبریٰ:۹/۲۷۲]

زیادہ فربہ و قیمتی جانور کی قربانی

زیادہ فربہ، زیادہ حسین اور زیادہ قیمتی جانور کی قربانی مستحب اور افضل ہے۔ بکریوں کی جنس میں سرمئی رنگ کا سینگوں والا خصی مینڈھا افضل ہے۔ خصی جانور کی قربانی آنڈو کی بہ نسبت زیادہ افضل ہے، کیوں کہ اس کا گوشت لذیذ ہوتا ہے۔

قیمتی ، فربہ اور لذیذ ترین جانور کی قربانی

اگر بکری کی قیمت اور گوشت ! گائے کے ساتویں حصے کی قیمت اور گوشت کے برابر ہو تو بکری کی قربانی افضل ہے، کیوں کہ بکری کا گوشت لذیذ ہوتا ہے اور اگر گائے کے ساتویں حصے میں بکری سے زیادہ گوشت ہو تو گائے کی قربانی افضل ہے۔ نیز مینڈھا، بھیڑ سے اور دنبہ، دنبی سے افضل ہے۔ بکری، بکرے سے افضل ہے، لیکن خصی بکرا، بکری سے افضل ہے۔ گائے، بیل سے اور اونٹنی، اونٹ سے افضل ہے، جب کہ ان کی قیمت اور گوشت برابر ہو۔

گائے وغیرہ کے ساتویں حصے کی قربانی اور بکری کی قربانی میں اس جانور کی قربانی کرنا افضل ہے جس کی قیمت زیادہ ہو۔ اگر قیمتیں برابر ہوں تو جس کا گوشت زیادہ ہو، وہ افضل ہے اور اگر قیمتیں اور گوشت دونوں برابر ہوں تو پھر جس کا گوشت زیادہ لذیذ ہو، اس جانور کی قربانی کرنا افضل ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ بالترتیب زیادہ قیمتی، زیادہ فربہ اور لذیذ ترین جانور کی قربانی افضل ہے۔

قربانی کے گوشت کا بیان

قربانی کے جانور کا گوشت خود کھانا اور دوسروں کو کھلانا مستحب ہے اور افضل یہ ہے کہ گوشت کے تین برابر حصے کیے جائیں اور ایک حصہ اپنے گھر والوں کے لیے، ایک حصہ فقیروں اور غریبوں کے لیے اور ایک حصہ اپنے دوست واحباب کے لیے مخصوص کیا جائے۔ اگر قربانی کا سارا گوشت صدقہ کر دیا یا سارا اپنے لیے رکھ لیا تو یہ بھی جائز ہے اور اس کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ بھی گوشت ذخیرہ کر کے رکھے، لیکن اس کو کھلانا اور صدقہ کرنا افضل ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص کثیر العیال (زیادہ اہل وعیال والا) ہو تو اس کے لیے افضل اپنے اہل وعیال کو کھلانا ہے۔

مشترکہ قربانی اور برابر حصہ داری

گائے وغیرہ کی مشترکہ قربانی میں حصہ داری کی ہے تو لازمی ہے کہ گوشت وزن کر کے برابر برابر

تقسیم کیا جائے، اندازہ سے تقسیم نہ کریں، کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ کسی کو گوشت زیادہ اور کسی کو کم ملے اور یہ ناجائز ہے۔ یہاں یہ خیال نہ کیا جائے کہ اگر کسی کو کم وبیش ملے گا تو ہر ایک حصہ دار دوسرے کو جائز (معاف) کردے گا، کیوں کہ یہاں عدمِ جواز حق شرع ہے اور اس کو معاف کرنے کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔

حلال جانور کے اعضائے ممنوعہ

شریعت کے مطابق ذبح کیے ہوئے حلال جانور کے مندرجہ ذیل اعضاء اور حصے کھانا ممنوع ہیں۔ دمِ مسفوح (بہ وقت ذبح بہنے والا خون)، ذَکر و فرج (جانور کے پیشاب کی جگہ)، خصیتین (کپورے)، مثانہ، دُبر (جانور کے پاخانے کی جگہ)، حرام مغز اور آنتیں، اِن میں دمِ مسفوح (ذبح کے وقت بہنے والا خون) حرام قطعی اور باقی مکروہِ تحریمی ہیں۔ [بہ حوالہ تفہیم المسائل]

اگر کوئی حلال جانور کسی بھی وجہ سے مردار (حرام) ہو جائے تو اس کی کھال سے بغیر دباغت (رنگنے) کے نفع حاصل کرنا اور اس کی خرید وفروخت کرنا جائز نہیں ہے، البتہ دباغت کے بعد اس سے نفع حاصل کرنا جائز ہے، کیوں کہ دباغت کے بعد کھال پاک ہو جاتی ہے۔ اسی طرح مردار کی وہ چیزیں جن میں زندگی حلول کرتی ہے (مثلاً آنتیں اور چربی وغیرہ)، ان سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں ہے اور وہ چیزیں جن میں زندگی حلول نہیں کرتی مثلاً ہڈیاں، سینگ، بال، روئیں، کُھر، پنجے، اون، ناخن اور چونچ وغیرہ ان سے نفع حاصل کرنا جائز اور درست ہے۔ [ہدایہ، شرح وقایہ]

تکبیراتِ تشریق

۹/ ذوالحجہ کی نمازِ فجر سے ۱۳/ ذوالحجہ کی نمازِ عصر تک ہر باجماعت نماز کے بعد ایک مرتبہ بلند آواز سے یہ تکبیرات پڑھنا واجب ہے اور تین مرتبہ پڑھنا افضل و مستحب ہے۔ عید گاہ آتے جاتے بھی بہ آوازِ بلند یہ تکبیرات پڑھنی چاہئیں۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ---

ذبح کے وقت تکبیر اور دعا

قربانی کرنے سے پہلے جانور کو پانی اور چارا دے دیں۔ چھری اچھی طرح تیز کر کے جانور کو بائیں پہلو پر لٹا کر اسے قبلہ رخ کرلیں۔ اپنا دایاں پاؤں اس کے پہلو پر رکھ کر تیز چھری سے جلد ذبح کر دیں۔ ذبح سے پہلے یہ دعا پڑھ لیں۔

دعائے قربانی

اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفاً وَّ مَا اَنَا مِنَ

اَلْمُشْرِکِیْنَ ○ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ بِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَ اَنَامِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ○ اَللّٰھُمَّ لَکَ وَ مِنْکَ---

پھر بلند آواز سے "بِسْمِ اللّٰہِ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ" پڑھ کر ذبح کر دیں اور ذبح میں کم از کم چار یا تین رگیں ضرور کٹنی چاہئیں۔

نیز یہ مستحب ہے کہ چھری تیز ہو اور گلے میں چھری پھیرنے کے بعد اتنی دیر انتظار کرنا مستحب ہے جتنی دیر میں اس کے تمام اعضا ٹھنڈے ہو جائیں اور اس کے تمام جسم سے جان نکل جائے اور اس کے جسم کے ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کی کھال اتارنا مکروہ ہے۔

جانور ذبح ہو جانے کے بعد یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ خَلِیْلِکَ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ○---

ضروری وضاحت

اگر ذبح کرنے والا یا دعا پڑھنے والا کوئی اور ہو تو پھر "مِنِّیْ" کی جگہ مِنْ فلان (اس شخص یا اشخاص کا نام) کہے۔ اگر گائے یا اونٹ وغیرہ ہو تو تمام شرکاءِ قربانی کا نام لینا ضروری ہیں۔

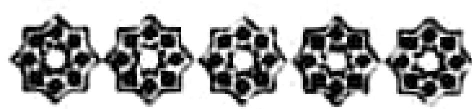
قربانی کی کھالیں

قربانی کی کھال کو اپنے استعمال میں بھی لایا جا سکتا ہے۔ مثلاً اس سے جائے نماز (مصلّٰی) موزے اور مشکیزہ وغیرہ بنا سکتے ہیں۔ جب کہ قربانی کی کھال بیچ کر اس کی رقم اپنے استعمال میں نہیں لا سکتے بلکہ اس کل رقم کو صدقہ کر دینا واجب ہے۔ اسی طرح قربانی کے جانور کی کھال یا گوشت قصائی کو اجرت کے طور پر دینا جائز نہیں ہے۔

قربانی کی کھال اور اعانت دین

قربانی کی کھالیں کسی نادار و مفلس غریب اور مستحق کو بھی دے سکتے ہیں، البتہ دینی اداروں اور مدارس کو دینا افضل ہے، کیوں کہ یہ تبلیغ و اشاعتِ دین کے کام میں اعانت و مدد بھی ہے اور صدقۂ جاریہ بھی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو قربانی کا عظیم فریضہ انجام دینے اور اس کی روح اور فلسفہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید الانبیاء و المرسلین



اوجھڑی کا مسئلہ

امام اہل سنت مفتیٔ اعظم پاکستان شیخ الحدیث والتفسیر علامہ ابوالبرکات
سید احمد شاہ صاحب قدس سرہ العزیز (حزب الاحناف، لاہور) کا فتویٰ

سوال

حلال جانور میں کون کون سے حصے کھانے حرام ہیں، نیز بکرے کے کپوروں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

ریاض احمد، جماعت دہم، حافظ آباد

الجواب

نر، مادہ کی شرم گاہ، پتہ، حرام مغز، کپورہ، خون، پھلنا (مثانہ)---

اگر اوجھڑی خوب صاف کر لی جائے کہ اس میں بالکل بو باس نہ رہے تو بلا کراہت جائز ہے۔ کذا فی البدائع---

پنجاب میں کپورہ کھانے کا بکثرت رواج ہے اور بعض کباب فروش ایک ہی توے میں گردے، کباب کی ٹکیاں تلتے ہیں اور ساتھ ہی اسی چربی، گھی یا تیل میں کپورے بھی بھونتے ہیں اور کپوروں کا عرق ان کبابوں میں بھی شامل ہوتا ہے، وہ بھی کپوروں کی طرح حرام وممنوع ہوجاتے ہیں---

[ماہنامہ رضوان، لاہور، ۷ تا ۱۴ مارچ ۱۹۵۴ء]

